خوفناک ناول
آدم خور قبیلہ
www.FreePdfBooks.org
مظہر الحق علوی

پہلا باب

چیخ بڑے بھیانک طور سے جیسے فضا میں معلق ہو گئی۔ اور یہ چیخ تمام آوازوں سے الگ سنائی دی۔ رات کی خاموشی میں بلند ہوتی ہوئی مستولوں بلیوں کی چرچراہٹ' بادبانوں کی پھڑپھڑاہٹ' رسوں اور تختوں کی آوازوں اور موجوں کے شور سے بالا اور الگ تھی یہ چیخ جس نے پورے جہاز میں اس سرے سے اس سرے تک' ماتھے سے لے کر دنبالے تک۔ زندگی کی ایک لہر دوڑادی اور وحشت زدہ اور پھٹی پھٹی آنکھوں والے لوگوں میں ایک بھگدڑ سی پڑ گئی۔

جہاز کے نائب کپتان اولیور سلیٹر نے یہ چیخ اس وقت سنی جب وہ جہاز کے پچھلے بلند عرشے پر سے اتر رہا تھا اور اس کے زینے کی آخری سیڑھی پر قدم رکھ رہا تھا' وہ ٹھٹھک گیا' اس کا ایک پیر آخری اور دوسرا اس کی اوپر والی سیڑھی پر ہی جما رہ گیا۔ اسے یقین نہ آرہا تھا کہ اس نے ٹھیک سنا تھا ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ اس چیخ کے الفاظ ایک دل دھڑکا دینے والے خطرے کی گھنٹی تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ کہیں اس کے کانوں نے اسے دھوکا تو نہیں دیا تھا؟ چنانچہ وہ دم سادھے منتظر کھڑا تھا کہ وہ چیخ پھر بلند ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اس دفعہ وہ آواز' وہ چیخ پہلے سے زیادہ بلند اور صاف تھی۔

"چٹانیں۔ موجیں ٹکرا ٹکرا کر ٹوٹ رہی ہیں۔ چٹان' ایں۔ ایں۔ ایں"۔ ایک بوڑھے کی چیختی ہوئی آواز اور الفاظ پر ٹوٹ ٹوٹ گئی' موجوں کی طرح۔ اس نے یہی الفاظ اسی انداز میں پھر دہرائے۔

سلیٹر نے یہ چیخ تیسری دفعہ نہ سنی کیونکہ وہ اندھا دھند آگے کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ اور وہ ان لوگوں سے ٹکرا گیا جو جہاز کے اگلے حصے سے نکل کر شرابیوں کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے عرشے پر آرہے تھا۔ وہ انہیں دھکیلتا ہوا آگے بڑھا اور تین ہی چھلانگوں میں سیڑھی چڑھ گیا۔ وہاں کھڑے ہوئے جہاز کا معمر نگہبان تھامس پارکون' دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف گھوم گیا۔

"ٹوٹتی موجیں صاب"۔ اس نے سامنے کی طرف اشارہ کرکے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"کس طرف"۔ سلیٹر کا پیر بھیگے ہوئے عرشے پر پھسلا تو اس نے سنبھلتے ہوئے تقریباً چیخ کر پوچھا۔

"ایک دم سامنے اور دائیں اور بائیں پہلوؤں کی سمت بھی صاحب۔ ترائی ہے صاب۔ ساحلی سنگستان۔ تم اس کی گرج سن سکتے ہو صاب"۔ پارکون نے کہا۔

اور جب سلیٹر رات کے گھپ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا تو پارکون نے منہ اٹھا کر ایک بار پھر ہانک لگائی۔

اور اب ان کے پیچھے سے آوازیں سنائی دیں۔ دبی دبی آوازیں۔ خوف کی آوازیں اور بھنچے ہوئے دانتوں کے درمیان سے پس کر نکلی ہوئی گالیوں کی آوازیں۔ عملے کے خوفزدہ آدمی عرشے کے جنگلے پر ہاتھ رکھے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کھسک رہے تھے اور کاجل کالی رات میں اپنی موت کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"دکھائی دی صاب؟ پارکون نے پوچھا۔

ہاں پارپر۔ دیکھ رہا ہوں۔ بے شک و شبہ یہ ساحلی سنگستان ہی ہے۔ خدا رحم کرے' سلیٹر نے کہا اور پیچھے کی طرف گھوم کر اپنے ماتحت کپتان یعنی سیکنڈ میٹ کو آواز دی "مسٹر ڈوئل"۔

"جی صاب" جہاز کے پچھلے بلند عرشے پر سے جواب آیا۔ یہ ایک گھمبیر آواز تھی جسے ہوا نے توڑ کر بکھیر دیا۔

"کپتان کو پیغام دو۔ جہاز کے ماتھے کی طرف زبردست سنگستان ہے"۔ سلیٹر نے کہا۔

اور پھر وہ ڈوئل کا جواب کا انتظار کرنے لگا اور جواب آنے کے بعد وہ ایکبار پھر گھوم گیا۔ سامنے چٹانوں اور پتھروں پر پانی ٹوٹ رہا تھا' جھاگ اچھال رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے جہاز کے راستے میں کسی نے روئی کا سفید موٹا رسہ تان دیا ہو۔

ایک ہی منٹ بعد کپتان بیری سلیٹر کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ چونکہ وہ اپنے کیبن کے اجالے میں سے باہر آیا تھا اس لئے چند ثانیوں تک اس کی آنکھیں اندھیرے میں کچھ دیکھ نہ سکیں۔ اور یہ چند ثانیے کتنے قیمتی تھا اس کو کچھ سلیٹر کا دل ہی جانتا تھا چنانچہ وہ بے چین ہو رہا تھا۔

اور پھر بیری کو بھی وہ اچھلتا' ٹوٹتا اور جھاگ اڑاتا پانی نظر آگیا۔

"میرے خدا' بہت قریب ہے یہ تو۔ اس نے جلدی سے کہا۔ حیرت' خوف اور بے اختیاری اس بوڑھے کی آواز سے عیاں تھی۔ پیچھے کی طرف گھومے بغیر اس نے سکان گیر کو حکم دیا "سکان گھماؤ' جہاز سنبھالو" پھر اس نے سلیٹر سے کہا' "ساحلی سنگستان" اور پھر اپنے آپ سے کہا "اور بغیر کسی اطلاع کے" بغیر کسی تمہید کے' اچانک پھر وہ سنبھلا اور پارکون کی طرف بڑھا جو پورے عملے کی نگاہوں کا مرکز دم بخود سا کھڑا تھا۔

ڈوئل نے چیخ کر کپتان کا حکم سکان گیر موگنی کو سنایا۔ لیکن اس سے پہلے کہ مورگنی اس حکم کو سمجھ سکتا پہیہ بے قابو ہو کر خود بخود گھومنے لگا تھا۔ اور مورگنی اسے سنبھالنے کی

جدوجہد کر رہا تھا۔ ڈوئل ایک ہی چھلانگ میں سکان کے عرشے پر پہنچا' مورگنی کو ایک طرف دھکیل کر پہیہ سنبھالا' اپنے جسم کی ساری قوت اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر پہیا گھما دیا۔ چند سیکنڈ قیامت کے تھے یہ' سب لوگ دم سادھے جہاز کے رخ موڑنے کے منتظر تھے۔

"میرے خدا! جہاز بے قابو ہوگیا ہے' مست ہاتھی کی طرح' سلیٹر تم اس کی کپکپی محسوس نہیں کر رہے؟" بیری نے دانت پیس کر کہا۔

اور اس نے بادبان لپیٹ لینے اور بلیاں جھکا دینے کا حکم دیا۔ لیکن پھر بادبانوں کا رخ بدل دینے کا حکم دیا۔ یہ بیری کی گھبراہٹ یا خوف نہ تھا جو اسے اس کا ارادہ بدلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ یہ سلیٹر جانتا تھا۔ لیکن پارکون کی پہلی پکار کے چند منٹوں بعد ہی ان کا جہاز "آرگو" اتنی تیزی سے ترائی میں پھنس گیا کہ صاف معلوم ہوگیا کہ اب اسکے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ اب اس کے چاروں طرف پانی ٹوٹ ٹوٹ کر اچھل رہا تھا اور جہاز بے قابو ہو کر آگے گھسٹ کر اور زیادہ سنگستان میں پھنس رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آرگو ساحلی سنگستان پر نہ چڑھ آیا تھا بلکہ خود ساحلی سنگستان نے آگے بڑھ کر آرگو کو اپنی آغوش میں۔ موت کی آغوش میں لے لیا تھا۔ اور یہ ساحلی سنگستان جیسے کسی زلزلے سے جیسے سمندر کی تہہ میں پچی ہوئی کسی اتھال پتھال سے اچانک اچھل کر اوپر آگیا تھا۔

اور بیری کو اپنے جہاز کی موت دکھائی دے گئی اور اس نے سلیٹر سے چیخ کر کہا کہ وہ آدمیوں کو مستولوں اور بلیوں پر سے اتر جانے کا حکم دے۔ جہاز ہوا اور سکان کے دباؤ میں آکر ایک طرف جھک گیا تھا کہ مونگے کی چٹان نے اپنا پہلا مہلک بوسہ آرگو کا لیا اور جہاز اسی بوسے کی لذت سے ماتھے سے لے کر دم تک کانپ گیا۔ عملے کے چند آدمی گرنے سے بچنے کے لئے مستولوں' بلیوں اور رسوں سے لپٹ گئے اور دوسرے پناہ لینے کے لئے عرشے پر بھاگ پڑے گویا وہاں کوئی پناہ گاہ تھی اور چند ملاح احمقوں کی طرح درمیانی مستول کے قریب جمع ہو گئے اور سلیٹر نے انہیں وہاں سے ہٹ جانے اور گرتے ہوئے مستولوں' بلیوں اور رسوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔ جہاز کا منتظم رسد لیٹر لائٹ ایک دم سے اپنے گھٹنوں پر گرا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر اونچی آواز میں دعا مانگنے لگا۔

جہاز کا بڑھئی جو ناس ڈے دیوانوں کی طرح کشتی کی طرف بھاگا۔ ہفتوں پہلے آرگو طوفان میں پھنسا تھا تو طوفان ساری کشتیاں بیکار کر گیا تھا۔ اور یہی ایک کشتی سفر کے قابل رہ گئی تھی۔ اس نے اس پر کا کرمچ گھسیٹتے ہوئے دوسروں کی مدد کے لئے اور کشتی اتارنے کے لئے پکارنے لگا۔ ملاح اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے تھے' ایک دوسرے کو دھکیل

رہے تھے اور گالیاں بک رہے تھے۔

آرگو پھر چٹان سے ٹکرایا' اوپر اٹھا اور پھر جیسے چکنی ڈھلان پر سے نیچے کی طرف پھسلا اور پھر ایک زبردست دھکے کے ساتھ جیسے کسی گہری... لیکن میں پھنس گیا۔ اب تک جہاز کا ملازم لڑکا جرمی ٹکر اپنے حواس پر قابو حاصل کئے ہوئے تھا اور دونوں ہاتھوں سے پہلو کی دیوار کا جنگلا پکڑے بڑی بہادری سے کھڑا ہوا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف اچھلتے اور ٹوٹتے ہوئے سفید سفید پانی کو دیکھ رہا تھا لیکن جہاز کے یوں پھسلنے' رگڑنے اور اس کے کپکپانے کے ساتھ ہی اس کے حواس باختہ ہوگئے اور وہ خوف سے پاگل ہو کر لوگوں کو دھکیلتا اور گراتا ہوا جہاز کے اگلے حصے کی طرف چیختا ہوا بھاگا۔ سلیٹر اس کی چیخیں سن کر گھوما اور چند ثانیوں بعد ہی وہ خوفزدہ لڑکے کو اپنی بانہوں میں لے چکا تھا۔ وہ اس پر جھکا کہ تسلی کے چند الفاظ کہہ کر اس کی ڈھارس بندھائے۔

لیکن تسلی کے الفاظ ابھی اس کی زبان نے ادا بھی نہ کئے تھے کہ آرگو پوری قوت سے ٹکرایا اور لمحہ بھر کے لئے سلیٹر نے سوچا کہ اب وہ شاید گہرے پانی میں پہنچ جائے گا کیونکہ چاروں طرف پانی میں ایسی ہلچل تھی کہ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ اتھلا کہاں ہے اور گہرائی کہاں ہے۔ لیکن آرگو پھر ٹکرایا اور ٹوٹتے ہوئے پانی نے ایک دم سے اوپر اٹھ کر جہاز کو جیسے اپنے قبضے میں کرلیا۔ وہ جہاز کے پہلوؤں پر پہنچا اور جنگلا پھلانگ کر ایک متحرک آبی دیوار کی طرح دھنس آیا' مستولوں' بلیوں اور بادبانوں کو چٹخاتا ہوا وہ بڑی آواز سے عرشے پر گرا اور خوفزدہ ملاحوں کی طرف یہ سیلاب بڑھا اور ملاحوں کے پیر عرشے پر سے اکھڑ گئے چند گرے اور بقیہ نے سنبھلنے کی کوشش میں جو چیز ہاتھ آئی اس کو تھام لیا۔ عرشہ یوں لرزا جیسے اس پر زلزلہ آگیا ہو۔ اور جہاز اپنے پر کے سارے پانی اور اس کے بوجھ کو لے کر کسی چٹان پر یا کسی موج پر ماتھے کے بل اوپر اٹھا اور عرشے کا سارا پانی پچھلے حصے کی طرف بھاگا اور پھر مستول... چرچرائے' بلیاں ٹوٹیں' رسے چٹخے۔ آرگو نیچے گر رہا تھا۔ اس کی دم اوپر اٹھ گئی تھی۔ وہ گرا اور تہہ کی ریت میں یا سنگریزوں میں یا شاید پتھروں میں پھنس کر ایک دم سے رک گیا۔

سلیٹر' جو' جرمی کو تھامے ہوئے تھا' اچھل کر جہاز کے ماتھے کے اندرونی تختے سے ٹکرایا اور کپتان بیری لنگر کی چرخی پر گرا۔ ہر شخص جہاں کھڑا تھا وہیں سے اچھل کر قریب یا دور گرا۔ پارکون تو عرشے پر کے پانی میں تقریباً غرق ہوگیا۔ جہاز کا درمیانی بڑا مستول چرچرا کر جھکا اور دوسری موج کی تاب نہ لا کر بڑی آواز سے عرشے پر گرا۔ عرشے پر بہتے ہوئے پانی کی آواز' چٹانوں پر ٹوٹتے ہوئے پانی کے شور' مستولوں اور بلیوں وغیرہ کی چرچراہٹ اور

ملاحوں کی گالیوں سے الگ لائٹ کی دعائیں سنائی دے رہی تھیں جو پچھلے عرشے پر بادبانوں اور بلیوں سے دور پڑا تھا اور اس کی آواز خوف کی ہچکیوں سے ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھی' ہر دوسری موج جہاز پر زیادہ سے زیادہ شدید ضرب لگا رہی تھی' اسے نوچ رہی تھی' گھسوٹ رہی تھی' گھسیٹ رہی تھی یہاں تک کہ اس میں کئی جگہ سوراخ پیدا ہوگئے' کئی تختے اکھڑ گئے سکان دھری سے الگ ہوگیا اور پانی نے موج در موج جہاز کے ہر حصے میں گھس کر اسے اسقدر بوجھل کردیا کہ وہ نصف کے قریب غرق ہوگیا اور اب وہ کھڑا تھرتھرا رہا تھا۔

بیری کوشش کرکے اٹھا اور آہنی چرخی کا سہارا لے کر کھڑا ہوگیا۔ اسکے ماتھے پر کے زخم میں سے خون بہہ بہہ کر اس کے گال پر سرخ لکیر بنا رہا تھا۔ سلیٹر جرمی سے اپنی آپ کو الگ کرکے آگے بڑھا۔ اس کا بھیجہ ہل گیا تھا۔

"سلیٹر! ملاحوں کی خبر لو" بیری نے کہا۔ "میرے ماتھے پر چوٹ آئی ہے سخت۔ اور کشتی۔ کشتی۔ ہم نہیں جانتے کہ جہاز کب تک یہاں پھنسا رہے گا۔ ہوسکتا ہے یہاں پانی گہرا ہو چنانچہ جہاز کسی بھی وقت ڈوب سکتا ہے۔ سلیٹر۔ جلدی کرو۔ دیکھو کشتی سلامت ہے کہ نہیں' بوڑھے کی آواز میں اضطراب تھا"۔

"جی اچھا صاب" سلیٹر بڑبڑایا "جرمی! تم یہیں ٹھہرو' کپتان کے پاس" کہیں چوٹ تو نہیں آئی لڑکے؟ بیری نے گھپ اندھیرے میں جرمی کو تلاش کرتے ہوئے پوچھا۔

نہیں صاب۔ شکریہ صاب"

سلیٹر عرشے پر پڑے ہوئے سامان سے ٹھوکریں کھاتا اگلے عرشے کی طرف بڑھا۔ آرگو اب اپنے پیندے پر اور تقریباً سیدھا کھڑا تھا لیکن بری طرح سے لرز رہا اور دھکے کھا رہا تھا اور اس کے عرشے پر چلتا ہوا سلیٹر اسکے تختوں کو چٹان سے ٹکراتے اور ادھڑتے نہ صرف سن رہا بلکہ محسوس بھی کر رہا تھا۔

"سلیٹر" بیری نے عقب سے چیخ کر کہا' "حاضری لو"

"سلیٹر نے اوپری عرشے کے جنگلے پر جھک کر جہاز کے پچھلے عرشے کی طرف دیکھا اور حاضری لینی شروع کی۔

"مسٹر ڈوکل" وہ چیخا۔

"حاضر صاب" جواب آیا۔

"پچھلے عرشے پر ہو؟"

"وہیں ہوں"

"مورگن ہے تمہارے ساتھ؟"

ہے صاب۔
میں ہر ایک کا نام لے کر پکاروں گا" سلیٹر نے درمیانی عرشے کی طرف دیکھا" "جس کا
بھی نام پکارا جائے وہ جواب دے"۔
"جی اچھا صاب کہیں نیچے سے آواز آئی۔"
"کون ہے یہ؟"
"ا یلیسا ہاکن۔ صاب"
"تمہیں چوٹ وغیرہ تو نہیں آئی ہاکن؟"
"نہیں صاب۔ سالا معجزہ ہے یہ تو"
"چنانچہ شکر کرو۔ ہو مرو لکن سن"
"زندہ ہوں مسٹر سلیٹر" یہ ولکن سن کی ہی آواز تھی لیکن شدت خوف سے بگڑی
ہوئی۔ سلیٹر گھڑی بھر کے لئے خاموش رہا اور سوچنے لگا کہ کہیں خود اس کی آواز سے بھی تو
خوف نہیں جھلک رہا؟
"لائٹ۔ سلیٹر لائٹ" اس نے پکار کر کہا۔
منتظم رسد کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ سلیٹر نے دوبارہ اس کا نام پکارا اور پھر
اضافہ کیا۔
"اگر زندہ ہو تو جواب دو"
"یہیں ہے صاب' زندہ ہے صاب' لیکن بلیوں میں دبا پڑا ہے"۔
"یہ تم ہو باربر؟"
"لائٹ۔ زخمی ہے کیا باربر؟"
"دعائیں مانگ رہا ہے صاب"
"تو پھر نکالو اسے سامان کے نیچے سے"
"ہم کوشش کر رہے ہیں صاب"
"کون ہے تمہارے ساتھ؟"
"میں صاب۔ پہلا لیڈ بیٹر"
"باربر اور لیڈ بیٹر کی مدد کرے کوئی۔ ولکنسی! ہوشیار ہو جاؤ۔ مدد کو لپکو"
سلیٹر نے چلنے پھرنے کی آوازیں سنیں اور پھر اچھلتے اور ٹوٹتے ہوئے پانی کی فاسفورس کی
روشنی میں دیکھا بھی۔ وہ نیچے جانے ہی والا تھا کہ اس نے دیکھا کہ انہوں نے لائٹ کو
نکال لیا جواب کھڑا اپنا شانہ سہلا رہا تھا۔

"لائٹ! خیریت ہے؟"
"ہاں صاب۔ شکر ہے خدا کا صاب۔ بچ گیا صاب"
"بچ گیا کی دم میں نمدہ لائٹ" باربر نے کہا۔ اس کی آواز بھی اسی کی طرح جگاوری
ی" کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ کل کا دن غروب ہونے سے پہلے ہم سب آدم خوروں
ی لذیذ خوراک بن چکے ہوں گے۔
"جوناس ڈے" سلیٹر نے پکار کر کہا۔ وہ کسی ترتیب سے نام نہ پکار رہا تھا بلکہ جو نام بھی
سے یاد آجاتا تھا پکار دیتا تھا۔
"درمیانی مستول گرے یا جہاز مونگے کی چٹانوں سے ٹکرائے صاب۔ میں ایسی معمولی
توں سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ مجھے خوفزدہ کرنے کے لئے تو قیامت کبریٰ کو برپا ہونا چاہئے"
ناس ڈے نے کہا۔
وہ بڑا باتونی تھا لیکن سلیٹر نے اسے زیادہ بولنے کا موقع نہ دیا۔
"پائن۔ جیب پائن" اس نے نام پکارا۔
"فی الحال تو زندہ ہوں صاب۔ خدا کی لعنت ہو اس پر یہ وحشت زدہ' خوفزدہ آواز
ی۔
"ڈر گئے جیب؟" کہیں اندھیرے میں سے مورگن کی پرسکون آواز ابھری۔
"نہیں" پائن نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں غضب کی کاٹ تھی۔ میں تو مزا لے
ا ہوں اس حادثہ کا۔ سام باربر نے سچ ہی کہا ہے۔ ہم جلد ہی آدم خوروں کی ضیافت کا
امان بن جائیں گے۔ لعنت ہو اس دن پر جس دن میں نے اس منحوس جہاز پر ملازمت
صل کی۔
اور پھر باربر کی آواز پائن کی آواز کو کاٹتی ہوئی بلند ہوئی۔
"تم نے لڑکے کو کہیں دیکھا ہے صاب؟ یہاں تو وہ کہیں نظر نہیں آ رہا"
"وہ یہیں ہے سام۔ کپتان کے ساتھ ہے"۔
حالانکہ سلیٹر باربر سے مخاطب تھا لیکن دیکھ اس طرف رہا تھا جہاں پائن کھڑا ہوا تھا۔
نکہ وہ اس اعلان سے خوفزدہ تھا جو باربر نے کیا۔ آدم خوروں کی غذا بننے کا خوف اس
ے وجود پر مسلط ہو گیا تھا اور یہ خوف دوسرے ملاحوں میں چھوت کی بیماری کی طرح پھیل
ا تھا۔ سلیٹر کو مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ یہ خوف دوسروں میں
ل کر انہیں بے قابو کر دے وہ بہرحال اسے دبا دے۔ لیکن اس سے پہلے کو وہ کچھ کہتا
نان بیری کی آواز سنائی دی۔

"ارے سلیٹر! میں پاویل کو تو بالکل بھول ہی گیا تھا۔ وہ غریب پیچش میں مبتلا پڑا ہے
میرے خدا! ماتھے کی چوٹ نے تو میری کھوپڑی خراب کر دی ہے۔ سلیٹر! پاویل کی
لو"۔

جیب پائن اور اس کے خوف سے بعد میں نپٹا جائے گا۔ چنانچہ سلیٹر زینے کی ط
بڑھا لیکن نیچے عرشے پر سے پاویل کی آواز سنائی۔

"میں آ گیا ہوں صاب۔ عرشے پر۔"

"کہاں ہو پاویل"۔

"نیچے جانے کے دروازے کے قریب صاحب۔

"طبیعت کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ قریب قریب" پاویل آواز سے نقاہت صاف ظاہر تھی۔ "البتہ معد
میں مروڑ اٹھ رہی ہے۔"

"جب تک میں حاضری نہ لے لوں تم اپنی جگہ سے انچ بھر ادھر ادھر مت ہونا" س
نے کہا" اور پھر نام پکارا۔ سیلاس۔"

لیکن فوراً ہی اس نے دانتوں میں زبان دبالی۔ سلیٹر! بیوقوف سیلاس کہاں تھا؟ مر گی
وہ تو' سلیٹر اپنی حماقت پر دل ہی دل میں خود اپنے آپ کو صلواتیں سنا رہا تھا اور نیچے عرش
ایک دم سے سناٹا چھا گیا تھا۔

آرگو ایک دم سے تھرتھرا گیا جیسے مرے ہوئے حبشی کے نام سے وہ بھی متاثر ہوا ہو
اور پھر اس سناٹے کو پاویل کی۔ عجیب چیخ نے توڑ دیا۔ اس کی چیخ میں کچھ پشیمانی تھ
کچھ غصہ تھا اور کچھ حیرت تھی اس لئے کہ یہاں یہ چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔

"وہ دیکھو" وہ چیخا "پو پھٹ رہی ہے"۔

تمام ملاحوں کے ساتھ جہاز کے بائیں پہلو اور مشرق کی طرف گھوم گیا جہاں مدھم
سرخ روشنی سمندر کے کنارے کو دھندلا دھندلا ظاہر کر رہی تھی۔ آرگو کے ملاحوں ک
لئے یہ گویا دنیا کی پہلی صبح تھی۔ ایک ایسی حیرت ناک چیز جیسے انہوں نے پہلے کبھی نہ د
تھا جیسے۔ کپکپا دینے والی' دم بخود کر دینے والی ایک انوکھی چیز صبح۔

پاویل کی آواز نے کہا۔

"دن۔ دن۔ لیکن خدا کی قسم اب تو یہ کس کام کا؟" وہ ذرا دیر کے لئے خاموش ہو
پھر بولا "لعنت ہو تجھ پر اے ہیجڑے دن۔ اگر ذرا دیر پہلے طلوع ہو جاتا تو کیا بگڑ جاتا تیرا؟
اس کے بعد جو موت کی خاموشی طاری ہوئی اس میں کپتان بیری لڑکھڑاتے قدموں۔

بڑھا اور سلیٹر کے قریب پہنچ کر اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ تم ہو ڈیوک پاویل؟ اس نے پوچھا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"میں ہی ہوں صاب" پاویل نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں زبردست انگریزیت
اس نے سر اٹھا کر بلند عرشے کی طرف دیکھا جہاں سلیٹر اور بیری صبح کی ناکافی روشنی میں
ں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔

"ابھی تم مرے نہیں ہو ڈیوک پاویل اور نہ فی الحال مرو گے" بیری کی آواز بلند اور
لی تھی۔ اور میں تم سب سے کہتا ہوں کہ مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر خدا
د شامل حال رہی تو ہم اس مصیبت سے نکل آئیں گے۔ ہمارے پاس کشتی تو ہے ہی۔
کشتی تو سلامت ہے نا؟

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے صاب کہ سلامت......

"تو پھر سب ٹھیک ہے۔ ہم ابھی نہ مریں گے" بیری نے کہا لیکن اب اسے اپنی آواز
رکھنے کے لئے بڑی کوشش کرنی پڑ رہی تھی" خدا کی قسم! ہماری موت ابھی نہیں آئی
۔ ہم سے پہلے بہت سے ملاح اس سے بھی بڑی مصیبت سے زندہ و سلامت نکل آئے
اور جو دوسرے کر سکتے ہیں وہ ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اچھا۔ اب "وہ سلیٹر پر اپنا بوجھ ڈال کر
رست کرنے کے لئے گھڑی بھر کے لئے خاموش ہو گیا" اب ہم جہاز چھوڑ رہے ہیں۔
کشتی اتارو۔

لیکن اس سے پہلے کہ ڈے آگے بڑھتا باربر نے پوچھا۔

"تو پھر خدا تمہارا محافظ ہو۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں"

سلیٹر نے سوچا کہ باربر کا دماغ چل گیا ہے شاید۔ اس نے نیچے دیکھا اور اب' صبح کی
نی میں' وہ اسے دیکھ سکتا تھا اس کا زبردست' کالی ڈاڑھی والا چہرہ اوپر کی طرف اٹھا ہوا
چند ملاحوں نے گھوم کر حیرت سے باربر کی طرف دیکھا۔ اور پھر سلیٹر سمجھ گیا۔ وہ بیری
طرف گھوم گیا جس کے چہرے پر مارے غصہ اور صدمے کے ایک رنگ آتا اور ایک
جاتا تھا۔

"کپتان! باربر کا مطلب میں سمجھ گیا ہوں" سلیٹر نے کہا" آج نیا سال ہے۔

بیری چند ثانیوں تک بت بنا کھڑا رہا اور پھر سنبھل کر بولا۔

"بے شک۔ نیا سال ہے" اور پھر آواز بلند کر کے کہا "تم سب کو نیا سال مبارک ہو۔
شکریہ سام' شکریہ' نیا سال' لیکن' نہیں' اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہے' آج نئی صدی
ہو رہی ہے' سن عیسوی اٹھارہ سو۔

او میرے خدا! اس نئی صدی کے پہلے ہی دن میں اپنا جہاز گنوا رہا ہوں" پھر بیری
سلیٹر سے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں ابھی وقت ہے ہمارے پاس' جہاز اب سیدھا اور سکون سے
ہے۔ میرے خیال میں ہم اس پر سے نکل سکتے ہیں۔ وقت ہے' سب کو آگے لے جاؤ۔
سلیٹر نے سر ہلایا اور زینے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ بیری نے کہا۔

"سلیٹر! میری فکر نہ کرو' ماتھے پر لگی چوٹ کی وجہ سے سر چکرا گیا ہے ذرا دیر میں
ہو جاؤں گا"

اور صبح کی روشنی میں انہوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں
سلیٹر کی آنکھیں نیلی' چمکدار اور جاندار' بیری کی بوڑھی' بھوری' تھکی ہوئی اور غم نا
اس آدمی کی آنکھیں جو یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ حادثہ اس کے ساتھ کیوں
آخر' سلیٹر نے کچھ نہ کہا۔

اس کی سمجھ میں یہی نہ آرہا تھا کہ وہ کیا کہے البتہ زینہ اترتے وقت وہ یہ ضرور
رہا تھا کہ بیری کو زیادہ ہی چوٹ آئی ہے اور کچھ زیادہ ہی صدمہ ہے اسے لیکن وہ ظاہر
کر رہا تھا۔ سر کی چوٹ آدمی کو دیوانہ بھی بنا دیتی ہے کبھی کبھی۔

نئے سال کا نیا دن جہاز آرگو پر اتر آیا اور اس نے جہاز پر گرے ہوئے مستولوں'
ہوئی بلیوں' رسوں اور جھیر جھیر بادبانوں کو الگ ہٹاتے ہوئے ملاحوں کو بلانا شروع کیا۔
نے رات کو پیچھے دھکیل دیا اور نظر آیا کہ قطار اندر قطار ہالا ٹوٹ رہا تھا۔ قطار اندر
مونگے کی زیر آب چٹانیں تھیں' ایک لمبا چوڑا پانی کا زبردست جال تھا جس میں
پھنس گیا تھا۔ مشرق اور شمال کی طرف موت کے اس الجھیڑے کا سرا نظر آتا تھا
جہاز کے سامنے اور مغرب کی طرف یہ **الجھیڑا** پھیلتا چلا گیا تھا یہاں تک کہ امواج
سے جاملا تھا۔

اور کئی ہفتوں کے بعد اب پہلی دفعہ سورج نے طلوع ہو کر انہیں یقین دلایا کہ ا
موسم صاف تھا اور طوفان گزر چکا تھا لیکن وہ گزرا ہوا طوفان اپنا کام کر گیا تھا وہ آرگ
مونگے کی چٹانوں میں پھنسا گیا تھا۔ جیسے وہ اسی غرض سے نازل ہوا تھا اور اپنے کام کو ا
تک پہنچا کر گزر گیا تھا۔

اور پھر شعاعیں آرگو پر اتر آئیں اور ان شعاعوں میں نرمی نہ تھی بلکہ غضب کی گ
تھی۔ جہاز کی بلیاں اور مستول ٹوٹ کر نیچے جا پڑے تھے اور اس کے چاروں طرف

رہے تھے اور اچھلتا ہوا پانی انہیں ادھر ادھر گھسیٹا پھر رہا تھا اور آرگو کے ٹوٹے ہوئے
پہاڑوں سے دو موٹے سانپوں کی طرح موٹی موٹی آنی بلیں لٹک رہی تھیں۔

دوسرا باب

سن عیسوی اٹھارہ سو کے پہلے دن کی دوپہر کو بیری' سلیٹر اور ولکن سن ایک چھوٹے سے جزیرے کی چوٹی پر کھڑے تھے۔ جزیرہ کیا تھا چٹان سے ذرا ہی بڑا تھا اور اس کی کل نباتاتی دولت گنے چنے ناریل کے درختوں' ٹیڑھے میڑھے صنوبروں اور خشک اور سخت گھاس پر مشتمل تھی۔ قریب ہی اور مغرب کی طرف دوسرا بڑا جزیرہ تھا۔ ان دونوں جزیروں کے چاروں طرف اور شمال کی طرف ساحلی جھیل تھی جو ان چٹانوں کو ان مونگے کی چٹانوں سے جوڑ رہی تھی جنہوں نے آرگو کو اپنے جال میں پھنسا لیا تھا۔

وہ تینوں مسلح تھے بیری اور سلیٹر پستول سے اور ولکن سن دستی بندوق سے جسے مسکیٹ کہتے ہیں اور جو ہاتھ سے بھری جاتی تھی۔ بیری اپنی ایک آنکھ سے لمبی سی دوربین لگائے دوسرے جزیرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے سر پر ٹوپی نہ تھی اور جمے ہوئے خون کی لکیر اس کے اس زخم کو اجاگر کر رہی تھی جو اس کے بائیں کان کے اوپر سے شروع ہو کر اس کی چندیا تک چلا گیا تھا۔ چٹان پر آتی ہوئی سمندری ہوا اس کے سفید بالوں کو اڑا رہی تھی۔ یکایک اس نے اپنی آنکھ پر سے دوربین ہٹائی اور سلیٹر کی طرف گھوم گیا۔

"سلیٹر! اب تو دھواں دکھائی نہیں دے رہا۔" وہ بولا' لیکن جب آج صبح ہم یہاں آرہے تھے تو میں نے دھواں دیکھا تھا۔ خدا کی قسم۔ دیکھا تھا۔"

"لاؤ۔ میں دیکھتا ہوں" سلیٹر

اور اس نے دوربین سلیٹر سے لے کر اپنی آنکھ سے لگا دی اور اس کا زاویہ ٹھیک کر کے دوسرے جزیرے کی سبز ڈھلانوں اور اندھیری وادیوں میں دیکھنے لگا۔

سلیٹر قد میں بیری سے چھوٹا تھا لیکن جسم مضبوط اور سینہ چوڑا تھا اور اس کی رنگت اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ وہ بچپن سے ہی سمندر کے سینے پر رہا تھا اور اس کی تیس سالہ عمر کا زیادہ تر حصہ سمندر کی نمکین ہواؤں کے تھپیڑے کھاتے اور تیز دھوپ میں گزرا تھا اور نمکین ہواؤں اور تیز دھوپ نے اس کی رنگت کو گہرا کر دیا تھا' اس کا رنگ جھلسا دیا تھا۔ سلیٹر سمندر کا پوت تھا۔ بیری کی طرح اس نے بھی ڈک کی پتلون پہن رکھی تھی لیکن بیری نے کسی قسم کی موٹی اور سخت قمیض اور جاکٹ پہن رکھی تھی جس کے بوتاموں کا

ملمع... دھندلا گیا تھا۔ اس کے برخلاف سلیٹر نے آدھی آستینوں والی ہلکی پھلکی قمیض پہن رکھی تھی۔ سر پر تنکوں کی ہیٹ تھی جو اس نے چین کی بندرگاہ سے خریدی تھی۔ دوربین آنکھوں سے لگاتے وقت اس نے بڑے چھجے والی یہ ہیٹ پیچھے کی طرف کھسکا دی تھی۔

دوسرا جزیرہ' اس نے اندازہ لگایا' تین میل لمبا اور اس سے نصف چوڑا تھا اور اس کا زیادہ تر حصہ گنجان نباتات سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے ایک طرف انگور کی اور دوسری بیلیں تھیں جو سمندر کے کنارے تک چلی گئی تھیں۔ یہ بیلیں بھی اس قدر گنجان تھیں کہ معلوم ہوتا تھا جیسے جزیرے کا دم گھونٹ رہی ہوں۔ مغرب کی طرف گھاٹیاں اور خلیجیں تھیں جن میں سمندر دھنس آیا تھا۔ اس طرف بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیرے ساحلی جھیل میں بکھرے ہوئے تھے' چونے کی سارو ع کی شکل کی چٹانیں اور ایک راس جو سمندر میں دور تک چلی گئی تھی۔ چونے کی ان چٹانوں اور راس کو سمندری ہواؤں بارشوں اور مدوجزر نے رگڑ رگڑ کر اور گھس گھس کر عجیب عجیب شکلوں میں تراش دیا تھا۔ سلیٹر کو وہ جزیرہ بے حد واہیات اور سونا سا معلوم ہوا جس نے اس کی تنہائی کے احساس کو بڑھا دیا۔ آج پہلی دفعہ اس نے ایک بے گھر' بے در اور بے وطن شخص کی سی اداسی اور بے کسی محسوس کی۔ اس نے دوربین آنکھوں پر سے ہٹائی۔

"بالکل" بیری نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا" بلکہ میں تو کہوں گا ولدلی ہے"۔

"آ۔ ہاں' یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔ اور کہیں دھواں دکھائی نہیں دیا تمہیں؟"

"نہیں کپتان"

"لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے دھواں اٹھتے دیکھا تھا۔"

"کپتان بیری! خدا نخواستہ میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھ رہا۔ تم بھولے نہ ہو گے کہ برسٹول میں ایک جہاز کے نائب کپتان نے ہمیں بتایا تھا کہ بلاف نامی ایک انگریز کا تعاقب جنگلیوں نے اسی جگہ یا اس کے آس پاس کہیں کیا تھا۔ اور یہ واقعہ زیادہ پرانا بھی نہیں ہے۔ یہی کوئی دس بارہ برس پہلے کا ہے۔"

"لیکن جب اس کا تعاقب کیا گیا تو بلاف یہاں سے مغرب میں تھا۔"

"جزائر بہرحال یہی تھے۔ نقشے میں بلاف کے جزیرے ہیں یہ۔ یعنی جزائر فی جی۔"

"تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ تم یہاں سے فوراً بھاگ چلنے کا مشورہ دو گے" بیری نے تلخی سے کہا۔

"جی ہاں۔ میرا تو مشورہ یہی ہے۔"

"اور کشتی میں عرشہ کھڑا کر کے اور سازوسامان سے لیس کر کے اسے سفر کے قابل بنانے کا ہمارا ارادہ کیا ہوا؟"

"پہلے تو ہمیں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنی ہے۔"

"اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ یہاں کوئی مناسب جگہ ہے ہی نہیں؟"

"ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یہ جزائر یہاں سے مغرب کی طرف پھیلتے چلے گئے ہیں۔ بلاشبہ ان میں ایک آدھ تو ایسا چھوٹا جزیرہ ہوگا جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر کشتی پر کام کرسکیں گے۔ میرا مطلب ہے یہاں کے جنگلیوں کو ہماری موجودگی کا پتہ نہ چلے گا۔ ہماری کشتی مضبوط ہے اور ہمارے پاس پانی اور غذا کا کافی ذخیرہ موجود ہے ہی"۔

یہ تو تم جانتے ہی ہو گے "اور اب بیری کے لہجے میں غصہ تھا" کہ یہاں سے پورٹ جیکسن تک پانچ سو لیگ کا فاصلہ ہے۔"

"جانتا ہوں"

"اور یہ بھی جانتے ہو کہ اس طرف یہ طوفانوں کا موسم ہے؟"

"ظاہر ہے کہ یہ میں نہیں بھولا" سلیٹر نے سکون سے جواب دیا" کم سے کم اس طوفان کے بعد تو نہیں بھول سکتا جس سے ہم گزرے ہیں۔ لیکن کپتان! اب اگر ایسے ہی دوسرے طوفان سے گزرنا پڑا تو پھر یہ ہماری بدقسمتی ہوگی۔"

"سلیٹر! اس سے پہلے بھی انسانوں کی بدقسمتی انہیں لے ڈوبی ہے۔ پچھلا طوفان یاد کرو جس نے ہمیں بھٹکا دیا تھا حالانکہ ہم آرگو میں تھے اور پھر سوچو کہ اگر ایسے ہی دوسرے طوفان کا سامنا ہوا تو ہماری کشتی اسے کہاں تک برداشت کرسکے گی اور پھر خود ہم کہاں ہوں گے؟ دوسری بات ہمارے پاس اتنا پانی شاید ہے جو پورٹ جیکسن تک کافی ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر ہم نے کشتی کو سازوسامان سے درست کرنا اور آرام کیا تو اس میں دن لگ جائیں گے اور ان دنوں میں بھی ہم کو پیاس ظاہر ہے لگے گی اور پھر اسی ذخیرے میں سے پانی پی جائے گا اس کے بعد سفر کے لئے پانی کہاں سے آئے گا؟ اچھا اب' اور بیری نے سامنے والے جزیرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں اس جزیرے پر پانی ہے۔

"لیکن وہ جزیرہ۔ وہاں خطرہ معلوم ہوتا ہے۔"

"تاہم وہاں پانی ہے' قیمتی' حیات بخش پانی' سنو سلیٹر! اس چٹان پر ہم سوچنے کے لئے اترے ہیں۔ یہ فیصلہ کرنے کے لئے اترے ہیں کہ مناسب کیا ہے۔ کیا کرنا ہے ہمیں اور اب میرے سامنے دو ضروری باتیں ہیں۔ ایک ہمیں کشتی کو سازوسامان اور عرشے وغیرہ سے سفر کے قابل بنانا ہے۔ اور دوئم' ہمیں کوئی ایسا مقام تلاش کرنا ہے جہاں بیٹھ کر ہم

کشتی پر کام کرسکیں اور وہ بھی اس طرح کہ اپنے پانی کے ذخیرے میں سے ایک قطرہ پانی استعمال نہ کریں۔ ہمارا پانی محفوظ ہی رہے۔"

"کپتان یقین کرو جہاں پانی ہوگا وہاں جنگلی بھی ضرور ہوں گے۔"

"لیکن فرض کرو کہ یہ جنگلی باشندے ہمارے ساتھ دوستانہ سلوک کریں تو؟ اور اگر ایسا ہوا تو پھر ہمیں بے حد فائدہ ہوگا۔ وہ صرف کھانے کی چیزیں بلکہ ہم جتنا پانی چاہیں گے اتنا پانی بھی ہمیں لے جانے دیں گے اور ڈبوں کا پانی جوں کا توں رہے گا۔"

"تم نے دھواں دیکھا تھا کپتان۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اس جزیرے پر وحشی لوگ ہیں۔ اور اس کے لئے میں شرط ہارنے کے لئے تیار ہوں کہ وہ جزیرہ نجار زدہ ہے۔

"سلیٹر! ہم اپنی مرضی اور خوشی سے یہاں نہیں آئے۔ قسمت نے ہمیں یہاں لا پھینکا ہے۔ ہمارا جہاز اب کسی قابل نہیں رہا۔ اب تک ہم یا تو غرق ہو چکے ہوتے یا جان بچانے کے لئے اسی جزیرے کی طرف تیر رہے ہوتے۔ چنانچہ یہ غنیمت ہے کہ ہم زندہ ہیں یا ہم میں سے اکثر زندہ ہیں۔"

بیری نے ابھی بات پوری کی ہی تھی کہ ولکن سن نے اونچی آواز میں ایک گالی بک دی۔ وہ اب جزیرے کی طرف نہیں بلکہ اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں ان کا جہاز تھا۔ جزیرے کی چوٹی پر سے وہ ایک ٹوٹے ہوئے کھلونے کی طرف دکھائی دیتا تھا۔ اس کا اگلا مستول اب بھی کھڑا تھا اور اس سے بادبان کے چیتھڑے لٹک رہے تھے اس کے عرشے پر ٹوٹا ہوا سامان بکھرا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف پانی میں بادبان اور بلیاں تیر رہی تھیں اور موجوں کے تھپیڑوں سے آگے بڑھ بڑھ کر جہاز کے پہلوؤں سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کے سامنے' ساحلی جھیلوں میں شارک مچھلیاں تیر رہی تھیں اور ان کے بڑے بڑے پر سطح آب پر پانی کو کاٹتے دکھائی دیتے تھے۔ جہاز کو ہلکا کرنے کے لئے کشتی میں جو سامان بھرا گیا تھا اس میں نمک لگا گوشت بھی تھا اور اسی کی بو شارک مچھلیوں کو کھینچ لائی تھی۔

"کپتان بیری! جہاز پہلو بدل رہا ہے" ولکن سن نے کہا۔

سلیٹر اور بیری ایک ساتھ اس طرف گھوم گئے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست موج اس کے پہلو سے چڑھ کر عرشے پر گری اور جہاز کا اس طرف کا حصہ زیر آب تھا۔

"اب آرگو زیادہ دیر تک نہ ٹک سکے گا" ولکن سن نے سرہلا کر کہا اور پھر گھوم کر بیری کی طرف دیکھا۔

"یہ مونگے کی چٹانیں ہیں اور ان پر جہاز زیادہ دیر تک نہیں ٹک سکتا" بیری نے کہا اور پھر جزیرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا خوبصورت جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اور وہ

اس منظر کی تاب نہ لاسکتا تھا۔

جہاز آرگو بیری کے حکم سے بوسٹن' میں نارتھ ریوی میں' بنایا گیا تھا اور اس نے اسے تختہ بہ تختہ شکل اختیار کرتے دیکھا تھا۔ ہنوور کے پل پر صبح سے شام تک کھڑے رہ کر اس نے اس جہاز کی تعمیر دیکھی اور اپنے دل میں خوشی کی لہریں محسوس کی تھیں۔

اور جب وہ تیار ہو گیا تو بیری کا سینہ فخر سے پھول گیا تھا۔

ایسا خوبصورت اور مضبوط جہاز بندرگاہ میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ آرگو اس کا معشوق تھا۔ وہ اسے جی جان سے چاہتا تھا۔ وہ اسے ان بندرگاہوں تک لے گیا تھا جو گویا روپے کی کانیں تھیں۔ آرگو نے بیری کی قسمت پلٹ دی تھی۔ تجارت میں اسے اتنا نفع ہوا تھا کہ بیری نے کبھی اس کا تصور بھی نہ کیا تھا۔

اور اس وقت بھی اس میں وہی سامان تجارت لدا ہوا تھا جو اس کے پہلے سفر میں لادا گیا تھا۔ رم شراب۔ کیونکہ نیو ساؤتھ ویلس میں رم' دوسری شرابوں کے مقابلہ میں' بھاری قیمت سے فروخت ہوتی تھی۔ دوسرا سامان تجارت تھا۔ نمکین گوشت' سوتی کپڑا' شکر' چند برانڈی کے' شکر کا شیرہ اور پکانے کے چند چولہے جو بیری کے خیال میں' پورٹ جیکسن میں خاصے منافع سے فروخت ہو سکتے تھے۔

لیکن شروع سے ہی یہ سفر برا رہا تھا۔ تیز سمندری ہوائیں اس سفر کی ابتداء سے ہی آرگو کی دشمن بنی تھیں اور پھر طوفانوں نے رہی سہی کسر پوری کردی تھی۔ یہ استوائی طوفان یکایک دھندلے افق کی طرف سے چیختے چنگھاڑتے آتے' آرگو پر اپنا غصہ آزماتے اور اسے جتنا نقصان پہنچا سکتے پہنچا کر چلے جاتے اور پھر ان طوفانوں کے بعد طوفان بادوباراں آیا۔ وہ سمندری طوفان جس میں بہت کم جہاز سلامت رہ پاتے ہیں۔

آرگو اس تیس گھنٹے کے طوفان میں بھی سلامت رہا حالانکہ یہ منحوس طوفان دو ملاحوں کی جان لے کر ٹلا تھا۔

بیری نے سر ہلایا جیسے ماضی کی ان یادوں کو جھٹک دینا چاہتا ہو۔

"سیلٹر!" وہ اس کی طرف گھوم گیا۔ لیکن ہمیں پانی کی ضرورت ہے اور اس سے تو تم بھی انکار نہیں کرسکتے۔"

"کس کافر کو اس سے انکار ہے؟ لیکن فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کشتی پر کام کریں گے اور وہ پانی استعمال کریں گے جو ہمارے پاس ہے۔ جب کشتی سازوسامان سے لیس ہو جائے گی تو ہم فوراً روانہ ہو جائیں گے اور جو بھی پہلی خشکی نظر آئے گی وہاں سے پانی حاصل کرلیں گے۔ اور ہم نیو ساؤتھ ویلس کی طرف ہی سفر کریں گے۔"

"لیکن فرض کرو کہ پانی لیتے وقت باشندوں نے ہمیں دیکھ لیا اور ہم پر حملہ کردیا تھا؟"

"ہمارے پاس ہتھیار تو ہیں ہی۔ گھومنے والی توپ اور بندوقیں ہیں اور گولا بارود بھی کافی ہے۔ چنانچہ ہم اپنا بچاؤ کرسکیں گے اور چونکہ کشتی میں بادبان لگے ہوئے ہوں گے اس لئے ہم بغیر کسی مشکل کے فوراً روانہ ہو سکیں گے"۔

"ہر بات کا جواب تمہارے پاس موجود ہے" بیری نے کہا "لیکن ضروری نہیں کہ ہر رائے صحیح ہو۔ اور جب جواب اور اندازہ غلط ہوتا ہے تو پھر نتیجہ معلوم؟ تم یہ یقین سے یہ کہہ سکتے ہو کہ جیسا تم کہتے ہو ایسا ہی ہوگا۔ آخر تم غیب داں تو ہو نہیں۔ تاہم خدا کرے کہ تمہارا اندازہ غلط نہ ہو"

لیکن سیلٹر نے بیری کے چہرے کی طرف دیکھا تو سمجھ لیا کہ وہ زبان سے چاہے کچھ ہی کیوں نہ کہے وہ بہرحال اس کے برعکس فیصلہ کرچکا ہے اور جب وہ کوئی فیصلہ کرلیتا تھا تو اسے بدلنا تو دور کی بات تھی وہ اس پر نظرثانی بھی نہ کرتا تھا۔ سیلٹر اس کی ضدی طبیعت سے واقف تھا۔ سیلٹر دیکھ چکا تھا کہ بیری' ایک دفعہ 'اڑ گیا تھا اور جہاز کا رخ بدلنے کے لئے کسی طور تیار نہ تھا اور یوں وہ جہاز کو خطرناک حد تک اتھلے پانی میں لے گیا تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ بیری اناڑی کپتان تھا۔ نہیں بلکہ اس نے کہا تھا کہ وہ جہاز کو اس اتھلے مقام سے نکال لے جائے گا اور پھر گرجتے ہوئے طوفانوں کی قسم' کوئی اس کا یہ ارادہ بدل نہ سکتا تھا اور سیلٹر نے دیکھا تھا کہ وہ بلند عرشے پر کھڑا ہو گیا تھا اور گھبرائے ہوئے سکان گیر کو حکم دیا تھا کہ وہ جہاز کو سیدھا لے چلے۔ سکان گیر بار بار گھبرائی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور پتھریلا ساحل دم بہ دم قریب ہوتا جارہا تھا۔ نگہبان کے ہوش اڑ گئے تھے' ملاح جہاں تھے وہیں بت بن گئے تھے اور جو ملاح ذرا دلیر تھے وہ دوڑ کر جنگلے کے قریب کھڑے ہو گئے تھے اور اتھلے پانی کی علامتیں تلاش کررہے تھے۔

بیری کی یہ حماقت ہو یا سرپھراپن لیکن اس کا یہ نڈرپن قابل تعریف ضرور ہے۔ کیونکہ حقیقت میں وہ اپنے جہاز کو صحیح سلامت نکال لے گیا جبکہ دوسرا جہاز وہیں پھنس گیا۔ بیری بے شک و شبہ اپنے فن کا استاد تھا۔ خطرات میں گھبرانا اور طوفان میں خوفزدہ ہونا اس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ مخالف ہواؤں میں جہاز کو لے جانا اس کا دلچسپ مشغلہ تھا گویا۔

ایسے ہی خطرات کا مقابلہ کرکے' ایسے ہی سرپھرے فیصلے کرکے' ان پر عمل کرکے اور پھر ہر دفعہ کامیاب رہ کر اس نے اپنے جھنڈے گاڑ دیئے تھے اور اپنے ہم عصر کپتانوں سے سمندر کا شہنشاہ کا خطاب حاصل کرلیا تھا۔

سلیٹر نے بیری کو ان سمندروں میں جہاز کو لے جاتے دیکھا تھا جو بے ہوا تھے' سلیٹر نے اسے اس وقت عرشے پر تن تنہا کھڑے دیکھا تھا جب ایک برطانوی جہاز آرگو پر گولے برسا رہا تھا' اس نے بیری کو اسوقت بھی پرسکون دیکھا تھا جب جہاز اس ساحلی ترائی میں داخل ہو گیا تھا جہاں ایک کشتی بھی نہ تیر سکتی تھی۔ سلیٹر بیری کی خوش بختی کا معترف تھا۔ جانتا تھا کہ قسمت نے ہر دفعہ اسکا ساتھ دیا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بیری کا یہی سرپھرا پن' یہی ضد اور اس کے یہی اٹل فیصلے ان سب کو کبھی نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسا دیں گے۔

اور سلیٹر کو احساس تھا کہ اس وقت بھی بیری دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے سلیٹر۔ اب ہمارا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے۔ چنانچہ چلو اپنے آدمیوں کے پاس۔ ولکن سن! تم یہیں ٹھہرو اور نگہبانی کی خدمت انجام دو"۔

"جی اچھا صاب"

"سامنے والے جزیرے پر نظر رکھنا اور اگر تمہیں کچھ دکھائی دے' دھواں یا کسی بھی قسم کی حرکت' تو فوراً آ کر مجھے خبر کرنا"۔

اور پھر بیری اس چٹان پر سے اتر آیا۔ سلیٹر اس کے پیچھے تھا۔

ولکن سن چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا' گٹھے ہوئے جسم کا اور پست قد آدمی تھا۔ بیری اور سلیٹر چلے گئے تو وہ سایہ دار جگہ تلاش کرنے لگا جہاں بیٹھ کر وہ سامنے والے جزیرے پر نظر رکھ سکے۔ سورج بلند ہو کر تقریباً اس کے سر پر آ گیا تھا' دن بہت زیادہ گرم تھا اور اس کے جسم سے پسینہ پھوٹ رہا تھا اور اس کی پیٹھ تو پسینے سے ایسی تربتر ہو رہی تھی کہ قمیض اس کی پیٹھ سے چپک گئی تھی۔ چٹان کے' عین ماتھے پر چار پانچ صنوبر کے پیڑ جیسے جمگھٹا بنائے کھڑے تھے۔ ولکن سن وہاں پہنچا اور گود میں بندوق رکھ کر ان کے سائے میں بیٹھ گیا۔

"ساحلی جھیل میں سے اٹھتی ہوئی بھاپ کی وجہ سے سامنے والا جزیرہ لرزتا ہوا سا معلوم ہوتا تھا۔ دونوں جزیروں کے بیچ میں جو جھیل تھی اس کا پانی ایک دم ساکت تھا جیسے فولاد کی سبز چادر بچھی ہوئی ہے۔ سورج کی شعاعوں اور گہرائیوں نے اس چادر میں گہرے جامنی رنگ کے داغ پیدا کر دیئے تھے ؟.. سبز فولاد کی چادر پر کسی نے روشنائی چھڑک دی ہو' دو اور دو جزیروں کی درمیانی جھیل کے عین بیچ میں' آبی پرندے اپنا شکار حاصل کر رہے تھے۔ مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ وہ ہوا میں گھڑی بھر کے لئے معلق رہتے؛ پھر اپنے بازو لپیٹ کر بے جان پتھر کی طرح نیچے گرتے' سطح آب سے پھر چھوٹا سا فوارہ بلند ہوتا' خود پرندہ زیر آب ہو جاتا اور جب دوسرے ہی لمحے ابھر کر اوپر آتا تو اسکی لمبی سی چونچ میں مچھلی دبی تڑپ رہی ہوتی۔

ولکن سن اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا اور حیرت سے سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس ویران جزیرے پر کیوں پہنچ گیا' وہ اس ریشمی کپڑے کے متعلق سوچ رہا تھا جو اس نے چین کے بندرگاہ سے اپنی پیاری لیڈیا کے لئے خریدا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ ریشمی کوڑا تو ایک طرف رہا اب تو سوال یہ تھا کہ اس کی پیاری لیڈیا اپنے سندباد جہازی کو دیکھ بھی سکے گی یا عمر بھر اس کی واپسی کا انتظار ہی کرتی رہے گی۔ اور ہاں اس نے ایک چینی چائے دانی بھی تو خریدی تھی جو ایسی لطیف تھی کہ روشنی کے سامنے رکھی ہوئی ہو تو آدمی اس کے آرپار دیکھ سکتا تھا۔ اور اس نے اس چائے دانی کے لئے خصوصیت سے سبز چائے بھی تو خریدی تھی۔ پورا آدھا صندوق بھر لیا۔ خدا کی قسم عمدہ قسم کی سبز چائے اور پھر۔ لعنت ہے۔ کہاں آ کر قسمت نے دھوکا دیا ہے۔ سالی کہاں آ کر کمند ٹوٹی ہے جب لب بام دو چار ہاتھ رہ گیا۔ کہاں ٹوٹا جہاز؟ اس جزیرے کے ساحل پر جس پر آدم خور وحشی رہتے ہیں۔ سنا ہے ابلیس کے لیٹے رہتے ہیں وہ اور انسان کا گوشت کھاتے ہیں۔ خون پیتے ہیں' اس جزیرے پر یا اس کے قریبی جزیرے کے ساحل پر بات ایک ہی ہے۔ اور اگر کپتان بیری نے واقعی دھواں دیکھا تھا اس دوسرے جزیرے پر تو وہاں بے شک وشبہ آدم خور ابلیس کے فرزند ہوں گے اور نائب کپتان نے کہا تھا کہ اسی جگہ یا یہیں کہیں آس پاس وحشیوں نے کسی انگریز کا تعاقب کیا تھا۔ چنانچہ یہ بات تو یقینی ہے کہ یہاں جنگلی لوگ ہیں۔ ضرور بالضرور ہیں۔ کیا قسمت ہے سالی۔ اگر اس طرف ہم ایک گھنٹہ' صرف ایک گھنٹہ دیر سے پہنچے ہوتے تو اندھیرے کا پردہ اٹھ جاتا اور ہمیں مونگے کی یہ چٹانیں نظر آ جاتیں۔ لیکن جب ان میں پھنسے تو بس پھنسے پھر اس جال سے نکلنا ناممکن' ڈوئل نے سچ کہا تھا۔

لو اب سوچنے کا مسالہ مل گیا۔ اب اگر ڈوئل کپتان ہوتا تو؟ تو ہوتا تو مسٹر ولکن سن کیا تم اس جہاز آرگو پر نہ ہوتے۔ سمجھے جناب؟ ہاں' کم سے کم پہلے سفر کے بعد نہ ہوتے' خدا کی قسم نہ ہوتے۔ اور اس نالائق ڈوئل نے نائب کپتان سے جہاز پر بغاوت کر دینے کو نہیں کہا تھا؟ ولکن سن! تم نے اور لیڈبیٹر نے پوری بات تو سنی نہ تھی۔ ہوا جو چنگھاڑ رہی تھی۔ لیکن یہ لفظ کہا گیا تھا۔

میرے خدا! بغاوت۔

جہاں تک اس کا سوال ہے وہ تو بے شک کپتان بیری کا ساتھ دیتا۔ اور مسٹر سلیٹر بھی کپتان کا ساتھ دیتے۔ بے شک' اولیور سلیٹر بغاوت میں شریک نہ ہوتے۔ لیڈبیٹر کا کہنا ہے کہ سلیٹر نے تو ڈوئل کی خوب خبر لی تھی اس پر' ایسا غصہ کیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا ڈوئل کو

پیٹ دیں گے یا اٹھا کر طوفانی سمندر میں پھینک دیں گے۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے' نمک حرام ڈوئل ملاحوں کو کپتان کے خلاف ابھار رہا تھا۔ جہاز پر بغاوت کروانا چاہتا تھا۔ تو پھر کون ساتھ دیتا ڈوئل کا۔ جیب پائن' ہاں' وہ سالا ڈوئل کی دم میں گھسا رہتا ہے۔ بڑا یار ہے اس کا۔ لیکن بھئی کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ کون اپنا ہے اور کون پرایا۔ ایسا واقعہ ہو ہی جائے تو پھر معلوم ہو کہ کون دودھ ہے اور کون پانی۔ اور یار سچ تو یہ ہے کہ تم اپنے متعلق بھی نہیں کہہ سکتے کہ تم کس کا ساتھ دو گے۔ باغیوں کا یا کپتان کا؟ آخر تمہیں بھی تو اپنی جان عزیز ہے۔ اور یوں بھی دنیا نکلتے سورج کی پوجا کرتی ہے۔

ولکن سن نے سر ہلا کر یہ خیالات جھٹک دئے اور اس بڑے سے آبی پرندے کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے سر پر سے پرواز کرتا ہوا جزیرے کے پیچھے چلا گیا۔ ولکن سن نے سوچا کہ سلیٹر اور بیری اب تک نیچے پہنچ گئے ہوں گے یا نہیں۔ او' فوہ! بے حد گرمی ہے۔ جہنم ہے بالکل' حالانکہ ہوا چل رہی تھی۔ سامنے جھیل میں اٹھتی ہوئی ننھی ننھی لہریں اس کا ثبوت تھیں۔ وہی پرندہ جزیرے کے پیچھے سے واپس آیا اور ولکن سن اس کی سبک پرواز دیکھتا رہا۔ ایک بار پھر وہ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچا' نیچے دیکھا اور ہوا میں معلق ہوگیا۔ ولکن سن نے گھاس کی ایک پتی توڑی اور اسے چبانے لگا اور پیچھے کی طرف جھک کر صنوبر کے تنے سے پیٹھ لگاوی اور جزیرے کی طرف دیکھا تو اسے وہ دکھائی دیا۔ ایک لمبا سا ڈونگا۔

ولکن سن یوں اچھل کر کھڑا ہوا کہ گود میں رکی ہوئی بندوق زمین پر گری' وہ اندھا دھند چٹان کی چوٹی کی طرف بھاگا۔ وہ پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر چیخ رہا تھا۔

"کپتان بیری! ڈونگا' انڈین' جنگلی' ڈونگا' صاب۔" بیری اور سلیٹر آدھی ڈھلان اتر چکے تھے انھوں نے ولکن سن کی آواز سنی۔ وہ دونوں وہیں سے پلٹ کر چوٹی کی طرف بھاگے۔

سلیٹر کپتان بیری سے آگے تھا چنانچہ پہلے وہ ولکن سن کے قریب پہنچا۔

"میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ میری اس پر نظر پڑی۔" ولکن سن نے کہا' اور پھر ہاتھ اٹھا دیا" دیکھو۔

"وہ ہے۔"

اور سلیٹر نے دیکھا۔ نیلے' چمکیلے پانی کے پس منظر میں ڈونگا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ جو جزیرے کے جنوبی سرے سے نکل کر حیرت انگیز بلکہ ناقابل یقین رفتار سے مونگے کی چٹانوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ یہ دہرا ڈونگا تھا۔ ساٹھ فٹ یا اس سے زیادہ لمبا۔ دونوں پہلوؤں کو ایک چوبی پلیٹ فارم سے جوڑا گیا تھا اور اس پلیٹ فارم پر ڈونگے کا پورا

عملہ تھا اور بادبان بھی۔

"اور وہ رہا آب کا دھواں کپتان" ولکن سن نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا" وہ' اس طرف' اس وادی کے دوسری طرف۔ یہ لوگ کہیں تم سے پیغام و سلام تو نہیں کر رہے صاحب؟۔ ایک دفعہ میں نے ایک آدمی کو کہتے سنا تھا کہ انڈین لوگ دھویں کے ذریعہ باتیں کرتے ہیں" بیری نے اس طرف دیکھا جس طرف ولکن سن اشارہ کر رہا تھا۔

"کھانا پکانے کے الاؤ ہیں شاید" اس نے غیر دلچسپی سے کہا۔

"میرے خدا! ولکن سن بڑبڑایا" کھانا پکانے کے الاؤ۔ اور یہ لوگ آدم خور ہو سکتے ہیں۔

صاب! ابھی وقت ہے چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم یہاں سے بھاگ چلیں۔ اور اس نے وحشت زدہ ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ شدید خوف اس کے دل میں اتر رہا تھا۔

"میں نے کہا ہے کھانا پکانے کے الاؤ تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے ولکن سن کہ وہ آدم خور ہیں اور ہمیں پکا کر کھا جائیں گے۔ یا ہمیں کھا جانا چاہتے ہیں۔" چند ثانیوں تک وہ گھور کر ولکن سن کی طرف دیکھتا رہا اور پھر سلیٹر کی طرف گھوم گیا۔

"تم کیا کہتے ہو سلیٹر؟"

سلیٹر دوربین اپنی آنکھ سے لگائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا۔

"اس ڈونگے میں پچاس ساٹھ انڈین ہیں اور سب کے سب پوری طرح سے مسلح ہیں۔ چنانچہ اس میں تو شک نہیں کہ یہ جنگلی ڈونگا ہے اور یہ لوگ جنگجو سپاہی ہیں"

"میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جہاز دیکھ لیا ہے" بیری نے کہا اور ولکن سن نے گھبرائی ہوئی' خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"لو کپتان' تم خود دیکھ لو" سلیٹر نے دوربین بیری کی طرف بڑھادی۔

بیری نے دوربین اپنی آنکھ سے لگائی اور فوراً ہی اسکے منہ سے سکاری نکل گئی۔ دوربین کے ذریعہ وہ سپاہیوں کو صاف طور سے دیکھ سکتا تھا۔ بادبان ستون سے آگے جو اٹھی کھڑے ہوئے تھے وہ ڈنڈوں سے لیس معلوم ہوتے تھے اور ڈونگے کے عرشے پر ہتھیاروں کے ڈھیر تھے۔ ڈونگے کا بادبان چٹائی کی قسم کی کسی چیز کا تھا جو چٹائی کی طرح ہی بنا ہوا تھا۔

"اس ڈونگے کو چلانا اور سنبھالنا بھی ایک فن ہے" بیری بڑبڑایا اور ان دو وحشیوں کو دیکھنے لگا جو سکان کی بلی سنبھالے ہوئے تھے۔

"ہاں' لیکن اس کی رفتار دیکھ رہے ہو کپتان؟ اگر ہوا مناسب ہو تو یہ ڈونگا تین

بادبانوں والے جہاز کو پیچھے چھوڑ جائے۔

"ایک بات تو بہر حال صاف ہے" بیری نے دوربین آنکھ سے ہٹائے بغیر کہا' اپنی کشتی میں بیٹھ کر اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"وہ کیوں کپتان؟" سلیٹر نے کہا' ہمارے پاس گھومنے والی توپ تو ہے ہی۔ چنانچہ میں تو کہتا ہوں کہ ایک لمحے کی بھی تاخیر کے بغیر ہمیں فرار ہو جانا چاہئے۔ ابھی وقت ہے اور ہم کشتی کو گہرے پانی میں لیجا سکتے ہیں" بیری نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس طرح ہم خود انہیں حملہ کرنے کی دعوت دیں گے گویا؟" وہ بولا "اور ہم نہیں جانتے کہ ان کے پاس کس قسم کے ہتھیار ہیں۔"

"جہنم میں جائیں ان کے ہتھیار۔ ہمارے بچ جانے کا انحصار اس پر ہے کہ خود ہم اپنے ہتھیار کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ خدا کی قسم کپتان اگر ہم نے ان کا انتظار کیا اور ایک دفعہ وہ کنارے پر آگئے تو ہماری بندوقوں کی پہلی باڑ کے بعد وہ نہ صرف ہم پر ٹوٹ پڑیں گے بلکہ ہمیں ایک یا دوسرے طریقے سے ٹھکانے بھی لگا دیں گے۔"

"اگر سمندر میں ہمارا ان کا مقابلہ ہوا تو اس سے بھی کوئی فرق نہ پڑ جائے گا"۔

"کافی فرق پڑ جائے گا کپتان' گھومنے والی توپ خاص بحری جنگ کا ہتھیار رہا اور......

"ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ہمیں نہ دیکھا ہو۔ لیکن ہمیں بھی دیکھ لیا ہو۔ یہ تسلیم کرنے کے لئے میں تیار نہیں ہوں"

"خدا کے لئے کپتان بیری" سلیٹر کے لہجے میں اب غصہ تھا "تم کشتی کو کیوں بھول رہے ہو؟" اگر وہ لوگ جہاز کی طرف جا رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ کشتی بھی دیکھ لیں گے"

بیری ڈونگے کو دیکھ رہا تھا اور سلیٹر بیری کے چہرے کو۔ اور یہ وہ بیری تھا جو ایک اراد کر چکا تھا اور خدا کی قسم وہ اپنا ارادہ بدلنے والا نہ تھا حالانکہ یہ نہ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اچھا یا برا' تاہم سلیٹر کو اس کے بشرے پر شک و شبہ کے آثار نظر آ گئے۔

"میں کشتی کو بھول گیا تھا" وہ بڑبڑایا۔

"اگر وہ ہماری طرف آئے تو توپ کی آواز شاید انہیں خوفزدہ کر دے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور انہوں نے حملہ کیا تو چھروں کی ایک ہی باڑ انہیں اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور کر دے گی۔ صاب! ان وحشیوں کی اور ان کی مدد کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ذخیرہ موجود ہے چنانچہ ہم ظاہر ہے کہ ان کے محتاج نہیں ہیں۔

بیری بدستور ڈونگے کی طرف دیکھ رہا تھا اور سلیٹر کی پیش بینی خود اسے بے چین کر رہی تھی۔ اسے یاد تھا کہ ایک نائب کپتان نے اس سے ایک انگریز بلاف اور اسکا وحشیوں

[illegible] کے متعلق کیا کہا تھا۔ بلاف نے سوچا تھا کہ ان جزائر کے باشندے دوست یا [illegible] دشمن ہیں اور ایک اچھے کمانڈر کی طرح اس نے حفاظتی تدبیر کی اور جزیرے اور وہاں کے متعلق تحقیق کرنے یا ان کی دوستی حاصل کرنے کی یا انہیں آزمانے کی کوشش کی۔ اور بلاف اور بیری میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ بیری اس کے برخلاف ان وحشیوں اور خود اپنی قسمت کو آزمانا چاہتا تھا۔ اور ان کے پاس حکم کا یکہ تھا وہ چھوٹی سی توپ جو [illegible] قریب قریب بیکار تھی۔ اس کے زود اثری سیدھے اور تاکے ہوئے ہدف میں تھی [illegible] اگر کشتی کے پیچھے سے آ رہا ہو تب ہی اس توپ کا ہدف بن سکتا تھا۔ اور سلیٹر نے [illegible] دیکھا کہ وہ خشکی پر توپ لگا کر وحشیوں پر چلا رہے ہیں لیکن اس کا کوئی اثر نہیں [illegible] اور مارے مایوسی اور غصے کے اس کے منہ سے گالی نکل گئی۔

بیری نے ایک دم سے گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں' سلیٹر ذرا صبر کرو' ہم فرار نہ ہوں گے۔ ہم یہیں ٹھہرتے ہیں اس نے کہا "اگر [illegible] ہمارے دوست بن گئے تو ہمیں ان سے بڑے فائدے ہوں گے اور یہ تو ہم جانتے [illegible] اس جزیرے پر پانی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارا یہ مشورہ کہ ہم یہاں سے فوراً [illegible] برا ہے۔ نہیں' حالات کے پیش نظر مناسب مشورہ ہے لیکن' اس پر عمل کرنا [illegible] ثابت ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم "سلیٹر نے دل میں کہا' یہاں سے فوراً بھاگ نکلنا [illegible] ثابت ہو سکتا ہے اور ان وحشیوں سے خود ان کی سرزمین پر ملنا خطرناک زیادہ [illegible] ثابت نہیں ہو سکتا؟ کپتان کا دماغ چل گیا ہے کہ اتنی سی بات اس کی سمجھ میں [illegible]؟"

"[illegible] سن!" بیری نے کہا "تم دیدبان کے طور پر یہیں ٹھہرو۔ اور جب انکا ڈونگا یہاں [illegible] نکل جائے" اور اس نے دوربین سے اس راس کی طرف اشارہ کیا جو کھاڑی کا [illegible] رہی تھی۔ تو ہمیں خبردار کرنے کے لئے ہوا میں فیر کر دینا۔ خیال رہے تمہیں [illegible] ہوا میں چلانی ہے باشندوں پر نہیں۔ سمجھے؟"

"[illegible] گیا صاب۔ اور اس کے بعد میں بھی نیچے آ جاؤں؟"

"[illegible] اور جلد از جلد کیونکہ اگر سلیٹر کا خیال صحیح ہوا تو پھر ہمیں ہر بندوق کی [illegible] ہو گی۔

اور بیری کے ارادے اور نظر کے سامنے سلیٹر کا غصہ جیسے بھاپ بن کر اڑ گیا۔ وہ بیری [illegible] اور اس کا حد سے زیادہ احترام کرتا تھا اور اس کی بھوری آنکھوں میں جو [illegible] تھی وہ اس کی ڈھارس بندھا رہی تھی۔

"سیلٹر!" بیری نے کہا "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ بعض اوقات خیالات اور اندا
یا تو غلط ہوتے ہیں یا پھر صحیح ہوتے ہیں تو بالکل صحیح ہوتے ہیں۔ اور یہ وہی وقت ہے
میں سمجھتا ہوں کہ میرا فیصلہ غلط نہیں ہے۔ ایک جوا ہے یہ جو میں کھیل رہا ہوں لیکن
سے نہیں کہہ سکتا کہ جیت ہوگی یا ہار البتہ بحری کی تس لگائے ہوئے ہوں۔ تو اب کی
میرے ساتھ ہو سیلٹر؟" "ہاں' تمہارے ساتھ ہوں اور اپنے غصے کی معافی چاہتا ہوں۔"
"معافی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے وہی کہا جو تمہارے دل میں تھا
میں صاف گو آدمی کو پسند کرتا ہوں۔ اور یہ تم بھی جانتے ہو۔ اچھا' آؤ' اب ... نے سا
کے پاس چلا جائے۔"
اور سیلٹر نے دیکھا کہ ڈھلان اترتے وقت کپتان لڑکھڑا رہا تھا۔

تیسرا باب

جس ساحل پر آرگو والے اترے تھے وہ چمکیلے ریت کا اور آدھے چاند کی شکل کا تنگ
... ل تھا۔ اس ساحل کے سرے پر گھاٹیوں کی عمودی دیواریں کھڑی تھیں جن پر یہاں
... کھجور اور ناریل کے پیڑ تھے۔ دونوں ڈھلان پر سے اترے تو بیری نے سیلٹر کو اپنی تجویز
... ۔ سیلٹر غور سے سنتا رہا اور اس نے سر ہلا کر بیری سے اتفاق کیا کہ بچ نکلنے کی یہی ایک
راہ ... تھی خصوصاً اس صورت میں جبکہ بیری جزیرے پر ہی وحشیوں سے ملنے کا ارادہ
... تھا۔

البتہ سیلٹر اس سے خوش نہ تھا۔ وہ یوں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اچانک اور خلاف توقع
... صورت حال سے دوچار ہو گیا تھا اسکے باوجود وہ ایک ملاح تھا اور اس نے اکثر اوقات
... کی تباہی کے متعلق سوچا تھا' اس نے کبھی سنا نہ تھا کہ کبھی کوئی تباہ شدہ یا گمشدہ جہاز
... آیا ہو اور نہ ہی یہ کہ تباہ شدہ جہاز کے بچے ہوئے عملے کو کسی بھی کمپنی کی طرف سے
... ہو اور وہ آرگو کے عملے میں ہی تھا۔ اب ڈھلان سے اترتے وقت اس نے سوچا کہ
... اپنی قسمت کہیں ضرورت سے زیادہ تو نہیں آزما ڈالی۔
... سمندری سفروں میں وہ اتنی دولت حاصل کر چکا تھا کہ اس بحری زندگی کو خیرباد کہہ کر
... میں اپنا کاروبار شروع کر سکتا تھا اور اسے اس سلسلے میں بڑی حوصلہ افزا پیش کش کی

گئی تھی۔ اس کے دوست پاؤل ریورے نے خود کہا تھا کہ وہ اسے اپنے کاروبار میں
کرلے گا اور اس کاروبار میں اسے' سلیٹر کو گھاٹا نہ ہوگا کیونکہ پاؤل کی مدد خود خدا
کررہی تھی۔ پاؤل کا ایک زبردست کارخانہ تھا جہاں وہ جہازوں میں استعمال ہونے
تانبے کی چادریں بناتا تھا چنانچہ پاؤل ریورے کی چادریں آرگو میں بھی استعمال ہوئی
بڑا زبردست کاروبار تھا اس کا' اور سلیٹر اس کا ساتھ دے کر خود اسے اور اپنے آپ
خاصا فائدہ پہنچا سکتا تھا۔

لیکن اس نے پاؤل پر بیری کو ترجیح دی اور اس کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ کیونکہ
سمندروں کا شہنشاہ تھا۔ اپنے وقت کا بہترین کپتان تھا۔ اور بیری کا ساتھ دے کر
گھاٹے میں بھی نہ رہا تھا۔ بوسٹن کا ایک بھی نائب کپتان اتنی تنخواہ نہ حاصل کررہا تھا
کے سلیٹر کو بیری دے رہا تھا۔ یہ بوڑھا اور تجربہ کار کپتان اس کی قدر کرتا تھا اور پھر
بھی کہ سلیٹر اپنی کمائی اڑا نہ رہا تھا۔ وہ شادی شدہ نہ تھا' فضول خرچ نہ تھا' بندرگا
میں اس کے باپ کا مکان اور اس کے قریب جو دوسرا مکان تھا وہ بھی اسے ورثے
تھا۔ ان دونوں مکانات کا وہ بلا شرکت غیر مالک تھا۔

اور اس وقت اسے تنہا موت کا خوف نہ تھا جو اس پر اثرانداز ہورہا تھا۔ یہ ا
چیز تھی' نئی بات تھی اور اس کا یہ نیاپن ہی اسے کمزور کررہا تھا اور اس کا زہرہ آب
تھا۔ بحر میں اور ہر اس معاملے میں جس کا تعلق اس کی تجارت سے ہو' وہ بڑے یقین
خوداعتمادی سے کام کرتا تھا لیکن وہ یقین' وہ خوداعتمادی سمندر کی لہروں اور موجوں
ہوئی تھی اور سمندر نے ہی اسے جلا بخشی تھی' اس کی پرورش کی اور اسکے' یعنی یقین
خوداعتمادی کو۔ چٹان کی طرح مضبوط کیا تھا۔ لیکن یہاں معاملہ مختلف تھا۔ وہ خشکی پر
تھا اور ایک قسم کی عجیب سی بے چینی اسے نچوڑ رہی تھی' اسے اس کی تمام تر قلعو
سے' تمام تر یقین اور خوداعتمادی اسے دفعتاً" محروم کئے دے رہی تھی۔ اس نے س
کیا بیری کی بھی ایسی ہی حالت تھی' کیا یہ عجیب سی بے چینی بیری پر بھی اثرانداز
تھی کیا بیری نے خود سلیٹر کی دلی کیفیت کا اندازہ لگالیا تھا؟ اس نے کنکھیوں سے بیر
چہرے کی طرف دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا اور پھر وہ ڈوئل بھی تو تھا عملے میں جس
کپتان بیری کے خلاف بغاوت کردینے کا مشورہ دیا تھا۔ اس رات اس کے' سلیٹر اور
میں بڑا جھگڑا ہوا تھا اور بات ختم ہوگئی تھی البتہ یہ کہ اب معلوم ہوا کہ ڈوئل کا خیا
تھا۔

اور اب کشتی انہیں نظر آرہی تھی۔ اس کا اگلا حصہ ساحل کی ریت پر تھا اور پچھلا
پانی میں جسے موجیں تھپیڑے دے رہی تھیں۔ اس کے ماتھے پر لنگر کا رسہ تھا اور خود لنگر کا
اگلا ساحل کے ریت میں نصف کے قریب دفن تھا۔ سلیٹر نے دیکھا کہ آرگو والے ساحلی
چٹانوں کے سائے میں بیٹھے تھے اور ڈوئل سب سے الگ کھڑا جزیرے کے مغربی کنارے
والی جھیل کی طرف یا اس سے پرے کہیں دیکھ رہا تھا۔

آرگو کے پورے عملے میں صرف سام باربر سولومن ڈوئل سے زیادہ جسیم تھا۔ باربر
جیسا قوی الجثہ لیکن ٹھنڈے مزاج کا آدمی سلیٹر نے کوئی اور نہ دیکھا تھا۔ ڈوئل قبول
صورت آدمی تھا۔ گہری رنگت والا اور باربر کی طرح اس کی ڈاڑھی بھی گھنی تھی۔ لیکن
جہاں لوگ باربر کو پسند کرتے تھے وہاں ڈوئل کو اس کی تندخوئی' آتش مزاجی اور اس کے
لٹھ پن کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے لیکن سلیٹر اکثر دفعہ دل ہی دل میں اس بات کا
اعتراف کرچکا تھا کہ ڈوئل جیسا تیز اور زود فہم شخص شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ وہ بے حد
...طبع تھا لیکن اپنی خاموشی میں کئی طوفان لئے ہوئے تھا۔ اور بیری' وہ کبھی کسی کی
... تعریف نہ کرتا تھا۔ اس کی خصوصیات کا معترف تھا تاہم جب بھی وہ ڈوئل کی
...بات کرتا یہ ضرور کہتا کہ ڈوئل سے اس نے اس لئے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں کہ وہ
کام کا آدمی ہے۔

"یہ بات یوں سمجھو" ایک دن بیری نے سلیٹر سے کہا تھا "کہ بحری سفر میں اور جہاز پر
ہمیں ملاحوں کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ مبلغوں اور مصلحین کی۔ ڈوئل ایک بے حس'
... اور وحشی شیطان ہے اور اسقدر خاموش کہ اکثر دفعہ اس کے بے زبان ہونے کا دھوکا
...۔ لیکن اس کے پیروں تلے سے زمین کھسکا کر جہاز کا عرشہ رکھ دو اور پھر دیکھو کہ وہ
کیا کیا گل کھلاتا ہے۔"

"لیکن وہ عجیب قسم کا۔ خبطی سا آدمی ہے' یہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں بلکہ عموماً
اس کی صورت تک سے نفرت کرتے ہیں۔ کم سے کم میں تو اس سے نفرت کرتا ہوں اور
... اپنے ساتھ جہاز پر لینے کے لئے تیار نہ ہوتا' کبھی نہ ہوتا' لیکن مجبوری تھی' کیا کرتا۔
تم تو جانتے ہو کہ مجھے سیکنڈ نائب کپتان کی سخت ضرورت تھی اور پھر یہ بات بھی تھی کہ
اس کی بڑی زبردست سفارش کی گئی تھی۔ اور عورتوں کے ساتھ؟ میرے خدا! عورتوں کا تو
وہ ...دیوتا ہے۔ ایک سے ایک اعلیٰ عورت کے ساتھ میں نے دیکھا ہے اسے اور جب
... لنگر اٹھا رہا تھا تو میں نے ہر بندرگاہ پر عورتوں کا ہجوم دیکھا ہے جو ڈوئل کو رخصت

کرنے آئی تھیں۔ ہر بندرگاہ پر' بہترین عورتیں' جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے یہ شخ
ایک عجوبہ ہے۔ اور اس کے متعلق ایک بات اور بھی کہوں کپتان؟ میں اسے اپنا دشمن
پسند نہ کروں گا۔ ہرچند کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں تاہم اس کی دوستی کو دشمنی پر تر
دوں گا۔

اور سیلٹر نے ایک بات خصوصیت سے دیکھی تھی کہ پچھلے طوفان بادوباراں کے ا
ڈوئل اور بھی زیادہ خاموش رہنے لگا تھا اور نسبتاً" زیادہ ہی روکھا اور تیکھا بن گیا تھا۔ ا
نے اپنا فرض بڑی خوبی اور بے جگری سے ادا کیا تھا اور بیری سے شکریہ اور خود سیلٹر
تعریف وصول کرلی تھی۔ طوفان میں بادبان کے نیچے کی لکڑی ٹوٹ گئی تھی' جہاز بھاگا ج
تھا' دو ملاحوں' ڈیوڈسن اور سیلاس نے اسے باندھنے کی کوشش کی۔ ڈوب گئے لیکن ڈیوڈ
ٹوٹے ٹھنٹھ سے لٹک گیا' رسہ لے کر نیچے اترا' پانی میں غائب ہوگیا اور پھر پتہ نہیں
طرح واپس عرشے پر آگیا۔ کوئی اس کی مدد کو آگے نہ آیا کیونکہ مدد کرنے والے کی مو
یقینی تھی۔ ڈوئل نے تن تنہا رسے سے بادبان کے نیچے کی لکڑی سے سکان کا رسہ با
دیا۔ اگر اس نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو سکان الگ ہو کر صاف اڑ جاتا اور بغیر سکان کے آ
چند منٹ کے لئے ہی سطح پر قائم رہ سکتا۔ جہاز کا ہوا اور موجوں کے رحم و کرم پر ہو۔
مطلب ہوتا ہے اس کا یقینی خاتمہ۔

اب جوناس ڈے نے زبان کھولی تو سیلٹر نے ڈوئل پر سے نظریں ہٹا کر اس کی طر
دیکھا۔ بیری ریشمی رومال سے اپنا چہرہ پونچھ رہا تھا۔ اس نے چہرہ پونچھ کر رومال کی طر
دیکھا تو اس پر تازہ خون کا داغ نظر آیا۔ ڈے نے کہا۔"

"خاصی گرمی ہے کپتان۔"

"ہاں' اور پھر اس چٹان کی عمودی چڑھائی اور پھر اتار' توبہ' اچھا' ساتھیو! اب ذرا
سے سنو۔ بیری نے تمام ملاحوں کو مخاطب کیا "ایک ڈونگا اس طرف آرہا ہے اور اپنے آ
کو دھوکا دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ جنگلی ڈونگا ہے اور اس پر پچاس ساٹھ مسلح و
سوار ہیں۔"

ایک دو ملاحوں نے بے چینی سے پہلو بدلا لیکن کسی نے بھی منہ سے کچھ نہ کہا۔ لا
نے خوفزدہ نظروں سے بیری کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا کر دعائیں بدبدانے لگا۔ ڈو
نے سمندری جھیل کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ اب وہ کپتان کی طرف منہ کئے ہوئے تھا
"اب تجویز یہ ہے" بیری نے ڈوئل پر سے نظریں ہٹا کر کہا۔ ہم یہاں ڈونگے کا ا

کرتے ہیں۔"

اور یہاں بیری نے خاموش ہو کر باری باری سے ہر ایک کی طرف دیکھا کہ شاید کوئی
کچھ کہے گا۔ لیکن سب خاموش رہے۔ لائٹ کی دعاؤں کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"ہم نہیں جانتے ساتھیو" بیری نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" کہ ان وحشیوں
کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ دوستانہ ہو۔ اس صورت میں وہ ہماری
بڑی مدد کرسکتے' اور خود ہم ان سے زبردست فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

بیری خاموش ہوگیا اور لائٹ کے قریب بیٹھے ہوئے پارکون نے جھنجلا کر کہا۔

"یار لائٹ! اب اپنی یہ دعائیں بند کرو۔ تم میرے کان میں دعائیں بھنبھنا رہے ہو اور
میں کپتان کی آواز سالی سن ہی نہیں سکتا۔" لائٹ کی آواز ایک دم سے ڈوب گئی۔ لیکن
پارکر نے دیکھا کہ اس کی دعائیں جاری تھیں کیونکہ اس کے ہونٹ بدستور ہل رہے تھے۔
بیری نے کہا "اس چھوٹے سے جزیرے پر بے حد مناسب پناہ گاہیں ہیں جیسا کہ تم لوگ
دیکھ سکتے ہو اور یہاں ہم کامیابی سے اپنا بچاؤ کرسکتے ہیں۔ میں نے اس سے بھی بڑے
مقامات دیکھے ہیں جہاں ملاحوں نے دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے اور کامیاب رہے ہیں۔ یہ
جگہ تو پھر بھی بہتر ہے۔ لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے' اور اس کا امکان زیادہ ہے' کہ ہمیں جنگ
نہ کرنی پڑے' اور خدا گواہ ہے کہ ہم جنگ کرنا نہیں چاہتے تاہم تیار رہنا ضروری ہے کہ یہ
احتیاط کا تقاضا ہے۔" بیری نے ایکبار پھر اپنا رومال نکالا اور ایکبار پھر وہ اپنا چہرہ پونچھ رہا تھا
کہ ڈوئل نے کہا۔

"اور کشتی کا کیا؟"

"میں اب یہی بتانے جارہا تھا! مسٹر لیکن تمہاری بے صبری نے تمہاری زبان ہلا دی"
بیری نے کہا "ہم اسے' توپ کے لئے' کنارے سے ذرا دور۔ لیکن اتنی دور بھی نہیں کہ
ہم آسانی سے اس تک نہ پہنچ سکیں۔ لنگرانداز کردیں گے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں
ہے کہ ہمیں جنگ بہرطور کرنی ہی ہے۔ اگر جنگ ہوئی بھی تو خیال رہے اس کی ابتداء
ہماری طرف سے نہیں بلکہ ان باشندوں کی طرف سے ہوگی۔ تم میں سے کسی کو بھی اس
وقت تک بندوق نہیں چلانی ہے جب تک کہ اس کا حکم نہ دیا جائے۔ لیکن جب حکم دیا
جائے تو خدا کے لئے اندھا دھند بندوقیں نہ چلانا۔ بے شک ہمارے پاس کافی گولا بارود ہے
لیکن اسے احتیاط سے اور ہوشیاری سے استعمال کرنا۔ ٹھیک سے نشانہ لینا' احتیاط سے
شست باندھنا اور دشمن کے پیٹ یا سینے پر گولی مارنا اور اس وقت تک گولی نہ چلانا جب

تک کہ تمہیں اس کا یقین نہ ہو جائے کہ تم اپنے دشمن کو مار گراؤ گے۔

لوگ ایک نظر سے بیری کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پارکون کی بوڑھی آنکھیں دھوپ کی تمازت سے تقریباً بند تھیں، مورگنی کے گول مٹول چہرے پر پسینہ تھا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔

"بیری ڈوئل کی طرف گھوم گیا۔"

"اب تو اطمینان ہوا تمہیں مسٹر؟ جاؤ۔ کشتی کا خیال تمہیں کرنا ہے۔ اسے کنارے سے ایک رسے کی دوری پر لنگرانداز کروا دینا۔ سلیٹر! گھومنے والی توپ چلانے میں استاد کون ہے۔ سام باربر؟"

"ہاں"

باربر اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس نے سر ہلایا اور مسکرایا۔ اس کی گھنی ڈاڑھی میں اس کے سفید دانت چمک گئے۔

"جو حکم صاب" وہ بولا۔

اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلیٹر نے سوچا کہ باربر مشہور بحری قزاق، ہیری مورگن سے مشابہ تھا۔ لیکن وہ باربر کو پسند کرتا تھا۔ وہ ایک عمدہ ملاح تھا، بہادر اور ٹھنڈے مزاج کا اور گھبرا جانے والوں میں سے نہ تھا۔

"لیکن یہ نہ بھولنا باربر" بیری نے کہا "تمہیں اس وقت تک فائر نہیں کرنا ہے جب تک کہ تمہیں اس کا حکم نہ ملے۔"

"نہ بھولوں گا" باربر نے ایکدم سے سنجیدہ بن کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ایلیسا، ڈوئل اور لیڈ بیٹر تم باربر کے ساتھ جاؤ گے اور اگر نوبت جنگ تک پہنچ جائے تو خیال رہے ایلیسا تمہیں اندھا دھند کچھ نہیں کرنا ہے۔ جب باربر توپ گھمائے تو تم نالی کو اسفنج کر کے فوراً سامنے سے ہٹ جاؤ گے کہ لیڈ بیٹر اس میں گولا بھر دے اور لیڈ بیٹر تم افراتفری میں نہیں بلکہ ٹھیک سے گولا اندر ڈھکیلو گے۔"

"میں اس میں گولا ٹھیک بھروں صاب؟ باربر نے پوچھا۔

"بے شک۔ کھائی تنگ ہے چنانچہ تم بڑے گولے کی بہ نسبت گراب سے زیادہ نقصان پہنچا سکو گے۔ تو اب تم لوگ جاؤ۔ وقت بہت کم ہے۔ اور ڈوئل! کشتی تیار ہو جائے تو تم فوراً یہاں واپس چلے آنا۔"

ڈوئل نے کوئی جواب نہ دیا البتہ گھوم کر کنارے کی طرف چلا۔ باربر اور ایلیسا اس

کے پیچھے چلے۔

"سلیٹر! پاویل کہاں ہے؟ بیری نے پوچھا۔"

سلیٹر کی بجائے جوناس ڈے نے جواب دیا۔

"وہاں۔ اس ٹیلے کے سائے میں کپتان۔ وہاں اتنی تمازت نہیں ہے۔ اور پھر ہم نے بادبان تان کر سائبان سا بھی بنا دیا ہے کپتان۔ میں نے سوچا کہ سالا۔"

"اور جرمی"

"وہ پاویل کے ساتھ ہے صاب۔"

"سلیٹر! ان دونوں کو یہاں لے آؤ۔ پاویل کے لئے ہم ٹیلے پر کوئی مناسب جگہ تلاش کر لیں گے کہ وہ ہم سے الگ نہ رہے۔"

آرگو کے تمام ملاحوں میں سلیٹر بیری کے بعد سب سے زیادہ پاویل سے واقف تھا۔ پاویل ایک چھوٹے سے خوبصورت جہاز کے صدر ملاح کا نائب تھا۔ یہ جہاز چین کے سمندر میں طوفان میں پھنس کر تباہ ہو گیا۔ طوفان بادوباراں اسکی بچاؤ کشتیاں بہا لے گیا اور اس کے عرشے کے تختے نہ صرف اکھاڑ دیئے بلکہ پیندے کے جوڑ بھی اس طوفان نے کھول دیئے اس وقت ایک دوسرے جہاز نے جسکا نام شانت کلیر تھا اور جو بوسٹن سے چلا تھا، اس مرتے ہوئے جہاز کو دیکھا۔ اس دوسرے جہاز پر سلیٹر نائب کپتان دوم کی خدمات انجام دے رہا تھا۔ وہ جہاز سینہ سمندر پر بے حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس وقت ہوا بند تھی چنانچہ شانت کلیر دن بھر گویا رینگتا رہا۔ آخر کار، سہ پہر کے وقت اس کے کپتان نے حکم دیا کہ دو بچاؤ کشتیاں اتاری جائیں اور مرتے ہوئے جہاز کی طرف روانہ ہوں کیونکہ کپتان کو خوف تھا کہ اگر دن ڈھل گیا اور ان کا جہاز مرتے ہوئے جہاز تک نہ پہنچ سکا تو دوسرے دن صبح تک وہ تہہ آب ہو گا۔ چنانچہ دو کشتیاں روانہ ہوئیں ان میں سے ایک کی کمان سلیٹر کر رہا تھا۔

سلیٹر مرتے ہوئے جہاز پر پہنچا تو اسنے دیکھا کہ عرشے پر جہاز کے ملاح نڈھال پڑے تھے اور پانی پر تیرنے کے قابل نہ رہے تھے اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے جو انکے جہاز پر چڑھ آئے تھے بلکہ انہیں بچانے کے لئے جیسے سمندر میں سے نکل آئے تھے۔

..

کپتان سلیٹر کی کشتی میں سوار ہوا۔ جب کشتی دور نکل آئی تو کپتان نے آخری بار اپنے ڈوبتے ہوئے جہاز کی طرف دیکھا۔ پورے ایک منٹ تک وہ اس کی طرف دیکھتا رہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر پھوٹ پڑا اس کے قریب ہی اس کا ایک ساتھی بیٹھا ہوا

تھا۔ دبلا پتلا' پچکے ہوئے گالوں والا اور وحشت زدہ۔ اور اس جہاز کے سارے ہی ملاح وحشت زدہ تھے۔ یہ شخص بہت دیر تک چھوڑے ہوئے جہاز کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے اپنے کپتان سے کہا۔

"کپتان! ہم میں سے کوئی بھی اپنا جہاز چھوڑنا نہ چاہتا تھا لیکن خدا کی مرضی یہی تھی اور مجبوری بھی۔ لیکن ایک بات کا تمہیں یقین دلاتا ہوں کپتان کہ ہم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو تمہیں ناپسند کرتا ہو یا تمہاری جگہ کسی دوسرے کپتان کو اپنا صاحب بنانا چاہے۔"

کپتان نے اب اپنا سر اٹھایا اور اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا۔

"یہ تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"اگر یہ سچ ہے تو پھر۔ میرا غم قدرے کم ہوگیا ہے۔"

اور یہ شخص' جس نے کپتان کو یہ تسلی دی تھی' پاویل تھا۔ اس کے چار سال بعد کانٹون کے گودام میں سلیٹر کی ملاقات ایک بار پھر پاویل سے ہوئی۔ اس وقت وہ بیکار تھا چنانچہ سلیٹر اسے اپنے جہاز پر لے لیا۔

پاویل نے سلیٹر کو آتے نہ دیکھا۔ وہ بادبان کے سائے میں آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔ جرمی اس کے سرہانے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ پاویل نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"آ۔ مسٹر سلیٹر!" اس نے نقاہت سے کہا اور ایک کہنی کے سہارے اپنے آپ کو ذرا اوپر اٹھایا۔

"طبیعت کیسی ہے پاویل؟"

"ٹھیک نہیں ہے لیکن میں اب بھی اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہوسکتا ہوں اور یہ بڑی بات ہے۔"

"تم بندوق چلاسکتے ہو؟"

"میں ہاں تو نہیں کہہ سکتا' وہ مسکرایا" جب میں لڑکا تھا اور اپنے باپ کے ساتھ غیر قانونی شکار کیا کرتا تھا اپنے وطن میں۔ تب بندوق چلاتا تھا قیامت کی۔ اب نہ وہ عمر ہے اور نہ ایسی پھرتی"

آرگو کے عملے میں پاویل تنہا انگریز تھا۔ ڈیوک کی ریاست میں اسکا باپ' خرگوشوں کا غیر قانونی شکار کرتے پکڑا گیا تھا اور اس جرم میں اسے جلاوطن کرکے نیو ساؤتھ ویلز بھیج دیا گیا تھا۔ آرگو جب پہلی دفعہ پورٹ جیکسن پہنچا اور وہاں پاویل کو یہ خبر ملی کہ بحری سفر میں

اس کے باپ پر سخت مظالم ڈھائے گئے اور وہ جاں بر نہ ہوسکا۔ یہ خبر سن کر پاویل لڑکھڑا گیا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا اور سخت ترین صدمہ تھا۔ یہ پہلی اور شدید ترین ضرب تھی جس نے پاویل کے وجود کی بنیادیں ہلادی تھیں۔

"تو یہاں جنگ کی نوبت آئے گی مسٹر سلیٹر؟ انڈین نظر آئے ہیں کیا؟"

ایک جنگلی ڈونگا نظر آرہا ہے۔

"خدا ہماری حفاظت کرے۔"

"مجھے خوف ہے پاویل کہ خود ہمیں اپنی حفاظت کرنی ہوگی۔ اچھا تو اب اٹھو کیونکہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

اور یہ کہہ کر سلیٹر جانے کے لئے پلٹا لیکن بیمار پاویل کے اطوار میں کوئی خاص بات تھی جس کی وجہ سے وہ ایکبار پھر اس کی طرف گھوم گیا۔

"کیا بات ہے پاویل؟" وہ بولا "تم نے میری بات سنی نہیں یا اسقدر کمزور ہورہے ہو کہ چل نہیں سکتے؟"

"چل سکتا ہوں"

"تو پھر کھڑے ہو جاؤ یار۔"

لیکن پاویل کی حلقوں میں دھنسی ہوئی آنکھیں جرمی کی طرف گھوم گئیں۔ "بات یہ ہے مسٹر سلیٹر" پاویل نے بدستور جرمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مناسب ہوگا کہ تم جرمی سے کہو کہ جاکر دو چار آدمی لے آئے کہ وہ یہ بادبان لپیٹ کرلے جائیں تب تک ہم ذرا گپ لڑالیں گے۔"

اور تب پاویل نے سلیٹر کی طرف دیکھا۔ اس کی استخوانی کھوپڑی میں دھنسی ہوئی آنکھوں میں کوئی خاص بات تھی جس نے سلیٹر کو مجبور کردیا۔

"اچھی بات ہے" سلیٹر نے کہا "جرمی! دوڑ کر جاؤ۔ میں پاویل کو لا رہا ہوں۔ تم کپتان سے کہنا کہ وہ بادبان لانے کے لئے دو تین آدمی یہاں بھیج دے اور جرمی ساحل کے ریت پر بھاگ پڑا تو سلیٹر پاویل کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا۔

"اچھا پاویل۔ اب کہو کیا بات ہے۔ لیکن ذرا جلدی کیونکہ وقت بہت کم ہے۔

"جلدی ہی کہہ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات میں تم سے کیوں کہہ رہا ہوں کیونکہ تم کہو گے کہ اس سے میرا کیا واسطہ۔ لیکن میں' جلد ہی' اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا۔ اور چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے تمہیں خبردار کردوں۔ مسٹر سلیٹر۔ ایک' دشمن

ہے تمہارا۔"

"ڈوئل؟"

"ہاں۔ ڈوئل" پاوئل کی نگاہیں سلیٹر پر جم گئیں اور نظریں نیزے کی طرح اس کے سینے میں اترنے لگیں۔ پاوئل کی آنکھوں کے نیچے حلقوں میں پسینہ آگیا تھا۔

"اور جب ہم ٹیلے پر تھے تو ڈوئل کچھ کہہ رہا تھا؟"

پاوئل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آج صبح جہاز چھوڑنے سے پہلے اس نے تم سے کچھ کہا تھا وہ تو تمہیں یاد ہی ہوگا مسٹر سلیٹر۔ تو اب وہ پھر وہی راگ الاپنے لگا ہے۔ یعنی یہ کہ کشتی میں کسی طرح زیادہ سامان بھر آگیا ہے اور یہ کہ معاف کرنا مسٹر سلیٹر یہ میں ڈوئل کے الفاظ دہرا رہا ہوں اور وہ بھی دل پر جبر کرکے۔ وہ سور کپتان اور اس کا جی حضوری گدھا نائب ہمیں جبراً اس جزیرے پر اتار لائے ہیں کہ یہاں کے باشندے ہمیں پکا کر کھا جائیں۔"

"اسے یہ کہتے کس کس نے سنا؟"

"لڑکے جرمی نے اور سام باربر نے اور ایلیسا نے اور مورگنی نے، جیب پائن بھی وہیں تھا۔ لیکن یہ میں نہیں جانتا کہ اس نے ڈوئل کو سنایا نہیں۔"

"بس یہ بات کہی تھی؟"

"ہاں۔ ڈوئل کے چلے جانے کے بعد سام باربر نے کہا۔ ایسی باغیانہ باتیں کہنا ایک ملاح کو زیب نہیں دیتیں۔ میرے خیال میں باربر ڈوئل کو پسند نہیں کرتا اور اس میں وہ اکیلا نہیں ہے۔ جیب پائن کی ذرا دوستی ہے ڈوئل کے ساتھ لیکن مورگنی اور پارکون اس کے خلاف ہیں۔ بوڑھا سہی۔ خدا اس کی غرقاب روح پر رحم کرے۔ کہا کرتا تھا کہ یہ سالا معجزہ ہے کہ ڈوئل اندھیری طوفانی رات میں سمندر میں نہ جا پڑا لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ حرام زادے کی رسی دراز ہوتی ہے۔ اور مسٹر سلیٹر! یہ ڈوئل بے حد سخت اور ظالم آدمی ہے۔"

اتنا بولنے سے پاوئل تھک گیا اور کہنی کے سہارے لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

سلیٹر چند ثانیوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ پاوئل، بہتر ہوگا کہ یہ بات تم اپنے تک ہی رکھو، میں چاہتا ہوں کہ ہمارے آدمیوں کو پتہ نہ چلے کہ یہ باتیں تم نے مجھے بتادی ہیں۔"

"میں قبر کی طرح خاموش رہوں گا مسٹر سلیٹر" پاوئل نے کہا "یہ راز اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا۔"

"مرنے اور قبر میں جانے کی بات مت کرو پاوئل" سلیٹر نے قدرے ترشی سے کہا" اب ہم پورٹ جیکسن پہنچیں گے تو تم ہمارے ساتھ ہوگے۔"

"شکریہ مسٹر سلیٹر، بڑی تسلی بخش زبان ہے تمہاری۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ میں نہ تو پورٹ جیکسن جاسکوں گا اور نہ ہی کہیں اور۔ سیلاس اور ٹام ڈیوڈسن کی طرح میرا بھی وقت آگیا ہے چنانچہ اپنے آپ کو دھوکا دینا حماقت ہے۔ ہاں، میں جانتا ہوں کہ میرا وقت آگیا ہے۔"

لعنت ہو اس سور ڈوئل پر۔ جہاز پر اس دن صبح ڈوئل نے جو کہا تھا اسے یاد کرکے سلیٹر نے سوچا۔ ڈوئل کی حماقت تھی وہ، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغاوت تھی اس کا یوں کہنا۔ باغیانہ بات، لیکن خود اس نے کیا کیا ڈوئل کے ساتھ؟ اس کی ان باغیانہ باتوں کی وجہ سے اس نے ڈوئل کے خلاف کیا قدم اٹھایا؟ کوئی نہیں۔ بلکہ بہرا بنا رہا، اور یہ اس کی کمزوری تھی کیا؟ اس کی جگہ اگر بیری ہوتا تو کیا کرتا؟ کیا وہ اپنے کپتان کو بتا دیتا سب کچھ یا خاموش رہتا؟ کیا وہ اب بیری کو بتادے کہ ڈوئل نے کیا کہا ہے؟ کیسے باغیانہ خیالات ہیں اس کے؟ کیا پتہ یہ ڈوئل کپتان بیری اور اس کے نائب کمانڈر کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کررہا ہو۔ اور بیری کا نائب تو خود وہی۔ سلیٹر ہی ہے۔ تو کیا ڈوئل ان دونوں کو، اسے اور بیری کو ختم کردینا یا پھر ان کے عہدے غصب کرنا چاہتا ہے؟ آخر اس کا ارادہ کیا ہے؟ تو کیا کرے وہ؟ بے شک خود اس نے ڈوئل کی یہ باغیانہ باتیں سنی تھیں جہاز پر۔ اسے چاہئے تھا کہ ڈوئل سے اسی وقت نپٹ لیتا۔ اسے ایک نہ بھولنے والا سبق دے دیتا۔ کمبخت ملاحوں کو اکسا رہا ہے۔ خیر اب کچھ نہیں بگڑا ہے۔ ڈوئل سے وہ سمجھ لے گا۔ ڈوئل نے بلند آواز میں، پورے عملے کو سنا کر وہ باغیانہ باتیں کہی تھیں۔

اس وقت بیری اپنے کیبن میں تھا اور ضروری نقشے اور اوزار نکال رہا تھا سلیٹر عرشے کے جنگلے سے لگا جہاز کے شکستہ پہلو کی طرف دیکھ رہا تھا جو اسے اس کا یقین دلا رہے تھے کہ اب اس جہاز کی مرمت نہ ہو سکتی تھی اور یہ کہ مونگے کی چٹانوں نے اسے توڑ پھوڑ کر بیکار کردیا تھا۔ جب وہ واپس عرشے پر آیا تو کمر کمر تک بھیگا ہوا تھا۔

عرشے پر اور کشتی کے اڑانوں کے قریب وہ سامان رکھا ہوا تھا جسے وہ لوگ اپنے ساتھ جزیرے پر لے جانے والے تھے۔ تختے، بادبان، رسے، رنگ کے ڈبے، بارود، گولیاں، کام نہ دینے والی توپ میں بھرے جانے والے چھروں کے ڈبے، بندوقیں، آنکڑے، بڑھئی کے اوزار وغیرہ۔ آرگو کے ملاح یہ سامان الگ کرکے ڈوئل کی نگرانی میں کشتی میں لاد

رہے تھے۔ جرمی دواؤں کا صندوق اٹھائے وہاں آیا۔

"مسٹر ڈوئل! کپتان بیری صاب نے کہا ہے کہ یہ صندوق کشتی میں حفاظت سے ایسی جگہ رکھا جائے کہ پانی اسے چھونے بھی نہ پائے' وہ بولا۔

ڈوئل نے گھوم کر جرمی کی طرف دیکھا۔ سلیٹر' جو بیری کو جہاز کی مایوس کن حالت سے خبردار کرنے جارہا تھا' ٹھہر گیا صندوق کی طرف دیکھا۔ یہ چھوٹا سا صندوق تھا جو تھوڑی سی جگہ میں سما سکتا تھا۔ لیکن ڈوئل کے لئے یہ گویا آخری تنکا تھا۔ صندوق کے چھوٹے پن نے بھی اس کے لئے تازیانے کا کام کیا۔

"سامان ویسے ہی زیادہ ہے چنانچہ وہ کناروں تک تو پانی میں بیٹھ جائے گی' ڈوئل نے کہا اس کی مراد کشتی سے تھی جسے پانی میں اتارا جانے والا تھا۔ ڈوئل نے کسی کو خصوصیت سے مخاطب کرکے یہ بات نہ کہی تھی چنانچہ سلیٹر نے اس عام انداز تخاطب سے مجبور ہو کر کہا۔

"ہاں' کشتی ڈوب جائے گی۔"

ڈوئل نے جو عام بات کہی تھی اس کا یہ ایک عام سا جواب تھا۔ چنانچہ قصہ یہاں ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن خوف نے' اس خوف نے جس نے ڈوئل سے یہ الفاظ کہلوائے تھے۔ اسے خاموش نہ رہنے دیا' چنانچہ اس نے صندوق پر نظریں گاڑ کر اور بلند غصیلی آواز میں کہا۔"

"بھلا ہو ہمارے ظالم کپتان کے خونی رجحان کا۔"

اس کے یہ الفاظ سب نے سنے لمحے بھر کے لئے سلیٹر سناٹے میں آگیا۔ پھر وہ آگے بڑھا' اور سامان کے انبار کے اس طرف اور ڈوئل کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو گیا۔

اور پھر اس نے جہاں تک ممکن تھا ٹھہری ہوئی پرسکون آواز میں کہا۔

"مسٹر ڈوئل! جہاز کے عقبی حصے کی طرف جاؤ۔"

حکم عدولی کرنے کا ڈوئل کا کوئی ارادہ نہ تھا کیونکہ یہ حکم تھا اور اسے ماننا اس شخص کے فطری عمل تھا جس کی عمر حکم مانتے ہی گزری ہو۔ لیکن اس کی خود پسندی اور اپنی زبردست جسمانی قوت کے احساس نے اس کے قدم پکڑ لئے اور وہ گھڑی بھر کے لئے رک گیا۔ بے حد نازک لمحہ تھا یہ۔ سلیٹر کو احساس تھا کہ اب کچھ بھی ہوجائے اسے بالادست رہنا تھا۔ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے اور ان کے اردگرد کام کرتے ہوئے لوگوں نے کام روک دیا تھا۔ آخرکار ڈوئل سامان کے انبار کا چکر کاٹ کر

جہاز کے عقبی حصے کی طرف چلا۔ سلیٹر اس کے پیچھے چلا اور اسے بلند عرشے کے زینے کے قریب جالیا۔

"میرے کیبن میں چلو مسٹر" سلیٹر نے کہا "ہم یہاں گفتگو نہیں کرسکتے۔" کیبن میں پہنچ کر سلیٹر نے دروازہ بند کیا ہی تھا کہ ڈوئل نے کہا۔

"میرے خیال میں تم مجھے یہاں یہ کہنے کے لئے لائے ہو کہ کپتان کو جہاز یہاں نہ روکا جانا چاہئے تھا بلکہ اسے جہاز کو برابر چلاتے رہنا چاہئے تھا حالانکہ رات اور سمندر طوفانی تھے۔"

"میں تمہیں یہاں یہ بتانے لایا ہوں کہ تم اول درجہ کے احمق ہو کہ تم نے عملے کے سامنے وہ الفاظ کہے جو تمہیں نہ کہنے چاہئے۔ ڈویل! تم ایک افسر ہو اور ہر افسر کی طرح اپنے فرض سے بخوبی واقف ہو۔"

"خودکشی۔ سراسر خودکشی' کپتان ہم سب کو خودکشی کروا رہا ہے' مروا رہا ہے ہمیں۔"

"یہ تم کہتے ہو' یہی تم نے عملے کے سامنے کہا لیکن یہ تمہاری رائے ہے۔ تاہم میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اپنی اس رائے کا اظہار کرتے رہے' اگر تم نے یہ وبا عملے میں پھیلائی تو میں تمہیں پھانسی کے تختے پر لٹکوا دوں گا۔"

"تو تم یہی سمجھتے ہو کہ کپتان نے جو کچھ کیا ہے مناسب ہی کیا ہے۔ ڈوئل نے کہا اور ایک قدم سے سلیٹر کی طرف جھک گیا اور اس کے قدوقامت نے سلیٹر کو جیسے ڈھک لیا۔

"میرے خدا! پورا دیو ہے یہ تو" سلیٹر دل میں بولا۔

"ڈویل! میں کیا سمجھتا ہوں اور کیا نہیں سمجھتا اس مسئلے پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اور نہ ہی اس بات کو برداشت کرسکتا ہوں کہ کوئی مجھے ورغلائے یا دھمکائے۔"

لیکن سلیٹر کو احساس تھا کہ ڈوئل اسے نہ صرف دھمکا رہا تھا بلکہ بالادست بنتا جارہا تھا اور ڈوئل نے کپتان کو جو جہاز کو روک دینے کا الزام دیا تھا وہ سلیٹر کو توڑنے کے لئے دیا تھا اور دنیا کا ہر سلیٹر ایسے ہی صحیح الزام سے ٹوٹ سکتا تھا۔

"اور سیلاس" ڈوئل نے یوں کہا جیسے سلیٹر اب تک خاموش رہا ہو اور ڈیوڈسن؟

"ان دونوں کی جان تم نے اور کپتان نے لی ہے"

"خدا کی قسم ڈوئل۔ تم اپنے ہوش میں ہو یا نہیں؟ تم جانتے بھی ہو کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہم اس سمندر میں پھنس گئے تھے جو دنیا کے تمام سمندروں سے بڑا ہے اور اس طوفان سے دوچار تھے جو سارے طوفانوں سے زبردست تھا۔ چنانچہ یہ بات معجزے سے کم

نہیں کہ ہم سب زندہ ہیں۔"

عین اسی وقت جہاز بری طرح سے کانپ گیا جیسے مونگے کی اس چٹان کا، جس پر وہ ٹ
گیا تھا، ایک حصہ ٹوٹ گیا ہو۔ ایک زبردست تڑاخا سنائی دیا۔ جہاز اور بھی نیچے بیٹھ
سلیٹر اور ڈوئل گرتے گرتے بچے، اور ڈوئل نے کیبن کی دیوار میں لگا ہوا حلقہ پکڑلیا۔ ج
ایکبار پھر ساکت ہوگیا لیکن سلیٹر نے ڈوئل کی آنکھوں میں خوف دیکھ لیا چنانچہ اسکی قو
اور خود اعتمادی عود کر آئی۔ اس نے ایک طرح کا تکبر محسوس کیا اور اس کا غصہ غائ
ہوگیا۔

"ڈوئل! بہتر ہوگا کہ اب تم واپس جاؤ عرشے پر" سلیٹر نے کہا اور پھر اس نے نر
سے کہا "اور دیکھو کوئی حماقت نہ کرنا۔ بے شک ہمارا جہاز تباہ ہوگیا۔ کیوں اور کیسے؟ ا
میں قصور کس کا ہے؟ یہ سب سوال محض بیکار ہیں۔ کپتان کی برائی کرنے اور انہیں گالیا
دینے کا یہ وقت نہیں ہے۔ تم نے جو باتیں کی ہیں، ایسی باتیں جہاز پر بغاوت کروا د
ہیں۔"

اور سلیٹر دروازے کی طرف بڑھا لیکن ڈوئل نے ایکدم سے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس
شانہ پکڑا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اسے اپنی طرف گھمادیا۔ ڈوئل کی اس حرکت نے سلی
کو گڑ بڑا دیا۔

"تم مجھے جہاز پر فساد کروانے کا الزام دے رہے ہو؟ ڈوئل نے خشمناکی سے پوچھا
اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا" اگر ایسا ہی ہے تو مسٹر۔"

سلیٹر نے بڑی پھرتی اور قوت سے اپنے آپ کو ڈوئل کی گرفت سے چھڑالیا۔

"میں تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہا سوائے اس کے تمہاری زبان لمبی ہے۔"

"بغاوت وغیرہ کی بات میں برداشت نہیں کرسکتا۔ سنا تم نے؟ ڈوئل نے دانت پیس
اور سر ہلا کر کہا۔"

"برداشت کرنے کی ضرورت بھی نہیں" سلیٹر نے کہا۔"

اور ایک بار پھر وہ دروازے کی طرف گھوم گیا۔ اسے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا تھا او
اب وہ اس معاملے سے تھک گیا تھا وہ ہر معاملے سے تھک گیا تھا۔ جہاز کی تباہی سے
ڈوئل سے اور جہاں تک جہاز کو نہ روکنے کا سوال تھا تو ڈوئل نے غلط نہ کہا تھا لیکن ا
اس سے بھی اکتا چکا تھا۔ اور اب جو کچھ ہوگا یا ہونے والا تھا اس کے تصور کرنے سے بھ
اکتا گیا تھا۔ کشتی، سفر کی تیاری، اس کشتی میں طویل سفر، غرض وہ کچھ بھی سوچنا نہ چاہتا تھا

نے دروازہ کھولا اور پٹ پکڑ کر منتظر کھڑا رہا کہ ڈوئل کیبن سے باہر نکل جائے اور اس
…۔ جب وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے تو سلیٹر نے اپنے اور ڈوئل کے
…ن ایک ایسا رابطہ محسوس کیا جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا۔ ایک قسم کا جذبہ۔
…ی کے جذبہ، خود اس کے لئے یہ حیرت انگیز انکشاف تھا کیونکہ وہ اب تک یہ سمجھے
… تھا کہ ان دونوں کا جہاز اور کام کے علاوہ آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو یوں …
… نے آج پہلی دفعہ ڈوئل میں انسانیت دیکھی تھی۔ یا پھر یہ خود اسی کا خوف تھا۔ یا
…س کو دوست بنانے کی آواز تھی جو ایک دفعہ دشمن بن جائے تو اس وقت تک لڑتا
… جب تک کہ فتح حاصل نہیں کرلیتا؟۔ اور تب ڈوئل آگے بڑھا اور سلیٹر کے جسم کو
…م سے رگڑتا ہوا کیبن سے باہر چلا گیا۔

اور اب، جبکہ جرمی، پائن اور ڈے کو بلا کر بھاگتا ہوا واپس آرہا تھا، سلیٹر کو احساس ہوا
… رہا تھا۔ ڈوئل کی زبردست جسمانی قوت کے سامنے بودا بلکہ بونا بن گیا تھا۔

…لے کی چوٹی پر سے جب ولکن سن کی بندوق کا دھماکا سنائی دیا تو آرگو والے تیار ہو
… سورج آگ برسا رہا تھا اور آرگو والے، جو چٹان کی آڑ میں دبکے ہوئے تھے، پسینے
… ہو رہے تھے۔ خشک گھاس میں ٹڈے اور دوسرے کیڑے پھدک اور سرسرا رہے تھے۔
… آرگو والوں کی اس صف کے … میان تھے جو ٹیلے کی ڈھلان پر کھڑی تھی۔
… پادری اور جرمی تھے۔ دونوں کے پاس پستول تھے۔ صف کے ایک سرے پر
…تھا اور دوسرے پر پایر کون۔

"… گولی چلانے کا وقت آ ہی جائے" سلیٹر نے گردن گھما کر جرمی سے کہا۔ تو میری
… کرنا پستول کی نالی ذرا جھکا کر فائر کرنا کیونکہ پستول دھکا اوپر کی طرف لگاتی ہے
… گولیاں نہ چلانا۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح تم اپنے ہی آدمیوں کو زخمی
…"

"… اچھا۔ صاب"

"… ذرا قریب ہی رہنا جرمی۔ الا یہ کہ میں تمہیں اپنے قریب سے ہٹ جانے کو
…"

"… اچھا۔ صاب؟"

"… ہے؟"

"… نہیں ہوں۔ ذرا بھی نہیں ہوں۔"

"بے شک نہیں ہو۔ اور کیوں ہونے لگے؟ کبھی بھی خوف نہ کرنا۔ وحشیوں کے
بھی ڈونگے کا ہم صفایا کردیں گے۔"

اور جب سلیٹر گھوما تو بیری نے کہا۔

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو مسٹر۔"

اور سلیٹر کا جی چاہا کہہ وہ کہ دے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر آرگو والے بیری کا شکر
کریں گے کہ اس نے سلیٹر کو جھوٹا ثابت کردیا۔ یہ الفاظ اس کی زبان پر آہی گئے تھے
جب اس نے بیری کے کھینچے ہوئے اور امید و بیم سے چہرے کی طرف دیکھا تو اپنے
نکل گیا اور بولا۔

"تمہارے سر کا زخم کیسا ہے؟ یہ زخم اس وقت آیا تھا جب جہاز مونگے کی چٹان
ٹکرایا تھا؟"

"اس چوٹ سے کھوپڑی اب تک بھنائی ہوئی ہے۔ قیامت کی چوٹ تھی۔
قسمت ہو مسٹر۔ اگر کسی اور کے سر پر چوٹ آئی ہوتی تو وہ زندہ نہ رہتا اور ہمارے
سے ایک آدمی کم ہوجاتا" بیری نیچے کشتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وحشیوں کو دیکھتے ہی
گولی تو نہیں چلادے گا نا؟ میرا مطلب ہے ہمارا حکم ملنے سے پہلے؟"

باربر کی طرف سے بے فکر رہو وہ بے حد ٹھنڈے پتے کا آدمی ہے۔ لیڈ بیٹرا
ساتھ ہے اور وہ بھی ٹھنڈے مزاج کا ہے۔"

"ہمارے بہترین نشانے بازوں کو تم نے زائد بندوقیں دی ہیں؟"

"ہاں"

"اور بقیہ بارود اور گولیاں ڈوئل کے پاس ہیں؟"

"ہاں"

"ہم۔ م۔ م۔ تو پھر اگر کوئی حادثہ ہوگیا تو ہم گولا بارود کے بغیر نہ رہ جائیں
کیوں؟"

سلیٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ بیری نے جیب سے رومال نکال کر چہرہ پونچھا۔ سا
کشتی کی طرف دیکھا۔ کشتی کا رخ اب بدل گیا تھا چنانچہ اب اس کا پہلو کنارے کی
تھا اور اس پر رکھی ہوئی گھومنے والی توپ کی نالی کھڑکی میں سے نکلی ہوئی تھی۔ تو
پیچھے دیوہیکل باربر مجسمے کی طرح بے حرکت بیٹھا ساحل کی اس نوک کی طرف دیکھ
جس کے پیچھے سے وحشیوں کا ڈونگا نمودار ہونے والا تھا۔

سلیٹر نے جرمی کو پاویل سے سرگوشی کرتے سنا۔ وہ بے توجہ سے سنتا رہا۔ یکایک اسے
خیال ہوا کہ اگر وہ لوگ پکڑے گئے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو وہ اپنے ہاتھوں سے اس
معصوم لڑکے کو گولی مار دے گا کہ وہ اس عذاب سے بچ جائے جو جزیرے کے وحشی ان پر
نازل کریں گے۔ اس نے سر گھما کر جرمی کی طرف دیکھا موخرالذکر سلیٹر کی طرف دیکھ کر
مسکرایا۔

"مسٹر سلیٹر! وہ بولا" جب ہم واپس بوسٹن پہنچیں گے تو کوئی کہہ نہیں سکے گا کہ میں
ملاح نہیں ہوں' ہے نا؟"

"ہاں بیٹے۔ اب بھی کوئی کہہ نہیں سکتا۔ تم پکے ملاح ہو جرمی۔"

"آپ مذاق تو نہیں کر رہے مسٹر سلیٹر۔"

"نہیں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔"

لڑکے نے پاویل کی طرف دیکھا کہ اس نے بھی یہ بات سنی یا نہیں۔ کیونکہ اس سے
پہلے تک جو اور جتنی بھی باتیں کی گئی تھیں ان سب میں یہ بات بڑی خوشگوار اور قابل فخر
تھی۔ وہ ٹیلے کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اور چیخ چیخ کر اس کا اعلان کرنا چاہتا تھا کہ وہ پکا ملاح
ہے۔ وہ کشتی میں بیٹھے ہوئے باربر اور بوسٹن اور سالیم اور بیورلی اور نیو بیڈ فورڈ کے
لڑکوں سے کہنا چاہتا تھا کہ اب وہ پکا ملاح ہے کیونکہ مسٹر اولیور سلیٹر نے ایسا کہا

ایک مہینے پہلے' جرمی کی چودھویں سالگرہ پر سلیٹر نے اسے تحفے میں ایک چاقو دیا تھا
جس کے دستے پر اژدھا بنا ہوا تھا۔ سلیٹر نے یہ چاقو کانٹون کی بندرگاہ پر سے خاص جرمی کے
لئے خریدا تھا باربر نے مگرمچھ کی غیر صاف شدہ کھال سے اس چاقو کا خول بنایا تھا جس کے
ساتھ چربی کا ٹکڑا اب بھی لٹک رہا تھا اور اس نے جرمی سے کہا تھا کہ اس خول میں
چاقو رہے گا تو اسے کبھی زنگ نہ لگے گا۔

اس وجہ سے جرمی جہاز اور بحری سفر کے لئے ناموزوں تھا۔ وہ قوی ہیکل نہ تھا جیسا کہ
اسے ہونا چاہئے اور نہ ہی مضبوط تھا۔ اور اگر وہ بیری کا دور کا رشتہ دار نہ ہوتا اور اگر
اس کا باپ تاجروں کی فرم میں شریک نہ ہوتا تو جرمی کبھی ... کسی بھی جہاز پر قدم
نہ رکھتا۔ جرمی کا یہ تیسرا سفر تھا۔ سلیٹر نے دیکھا تھا کہ اس لڑکے کو سمندر سے پیار تھا
اور اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ دبلا پتلا اور کمزور ہونے کے باوجود وہ مستقبل میں جہاز کا
کپتان بننے کا ارادہ کرچکا تھا اور وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوسکتا تھا۔ چنانچہ سلیٹر کو

اس لڑکے سے دلچسپی اور انسیت پیدا ہو گئی۔ سلیٹر کی اس دلچسپی اور انسیت نے آ
ملاحوں کو بھی جرمی کی طرف متوجہ کردیا۔ وہ سب اس کا خیال کرنے لگے۔ سب ا
دلچسپی لینے لگے اور جرمی نے اسے نیک شگون سمجھا اور وہ خود بھی ملاحوں کے لئے
آور" یعنی خوش بختی لانے والا شگون بن گیا۔ اکثر دفعہ وہ باربر کے ساتھ مستول پر
اور پھر بادبان کی بلی پر اس طرح کھڑا رہتا کہ اس کے پتلے پتلے پنجے بادبان کی بلی کو تھ
رہتے۔

جرمی کا بہترین وقت وہ ہوتا جب بادبان لپیٹ دیا جاتا اور وہ سلیٹر کے ساتھ
مستول کی بلندی پر سے سمندر کی ان امواج وسعتوں کی طرف دیکھتا جو چاروں ط
سے خالی تھیں اور جن وسعتوں میں آرگو اپنا راستہ کاٹ رہا ہوتا اور تب سلیٹر ا
کے بتا دیتا۔

ایک ایسی ہی سہ پہر کو وہ دونوں مستول پر سے اترے تو بیری نے سلیٹر سے کہا۔
"ایک بات کہتا ہوں تم سے سلیٹر۔ ایک ایسی بات جو خود میرے لئے آج
ناقابل یقین تھی اگر اب بھی کوئی اور کہتا تو میں اس پر یقین نہ کرتا۔ لیکن اب
کہہ رہا ہوں کہ تم اس لڑکے کو ملاح بنا دو گے اس کا دبلاپن بھی دور ہو رہا ہے۔
ہڈیوں پر گوشت چڑھ رہا ہے بلکہ اس کی ہڈیاں بھی مضبوط ہو رہی ہیں۔ جب ہم
جہاز پر لیا تھا تو میں نے دل میں کہا تھا کہ صرف ایک سفر کے بعد ہم اسے خشکی پر
گے اس طرح لڑکے کا شوق پورا ہو جائے گا۔ لیکن میرا وہ خیال غلط تھا۔ میں دیکھ
کہ لڑکا خاص ترقی کر رہا ہے اور یہ تمہاری لگن اور محنت کی وجہ سے ہے جس
میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کپتان بیری۔ دراصل خود مجھے
ایسی انسیت ہو گئی ہے کہ میں اسے اپنا بیٹا سمجھنے لگا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ میں نے بھی دیکھا ہے" بیری نے مسکرا کر کہا۔ تم غیر شادی شدہ ہو
شادی شدہ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جہاں کوئی قبول صورت اور تیز لڑکا دیکھا دل
آرزو نے سر اٹھایا کہ کاش میرا بھی ایسا ہی ایک بیٹا ہو۔ خیر۔ ایک دن تم بھی ش
گے اور تمہاری بھی اولاد ہوگی اور شاید لڑکے ہی ہوں۔ میرے تین لڑکے ہیں۔ ت
جانتے ہو۔ اور تینوں ہی بڑے عمدہ ہیں۔ بڑا لڑکا تو اب کمانڈ حاصل کرنے والا ہے۔
یہ سب باتیں سلیٹر کو اب یاد آ رہی تھیں جبکہ وہ ٹیلے کی ڈھلان پر لیٹا ہوا تھ

لے جسم سے پسینہ چھوٹ رہا تھا اور اس کے دل کی عجیب حالت تھی اس وقت کیونکہ اب
اسے احساس ہو چلا تھا کہ یہ بیری کی غلطی تھی جس کا خمیازہ آرگو والے بھگت رہے تھے۔

اچانک انہیں ڈونگا دکھائی دیا۔ ٹیلے پر کا ہر شخص اپنی بندوق کے پیچھے تن کر تیار بیٹھ
گیا۔ انگوٹھوں نے آگے بڑھ کر بندوقوں کے گھوڑے چڑھائے اور اس زبردست ڈونگے کو
دھوپ سے دیکھنے کے لئے آنکھیں قدرے سکڑ گئیں۔ اور آرگو والوں نے ڈونگے والوں کا
ردعمل دیکھا کیونکہ انہوں نے اب پہلی دفعہ اس کشتی کو دیکھا تھا جو لنگر کے رسے سے گویا
الٹی ہوئی جھکولے کھا رہی تھی۔ آرگو والوں نے ڈونگے والوں کی حیرت دیکھی۔ ڈونگے کا ہر
رخ اس کشتی کی طرف گھوم گیا تھا اور ہر ہاتھ حیرت اور جوش کے عالم میں کشتی کی طرف
اشارہ کر رہا تھا۔

اس حیرت اور جوش میں ڈونگے نے اپنا رخ بدل دیا۔ پھر اس کے عرشے پر ایک
افراتفری سی مچ گئی اور بادبان اتار لیا گیا۔ بہت سے چپو اوپر اٹھے اور جھک کر پانی میں
ڈوب گئے، پھر اٹھے تو سورج کی شعاعوں میں آئینے کی طرح چمکنے لگے۔

کشتی پر باربر سیٹی بجانے لگا اور اس کی گھنی ڈاڑھی میں اس کے بے حد سفید دانت
چمکنے لگے۔ آہستہ آہستہ ڈونگا گھوما، آگے بڑھا اور نہ صرف توپ کی زد میں بلکہ اس کی نالی
سے بنے ہوئے نشانہ لینے کے حلقے میں آگیا۔

"ایلیسا! لیڈ بیٹر!" باربر نے کہا" ذرا حلقے میں سے دیکھو تو یارو۔ وہ تو سالے خود ہی
آسان نشانہ بن گئے ہیں۔ ایک ہی دھماکے میں صاف ہو جائیں گے۔

چوتھا باب

ان قوی الجثہ وحشیوں کے قد و قامت نے سفید فاموں کو حیرت زدہ کر دیا۔ وہ سب کے
سب برہنہ تھے۔ البتہ درختوں کی چھال کا بنا ہوا کسی قسم کا سفید، بھورا یا تصویروں والا کپڑا
ان کی کمر سے بندھا ہوا تھا جو ان کی ستر پوشی کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

ڈونگے کے عقبی حصے میں کئی ایک وحشی بیٹھے ہوئے تھے جو سردار معلوم ہوتے تھے
انہوں نے چھال کے اس کپڑے کی کئی ایک تہیں اپنی کمر سے لپیٹ رکھی تھیں اور اس کا
ایک سرا کمر پر سے لے کر اپنے شانوں پر ڈال لیا تھا۔ ان کے گلوں میں کوڑیاں اور
مچھلیوں کے دانتوں کے گلوبند اور کلائیوں میں کنگن پڑے ہوئے تھے۔ کئی ایک کی کلائیوں
اور بازوؤں پر ہرے پتوں کے حلقے بندھے ہوئے تھے۔ کئی نے اپنے جسم کو کالا، کئی نے راکھ

سے سفید اور بقیہ نے ہلدی سے رنگ رکھا تھا۔

لیکن یہ ان کے بال تھے جس نے سفید فاموں کو حیرت میں ڈال دیا۔ کسی کے بھی نہ تو ایک سے تھے اور نہ ہی ایک سے بنائے گئے تھے۔ ان کے بال تاروں کے سے' اور مضبوط تھے جو اصلی اور قدرتی ہونے کے بجائے نقلی معلوم ہوتے تھے جیسے انہوں "وگ" پہن رکھی ہوں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ وگیں بھی کسی قسم کی ٹھوس چیز تراشی گئی ہوں۔ مختلف رنگوں کے بال تھے یہ کسی کے سفید' کسی کے کالے' کسی کے اور اکثروں کے بالوں میں تو کئی کئی رنگ تھے۔ کئی ایک وحشیوں کے سر نصف سے گنجے تھے جن کی کھوپڑیوں کی چوٹی پر زرد بالوں کا ایک لپٹا ہوا گچھا یا گرہ سی تھی۔ دو وحشی تو ایسے لگتے تھے جیسے ان کے شانوں پر سفید کالی دھاریوں والی زبردست گیند ہوئی ہو کیونکہ انہوں نے پتہ نہیں کس طرح اپنے رنگین بال اس طرح بنائے تھے ان کی کھوپڑیوں پر چھ انچ لمبے کانٹوں یا تاروں کی طرح سیدھے کھڑے تھے۔ کئی جنگلیوں نے اپنی کھوپڑیوں کے اگلے حصہ پر کے بال اکھاڑ لئے تھے چنانچہ چندیا تک ا کھوپڑیاں چمک رہی تھیں اور پھر وہاں سے' یعنی چندیا سے' سیدھے کھڑے ہوئے بالو سرحد شروع ہو جاتی تھی اور یہ بال گھور کالے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ا کھوپڑیوں سے کالا فوارہ سا چھوٹ رہا تھا۔ بقیہ کے بال عجیب مشکل میں جمے ہوئے جیسے کلیسا کے پادریوں کے ہوتے ہیں اور ایک وحشی کے سر پر تو معلوم ہوتا تھا بال نہیں بلکہ جیسے ایک زرد رنگ کی داغدار ٹوپی سی اس کی چندیا سے چپکی ہوئی تھی۔

ان کے بشروں سے اور ان کی ایک ایک حرکت سے نہایت ہی خوفناک عزم ظا اور اتنے ہی خوفناک ہتھیاروں سے وہ مسلح تھے۔ ڈونگے کے عرشے پر ہتھیاروں کے تھے اور ان میں زیادہ تر نیزے تھے۔ زبردست' منقش اور خوفناک حد تک جان لیوا۔ رنگ کے ڈنڈے تھے' جن کو دیکھتے ہی پھریری آجاتی تھی۔ چھوٹے بڑے پتھروں کے بھی تھے۔ تیر تھے' کمانیں تھیں اور لمبے اور موٹے دستوں والے بھالے تھے جن کے دندانے دار تھے۔

ڈونگے کے پچھلے حصہ میں بیٹھے ہوئے سرداروں کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہوا دوسروں سے زیادہ سجا بنا ہوا تھا اور جس کا سارے ہی وحشی زیادہ احترام کرتے تھے۔ دوسرے آدمی کا بھی ڈونگے کے سپاہی ایسا ہی احترام کرتے تھے۔ یہ دوسرا محترم آدمی تھا جو ڈونگے میں آگے کی طرف کھڑا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک مرصع ڈنڈا تھا۔ جوان کے دائیں بائیں سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ مودب اور حکم کے منتظر۔

وحشی سپاہیوں کے چوکنے چہرے جن پر شک کے جذبات تھے' ڈونگے پر ڈھیر کئے ہوئے ہتھیار' خود ڈونگا' اس کے خوبصورت دونوں' اگلے پچھلے سرے جو پانی کو اس سبک رفتاری سے کاٹ رہے تھے کہ سطح آب پر لیک نہ بنتی تھی۔ ان سب باتوں نے .... سفید فاموں کو نہ صرف حیرت میں ڈال دیا بلکہ انہیں مرعوب بھی کر دیا۔ سلیٹر نے اپنے آس پاس کھڑے ہوئے آدمیوں کو بڑبڑاتے سنا۔ اس نے کنکھیوں سے بیری کی طرف دیکھا۔ وہ بے تعلق سا کھڑا ہوا تھا جیسے کچھ سن ہی نہ رہا۔

"کپتان!" سلیٹر نے کہا "بہتر ہو گا کہ تم اپنے آدمیوں سے چند الفاظ کہو"

"ایں؟" بیری تیزی سے اس کی طرف گھوم گیا۔

"بہتر ہو گا کہ تم ہمارے آدمیوں سے کچھ کہو۔ وحشیوں نے انہیں دم بخود کر دیا ہے۔ دھونس میں آگئے ہیں ہمارے آدمی"۔

لیکن اس سے پہلے کہ بیری کچھ کہتا کسی نے۔ سلیٹر نے سوچا کہ یہ شاید پائن تھا۔ بلند آواز میں کہا۔

"یہ سالی حماقت ہے کہ ہم ان سور وحشیوں کے انتظار میں خاموش کھڑے ہیں۔ اگر ہم اپنا گھربار اور اپنے لوگوں کو دوبارہ دیکھنا چاہتے ہیں تو یوں خاموش کھڑے رہنے سے کچھ نہ ہو گا۔

"کپتان بیری! کچھ کہو" سلیٹر نے بے قراری لیکن بظاہر سکون سے کہا۔ "ورنہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ انڈین ہم پر چھا جائیں گے۔ بیری نے ڈونگے کی طرف اور پھر اپنے دائیں طرف کھڑے ہوئے آدمیوں کی طرف دیکھا۔

"دوستو! ہمت مت ہارو" اس نے اونچی آواز میں کہا۔ یہ لوگ بڑے خوفناک اور دیوہیکل بے شک ہیں لیکن ہماری بندوقوں کی ایک ہی باڑھ انہیں ڈھیر کر دے گی اور بقیہ بھاگ جائیں گے۔ یاد رکھو! ہم امریکی ہیں اور مٹھی بھر آدم خور وحشیوں سے ڈر جانا ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔"

لیکن سلیٹر نے محسوس کیا کہ بیری کی آواز میں کچھ زیادہ جان نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے وہ باتیں کہی تھیں جن میں خود اسے یقین نہ تھا۔

ڈونگا اب بڑی سبک رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ صرف بارہ چپو اسے کھے رہے تھے۔ جزیرے والے بار بار اپنی بے چین اور وحشت زدہ نگاہیں کشتی پر ڈال رہے' بار بار اس کی طرف اشارے کر رہے تھے اور سر ہلا رہے تھے اور ہیجانی انداز میں ہتھیار ہاتھوں میں جھلا رہے تھے۔

"وحشی ان لوگوں کو بے حد دلچسپ معلوم ہو رہی ہے یار" بیری بڑبڑایا اور ذرا سا دائیں طرف کھسک گیا۔ وہ اور سلیٹر صنوبروں کے پیچھے اوندھے لیٹے ہوئے تھے۔ بیری یوں کھسکا تو ڈونگا پوری طرح سے اس کی حد نظر میں آ گیا۔

"جب تک ان کی نظر ہم پر نہیں پڑتی کشتی سے ان کی دلچسپی قائم رہے گی۔" سلیٹر نے کہا۔

"باربر کو اپنے حواس قائم رکھنے چاہئے۔ اس نے اگر اس وقت کوئی غلطی کی تو پھر ہم سب مصیبت میں پھنس جائیں گے۔" اور پھر اس نے ایک دم سے کہا "ہمارے ساتھی کیا یہی چاہتے تھے کہ ہم سیدھے سیدھے بھاگ لیتے؟ ابھی، کچھ دیر پہلے، پائن نے جو کہا تھا، دوسرے سب کا بھی ایسا خیال ہے؟"

"ہاں"

"ڈونگل کا بھی؟"

"شاید"

بیری نے مزید کچھ نہ کہا اور یہ خاموشی سلیٹر کے اعصاب پر سوار ہونے لگی۔

اور اب ڈونگا کھاڑی میں تھا۔ وہ مونگے کی اس چٹان سے، جو سطح پر ذرا سی ابھری ہوئی تھی، بچ کر نکلا اور اب وہ سیدھا کشتی کی طرف جا رہا تھا۔ سلیٹر نے دیکھا کہ کشتی میں بیٹھا ہوا باربر سنبھل کر تن گیا۔ ڈونگا سیدھا توپ کے دہانے کی طرف جا رہا تھا اور ڈونگے والے اس سے بے خبر تھے اور اس خلاف توقع بات نے باربر کو ذرا گڑبڑا دیا تھا۔

"توپ مت چلانا باربر" بیری آپ ہی آپ بڑبڑایا "مت چلانا۔ خدا کے لئے"۔

"تو پھر کیا کرے وہ؟" سلیٹر نے پوچھا" بے شک وہ ٹھنڈے مزاج کا ہے لیکن وہ یہ تو نہیں کر سکتا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور یہ وحشی اس کی تکا بوٹی کر دیں۔"

"تم ہماری تجویز بھول گئے مسٹر؟ بیری نے بدمزاجی سے کہا" میں ان سے بات چیت کرنے نیچے جاؤں گا۔ لیکن پہلے میں چاہتا ہوں کہ پہلے وہ آگے آ جائیں۔ مجھے دیکھتے ہی ڈونگے کا رخ بدل کر کشتی کے قریب سے ہٹ آئیں گے۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ میرے نیچے اترنے کے بعد یہاں کے آدمیوں کی کمان تم کرو گے" بیری کی آواز میں اب جوش تھا جس کی وجہ سے وہ بلند ہو گئی تھی" لیکن خدا کے لئے بندوق چلانے کا حکم اس وقت دینا جب تک کہ وحشی مجھے مار نہ گرائیں۔ لیکن جیسے ہی مجھے گرتے دیکھو تڑا تڑ بندوقیں داغ دینا۔ تیزی سے اور فوراً میں ساحل پر ذرا آگے چلا جاؤں گا کہ باربر بھی اگر توپ چلائے گولا تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے"

سلیٹر نے کنکھیوں سے بیری کی طرف دیکھا کیونکہ اس کے الفاظ لڑکھڑاتے ہوئے سے تھے اور پھر ایک ایسی بات ہوئی جس کی وجہ سے سلیٹر ڈونگے اور وحشیوں کو بھول گیا۔ بیری ابھی اٹھا ہی تھا کہ اس نے صنوبر کے تنے کا سہارا لے لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ایکدم سے تنے پر جھک گیا جیسے ٹانگوں پر اٹھنے کی کوشش اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

"کپتان! کیا بات ہے؟" سلیٹر نے بے حد نیچی آواز میں پوچھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے ملاح، جو قریب تھے، سن لیں۔

بیری نے آنکھیں کھول دیں۔

"یہ۔ سالی۔ سر پر کی چوٹ۔ لیکن۔ فکر نہ کرو۔ ٹھیک ہو جاؤں گا۔

"تکلیف ہے سر میں؟"

"ہاں۔ بہت زیادہ، لیکن ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

اور بیری نے درخت کے پیچھے سے ڈونگے کی طرف دیکھا۔

کپتان! تم یہیں ٹھہرو۔ میں نیچے جاتا ہوں" سلیٹر نے کہا۔

"نہیں مسٹر۔ بطور کپتان مجھے جانا چاہئے اور میں ہی جاؤں گا۔"

بیری اب سیدھا کھڑا ہو گیا تھا لیکن اس کا سر ایک طرف جھک کر اس کے بازو پر ٹک گیا تھا اور اس نے اب بھی تنے کا سہارا لے رکھا تھا۔

"یہ۔ روشنی۔ توبہ۔ خیرہ کن ہے" بیری نے کہا "آنکھوں پر چبھ رہی ہے اور دماغ پر اثر کر رہی ہے۔ بہت تیز ہے بے حد روشنی اور واہیات جگہ ہے یہ۔"

سلیٹر نے ڈھلان سے نیچے دیکھا۔ روشنی اور اس کا عکس جیسا۔ پہلے تھا ویسا ہی اب بھی تھا۔ اس میں کوئی "خیرہ کن" بات نہ تھی۔

"کپتان!" اس نے جلدی سے کہا۔ "مناسب ہو گا کہ تم مجھے جانے دو"

"میں کہہ چکا ہوں کہ نہیں۔" بیری نے کہا اور سر اٹھا کر سلیٹر کی طرف دیکھا یہ اس کا اثر ہے۔"

سلیٹر نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ فق تھا۔

"درد ہے" بیری نے کہا "یہاں" اس نے اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی خبیث روح میری کھوپڑی میں گھسی ہتھوڑا چلا رہی ہے۔ اور مجھ پر ایک عجیب طرح کی۔ کیا کہتے ہیں؟ سستی سی طاری ہو گئی۔ کچھ عجیب عجیب معلوم ہو رہا ہے مجھے۔ اور اس کے بشرے سے عجیب طرح کا کرب ٹپکنے لگا۔ اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ وہ بولا۔ سلیٹر! اب ...ں نہ تو اس کی کوئی فکر کرنی ہے اور نہ ہی ہمپوون دبارف کے معاملے اور تجارت کی،

اور اب اس کی نظر سلیٹر پر سے ہٹ کر اوپر اٹھ گئی اور اس نے اپنی آنکھوں پر ہتھیلی کا چھجا رکھ لیا اور نہ ہی اولیور گودی کی فکر کرنی۔ اولیور' یہ تو تمہارا ہی نام ہے' اس نے پھر سلیٹر کی طرف دیکھا' ہاں یہ تو تمہارا ہی نام ہے۔ اور یہ تو مجھے آج تک خیال ہی نہ آیا تھا کہ اس گودی کا جو نام ہے وہ تمہارا ہی نام ہے۔

"میسورن دہارف!" سلیٹر نے سوچا "لیکن وہ تو بوسٹن میں ہے"۔

"اور تم جرمیا ہاجز کو یاد رکھو گے نا؟ نشے میں وحت۔ دھڑام' غرق ہو گیا اور لوگوں نے اسے آہنی آنکڑا ڈال کر نکالا تہہ میں سے تو آنکڑا اس کے جسم میں گھس گیا۔"

"میرے خدا! جرمی نے دل میں کہا۔

اور اس نے چاروں طرف دیکھا کہ کسی اور نے تو بیری کی یہ بے سروپا باتیں نہیں سنیں؟ پاویل اور جرمی نے سن لی تھیں اور وہ دونوں آنکھیں پھاڑے بیری کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مورگنی بھی قریب تھا لیکن اس نے نہ سنا تھا' وہ ڈونگے کی طرف دیکھ رہا تھا اور پسینہ اس کے چہرے پر سے بہہ بہہ کر ٹپک رہا تھا۔

بیری سنبھلا' اس نے اپنا سر جھکا اور تنے پر لٹکا ہوا ہاتھ اٹھا لیا۔

"مسٹر" اس نے کہا "میں نیچے جا رہا ہوں اب' بس یہی وقت ہے جلدی ہی معلوم ہو جائے گا سب کو کہ میری تجویز کس قدر مناسب ہے۔

اس کی آواز لرز کر ڈوب گئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بھینچ لیں جیسے تیز دھوپ کی چبھن کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو رہا ہو۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں اور صنوبر کے پتوں کی جھلملیوں میں سے ڈونگے کی طرف دیکھا۔

"ٹیڑھا معاملہ ہے یہ سلیٹر' بے حد ٹیڑھا۔" اس نے اپنا بایاں ہاتھ چہرے پر پھیرا۔" اس کا احساس ہے تمہیں کہ معاملے کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ تم تنگی غلطی کر گئے۔ وہ کپتان باؤوچ۔ کپتان ناٹ مسٹر۔ جو قمر سے کام چلا سکتا ہے۔ قمری پیا۔ اتنی ہی آسانی سے جس طرح کہ وہ خوبصورت جوان لڑکی کی چھاتیاں سہلاتا ہے۔ اور میں نے تو سنا ہے کہ وہ "قمری سمتوں" کے موضوع پر ایک زبردست کتاب لکھ رہا ہے۔

عرض البلد اور طول البلد معلوم کرنے کے لئے تمہیں وقت پیما کی ضرورت ہی نہیں۔ بشرطیکہ تم قمری سمتیں معلوم کرنے کی ترکیب جانتے ہو"

"خدا کے لئے کپتان۔ وحشیوں سے بات چیت کرنے کے لئے تم مجھے جانے دو۔ میں جوان آدمی ہو" سلیٹر نے گھبرا کر کہا۔ میں ضرور جاؤں گا۔

"تم اپنی حیثیت بھول رہے ہو سلیٹر' اپنا یہ "ضرور" تم پاس ہی رکھو۔ کون ہوتے ہو تم

مجھ پر دھونس جمانے والے؟"

"کپتان! خدا کی قسم میرا مقصد یہ نہ تھا۔"

"تمہارا کیا مقصد ہے پھر؟ تم یہی چاہتے ہو کہ میں تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں تاکہ تم میری جگہ کپتان بن سکو؟"

"میں کچھ نہیں چاہتا۔ میری یہ آرزو نہیں ہے کہ تم مرجاؤ البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہارے سر پر چوٹ آئی ہے۔"

"ضرب لگی ہے میرے سر پر مسٹر" بیری نے ایک شرابی کی طرح کہا۔

اور اب اس نے پھر ڈونگے کی طرف دیکھا۔ ڈونگے کی رفتار اب کم ہو گئی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ اب اس عجیب چیز کے قریب جاتے ڈرتے تھے جو ساحلی جھیل کے پانی پر کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے" اچانک بیری نے کہا "میں جا رہا ہوں"

لیکن پیٹر کے پیچھے سے نکل کر آگے بڑھنے کے بجائے اس نے اپنا منہ کھولا' لمبے لمبے دو تین سانس لئے اور تھوک نگل کر کہا۔

"خدایا! مسٹر" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا' قے ہو رہی ہے۔

سلیٹر اس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ بیری نے آگے کی طرف جھک کر قے کر دی۔ اس کے پیٹ میں کچھ نہ تھا چنانچہ اس کے بعد دو تین زبردست ابکائیوں نے اسے ہلا دیا۔

اب ڈونگا کشتی کے قریب پہنچ رہا تھا۔ اور تب سلیٹر نے سرسراہٹ کی آواز سنی اور نظریں اٹھا کر بیری کے جھکے ہوئے سر کے اوپر سے دیکھا کہ ڈوئل کمر میں سے جھکا اور بھاگ کر ایک سے دوسری اوٹ کے پیچھے دبکتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے عجیب نظروں سے بیری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

کپتان کی طبیعت اچھی نہیں ہے سلیٹر نے جواب دیا تو بیری تن کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور جیب سے رومال نکال کر منہ پونچھا۔

"اب اچھا ہوں مسٹر۔ شکریہ' شاید کھانے میں کچھ آ گیا ہے' ڈوئل! تمہیں یہاں نہ آنا چاہئے تھا۔ جہاں میں نے تمہیں متعین کیا تھا تمہیں وہ جگہ نہ چھوڑنی چاہئے تھی۔"

"تمہارے چہرے کا رنگ اڑ رہا ہے؟" ڈوئل نے بیری کی بات سنی ان سنی کر کے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں" بیری نے ایک بار پھر رومال سے منہ پونچھا۔

"میں آخری دفعہ پوچھ رہا ہوں کپتان "سلیٹر نے کہا" کہ مجھے نیچے جانے کی اجازت دیتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں ڈوئل نے کہا" اور مجھے بھی، تم علیل ہو چنانچہ تم یہیں ٹھہرو۔"

"میں نے کہا ہے کہ میں جاؤں گا اور خدا کی قسم جاؤں گا۔"

اور بیری سلیٹر کے قریب سے ہٹ کر صنوبروں کے جھنڈ میں سے نکلنے لگا۔

"تمہاری بندوق" ڈوئل نے کہا اور بندوق اٹھا کر بیری کو دے دی۔ "پستول بھرے ہوئے اور تیار ہیں؟"

"ہاں" بیری نے کہا۔

"تو پھر انہیں اپنے پٹکے میں اڑس لو" سلیٹر نے کہا۔ اگر انہیں استعمال کرنے کا وقت آگیا تو پھر ایک ایک لحہ قیمتی ہو گا کپتان"۔

بیری گھوم کر ایک قدم آگے بڑھا تھا کہ پھر کچھ یاد کر کے رکا اور ان دونوں کی طرف گھوم گیا۔

"خبردار" اس نے اپنی سرخ آنکھوں سے سلیٹر اور ڈوئل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "گولی نہ چلانا لیکن اگر گولی چلانا ضروری ہی ہو تو پھر انتظار کرنا۔ اس وقت تک انتظار کرنا جب تک کہ میں وینڈل پوائنٹ سے ہٹ نہیں جاتا"۔

اور پھر وہ درختوں کے جھنڈ میں چل پڑا۔ وہ دو قدم آگے بڑھ چکا تھا کہ اس کا تیسرا قدم پھسلا، گرا اور لڑھکتا ہوا جھنڈ سے باہر کھلے میں، نکل آیا۔ ڈوئل اس کے پاس جانے کے لئے اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن بیری سنبھلا، اٹھا، اپنے آپ کو ایک گالی دی اور ٹیلے کی ڈھلان اترنے لگا۔ وہ ذرا کھڑا رہا تھا اور بندوق اس کے دائیں ہاتھ سے لٹک رہی تھی۔

"وینڈل پوائنٹ، ڈوئل نے کہا" رحم خدا! وینڈل پوائنٹ! یہاں کہاں سے آگیا۔ جب تک میں وینڈل پوائنٹ سے نہ ہٹ جاؤں گولی نہ چلانا۔ میں سچ کہتا ہوں مسٹر سلیٹر، کپتان کا دماغ ٹل گیا ہے۔ وہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔"

"آج صبح جب ہمارا جہاز یہاں پھنسا تو کپتان کا سر لنگر کے آہنی کھونٹے سے ٹکرا گیا۔ یہ اس کا اثر ہے۔ فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کون کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا؟ یقین کرو کپتان کا دماغ چل گیا ہے۔ دیکھو اس کی طرف۔ وہ یوں جا رہا ہے جیسے ساحل پر چہل قدمی کو نکلا ہے۔ یہ پاگل پن ہے۔ نری دیوانگی ہے۔

"ڈونگا اب بھی آگے بڑھ رہا تھا لیکن وحشی اب کشتی کی طرف نہیں بلکہ دگنی حیرت سے اس تنہا انسان کی طرف دیکھ رہے تھے جو ڈھلان اتر کر ساحل پر آگیا تھا۔

"ڈوئل! بہتر ہو گا کہ تم واپس اپنی جگہ پر جاؤ۔ سلیٹر نے کہا۔

ڈوئل چند ثانیوں تک خاموش کھڑا بیری کی طرف دیکھتا رہا اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا پلٹ کر چل دیا۔

بیری کا اندازہ صحیح تھا کیونکہ جیسے ہی وحشیوں نے بیری کو ساحل پر دیکھا انہوں نے ڈونگے کا رخ بدل دیا اور اب وہ ساحل کی طرف نہیں، بیری کی طرف آ رہے تھے۔ سلیٹر نے دیکھا کہ سکان کا چپو سنبھالے ہوئے دو دیوہیکل وحشیوں کو حکم دیا گیا، وہ دونوں کمر سے جھکے اور ڈونگا آہستہ آہستہ ساحل کی طرح گھوم گیا۔ اس میں بیٹھا ہوا سردار بیری کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو اب ساحل کی دہکتے ہوئے ریت پر آ چکا تھا۔

سلیٹر اپنی بندوق کے پیچھے لیٹ گیا۔

"ہاں۔ ساتھیو" اس نے کہا، تیار ہو جاؤ۔ نشانہ لے لو شست باندھ لو۔ لیکن جب تک حکم نہ دیا جائے گولی نہ چلانا۔ البتہ اپنا شکار منتخب کر لو۔

بیری دونوں ہاتھوں سے بندوق پکڑے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ ساحل پر ایک طرف ہٹ کر آگے بڑھ گیا تھا، جیسا کہ اس نے کہا تھا، اور اب باربر کے لئے میدان صاف تھا۔ با وقت ضرورت وہ، اپنے آدمیوں کو نقصان پہنچائے بغیر، توپ چلا سکتا تھا۔

بیری اب ڈونگے کو پانی کاٹتے سن سکتا تھا اور اب وہ وحشیوں کے بولنے کی آوازیں بھی سن رہا تھا۔ عجیب بولی تھی یہ جو سمجھ میں تو نہ آتی تھی البتہ بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا سر درد کر رہا تھا البتہ دماغ صاف تھا۔ ٹیلے پر اس نے جو دھندلاہٹ سی محسوس کی تھی وہ اب نہ تھی۔

"غلطی۔ ایں؟" اس نے سوچا، نہیں، میں نے کوئی غلطی نہیں کی اور یہ میں ثابت کر دوں گا۔

لسٹر لائٹ ڈوئل کے قریب تھا۔ ایک دم سے اس نے دعائیں مانگنی شروع کیں اور وہ بھی اونچی آواز میں۔ ڈوئل اس کی طرف گھوم گیا۔ اور اس کا سارا نزلہ اس غریب منتظم پر گرا۔

"بکواس بند کرو لائٹ" ڈوئل نے جھڑک کر کہا اور بندوق اٹھاؤ اس وقت تمہاری دعاؤں سے زیادہ بندوق ہمارے کام آ سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں بند کرو اپنی یہ بکواس گدھے [illegible]۔

لسٹر لائٹ نے بندوق اٹھائی، کانپتے ہاتھوں سے نشست باندھی اور پھر بھی زور سے دعائیں مانگنے لگا۔

سلیٹر نے دیکھا کہ ڈونگا کنارے کے قریب آیا تو بیری چوکنا ہو گیا اور اس کے ہاتھوں

نے بندوق کو ٹھیک سے پکڑ لیا۔ اور ان لوگوں نے' جو ٹیلے پر تھے' ڈونگے کے ساحل سے ٹکرانے کی ہلکی سی آواز سنی اور پھر ڈونگے کے گھسٹنے کی آواز۔ ڈونگا رک گیا۔ جیسے ہی ڈونگا ساحل پر آکر رکا۔ بہت سے وحشی نیچے کود پڑے اور انہوں نے ڈونگے کو تھام لیا۔ دوسرے وحشی عرشے پر آگے بڑھے' پانی میں اترے اور اب وہ کمر کمر میں عرشے کے کنارے کے قریب جمگھٹا بنائے کھڑے تھے۔ یہ لوگ جب یوں گویا تیار کھڑے ہوگئے تو اب ڈونگے کے پچھلے حصہ میں بیٹھے ہوئے سردار نے حرکت کی۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور بڑی متانت سے اور اپنی زبردست جسامت کے باوجود عرشے پر آسانی سے آگے بڑھا۔ چھال کا کالا کپڑا' جو کافی لمبا تھا' اس کے پیچھے عرشے پر گھسیٹ رہا تھا۔ سردار بھی ڈنڈے سے مسلح تھا اور اس ڈنڈے کی آکل غیر معمولی تھی' دو دھاری کلہاڑے کی سی۔ اور پھر جو کچھ ہوا وہ اتنی سرعت سے ہوا کہ سلیٹر نہ تو دیکھ سکا اور نہ سمجھ سکا کہ یہ کیسے ہوگیا۔ سردار عرشے کے کنارے پر پہنچا ہی تھا کہ ایک دم سے ان وحشیوں کے کندھوں پر تھا جو کمر کمر پانی میں تیار اور منتظر کھڑے تھے۔ وہ اسے اٹھا کر ساحل پر لے آئے اور پھر ساحل پر چند قدم آگے بڑھ کر انہوں نے سردار کو آہستہ سے نیچے اتار دیا۔ اس کا چہرہ سلیٹر کی طرف تھا۔

ٹیلے پر دبکے ہوئے سفید فاموں کو پسینے چھوٹ گئے۔ سلیٹر نے بندوق پر سے ہاتھ اٹھا کر اس سے اپنا چہرہ پوچھا۔ پھر وہ ہاتھ قمیض سے پوچھا اور ایک بار پھر اسے بندوق پر جما کر اس کے نالی وحشی سرادر کی چھاتی کی طرف اٹھادی۔

سردار کے بعد دوسرے وحشی بھی ڈونگے میں سے پانی میں کود پڑے اور کمر کمر پانی میں کنارے کی طرف بڑھے۔ اب بیری اور سردار کے درمیان صرف بیس قدم کا فاصلہ تھا اور سردار کے عقب میں اس کے سپاہی نیم دائرے میں مسلح اور تیار کھڑے تھے۔ کالے چہروں میں ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور جب وہ آپس میں کچھ کہتے تو سلیٹر کو ان کے بے حد سفید سفید دانت نظر آجاتے۔ سردار کے عین پیچھے اور دوسرے وحشیوں سے آگے وہ جوان کھڑا ہوا تھا جسے ملیٹر ڈونگے کے اگلے حصہ میں کھڑا دیکھ چکا تھا۔

"اب" سلیٹر نے سوچا کپتان بیری! اب اگر تمہاری کھوپڑی اس طرح گئی جس طرح کچھ دیر پہلے یہاں' ٹیلے پر گئی تھی تو تمہاری ہڈیاں اس جزیرے کے ساحل پر پڑی سڑ رہی ہوں گی۔"

اور اس نے بندوق کی نالی پر سے نظر پھسلا کر اس بوڑھے کی طرف دیکھا جو تن تنہا وحشیوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور اس کے دل میں کپتان کی عزت اور محبت دگنی ہوگئی اور اس نے دل ہی دل میں اس شخص کی ہمت کی داد دی جو وہ کام کر رہا تھا جو نوجوانوں کے

کرنے کا تھا اور جس پر قسمت بہت بعد میں مسکرائی تھی۔ اس کی آزمائش کا زمانہ اس وقت شروع ہوا تھا جب اسے اپنی مہم جو زندگی کو ترک کر کے اس عمر میں آرام کرنا چاہئے تھا۔ اب اسے بہت پہلے اپنی ساری ذمہ داریاں نوجوانوں کے سپرد کردینی چاہئے تھیں۔ سلیٹر کے دل میں کپتان بیری کے لئے ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوگیا۔ اس بوڑھے کے یہ آزمائش دن تو بہت پہلے ختم ہو جانے چاہئے تھے۔

اور تم۔ سلیٹر تم اپنے متعلق کیا کہتے ہو؟ دنیا کے سارے احمقوں میں تم سب سے بڑے احمق ہو۔ تم بھی تو اپنی قسمت کو ضرورت سے زیادہ آزما رہے ہو۔ بیری کی طرح اپنے آپ کو دھوکا دینے سے کیا فائدہ؟

تم خود جانتے ہو کہ تمہاری قسمت پرانے اور سڑے ہوئے رسے کی طرح ہے۔ اسے آزمانا اور پھر یہ سمجھنا کہ وہ نہ ٹوٹے گا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟"

بیری اپنے دل کو اپنی پسلیوں سے ٹکراتے محسوس کر رہا تھا۔ دھوپ کی تیزی اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی اور بات بات میں مشکوک ہو جانے والی فطرت سے واقف نہ تھا لیکن اس کا نڈر پن اور بے دھڑک جرائت اس وقت کام آگئی۔ وحشیوں کے سردار نے اپنے زبردست جسم کا بوجھ ایک سے دوسری ٹانگ پر منتقل کر کے ڈنڈا بلند کیا ہی تھا کہ بیری ایک لمحے کی بھی تاخیر کئے بغیر سردار کی طرف تیزی سے بڑھا۔ اس کی ہمت اور نڈر پن نے وحشیوں کو چکرا دیا۔

بیری اپنی متلی کو واپس معدے میں ڈھکیل کر آگے بڑھا اور اپنی جیب سے وہ سگریٹ کیس نکال لیا جو اس کی بیوی نے اسے اس وقت تحفتاً" دیا تھا جب وہ آرگو کا کپتان بنا تھا۔ بیری سردار سے دو قدم دور پہنچ کر روک گیا اور سگریٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ سردار کے بشرے پر خوف چھا گیا' حلقوں میں اس کی آنکھیں گھوم گئیں اور اس نے ڈنڈا بلند کیا۔ لیکن جب اس نے بیری کے دبلے پتلے جسم' ستے ہوئے چہرے اور کانپتے ہاتھ کو دیکھا تو سردار کا خوف دور ہو گیا۔ اس جاندار سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور پھر وہ مسلح بھی نہ تھا کوئی ہتھیار نہ تھا اس کے پاس سوائے اس قدرے مڑی ہوئی چھڑی کے جو اس کے ہاتھ میں تھی اور سراسر بے ضرر معلوم ہوتی تھی۔

اس کے باوجود وہ بیری کا تحفہ لیتے ہچکچا رہا تھا۔ اس نے پہلے بیری کے چہرے کی طرف' سگریٹ کی طرف اور پھر بیری کے چہرے کی طرف دیکھا۔ بیری نے سمجھ لیا کہ سردار کیس لینا تو چاہتا ہے لیکن کوئی فیصلہ نہیں کرپاتا چنانچہ اس نے کیس اور بھی آگے بڑھایا۔ اور تب سردار کا ہاتھ آہستہ آہستہ' رک رک کر' ہچکچا' ہچکچا کر آگے بڑھا۔ لالچ

اس کے خوف پر غالب آگیا۔ اس نے سگریٹ کیس لے لیا۔ سلیٹر نے سردار کے سگریٹ کیس پر جھکتے دیکھا۔ وہ اسے ادھر ادھر گھما رہا تھا' الٹ پلٹ کر رہا تھا' سگر کیس پر سورج کی شعاعیں چمک رہی تھیں اور انکا عکس سردار کے چہرے پر ادھر ادھر رہا تھا۔ سردار نے اب جو سر اٹھا کر بیری کی طرف دیکھا تو وہ۔ بیری مسکرا رہا تھا۔

بیری کے چہرے پر سے نظریں ہٹائے بغیر سردار نے اپنے آدمیوں سے کچھ کہا۔ ثانیوں تک وہ شش و پنج کے عالم میں خاموش کھڑے رہے اور پھر انہوں نے ایکدم آگے بڑھ کر بیری کو گھیر لیا۔ اور اب وہ ہنس رہے تھے' ناچ رہے تھے اور بیری اور اس لباس کو چھو کر دیکھ رہے اور خوشی اور حیرت کے نعرے لگا رہے تھے۔

ٹیلے پر دبکے ہوئے سفید فاموں کا تناؤ ایکدم سے ختم ہوگیا۔ سلیٹر نے مسکرا کر بندوق اپنی گرفت ڈھیلی کردی۔ ادھر کشتی میں باربر توپ کے پیچھے سے ہٹ کر اٹھ کھڑا ہوا اپنے دونوں ساتھیوں ایلیسا ہاکن اور لیڈ بیٹر سے کہا۔

"چلو بھائی۔ اب یہاں جنگ نہیں بلکہ سالی پکنک ہوگی"

بیری نے اپنے چاروں طرف خوشیاں مناتے ہوئے وحشیوں کو ذرا دھکیل دیا اور کی طرف گھوم گیا۔

"مسٹر سلیٹر!" اس نے پکار کر کہا "اپنے آدمیوں کو نیچے لے آؤ۔ میرے خیال میں سب ٹھیک ہے۔ ان لوگوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں" اور چونکہ وہ اپنے اس کارنا پر فخر کر سکتا تھا اس لئے اس نے مزید کہا "کیا کہا تھا میں نے؟ ان لوگوں کو الو بنانا کچھ مشک نہیں۔"

ان لوگوں کو الو بنانے کے لئے بیری نے کچھ نہ کہا تھا لیکن سلیٹر نے سمجھ لیا کہ وہ ا ایسا کیوں کہہ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر وہاں پہنچا جہاں ڈوئل تھا اور بڑے سکون سے اور بے تعل سے' جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو' کہا۔

"ڈوئل! ہم آگے جائیں گے"۔

اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے' جو اس کے گرد جمع ہوگئے تھے' کہا۔

"آؤ ساتھیو۔ چلیں۔

اور چند منٹوں بعد ہی وہ بھی وحشیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ انہیں بھی حیرت سے چھو کر دیکھا جا رہا تھا' ادھر ادھر گھمایا جا رہا تھا' ان کے جسم میں انگلیاں کھبوئی جا رہی تھیں حتیٰ کہ انہیں سونگھا بھی جا رہا تھا۔ وحشی ان کی ٹوپیاں ان کے سروں سے گھسیٹ رہے تھے' ڈوئل کی ڈاڑھی کھینچ رہے تھے' ان کے پکلوں پر انگلیاں پھیر رہے تھے اور اپنی ا

انگیز دریافتوں کو چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں سے بیان کر رہے تھے۔

ٹر نے ایک خاص بات دیکھی۔ ہر وحشی کے ہاتھ میں سے ایک ایک انگلی غائب صوصیت سے کھٹکیا۔ اکثر کی دو انگلیاں نہ تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ انگلیاں کٹی یں۔ ہر ایک کے جسم پر بہت سی خراشیں تھیں اور ان کے جسم سے ایک خاص ' جو نا خوشگوار نہ تھی اور تقریباً جانی پہچانی معلوم ہوتی تھی' اٹھ رہی تھی۔ لیکن یہ کی تھی یہ سلیٹر سمجھ نہ سکا۔ اس میں البتہ ناریل کے تیل کے بو کی جھلک تھی جو ان نے اپنے جسموں پر شاید مل رکھا تھا۔

سردار سگریٹ کیس پر سے اپنی نظریں ہٹا نہ سکتا تھا۔ اسے ٹھیک سے دیکھنے کے لئے پر بیٹھ گیا تھا اور سگریٹ کیس کو اپنے غیر معمولی طور پر بڑے ہاتھوں میں الٹ کر رہا تھا۔ سلیٹر نے دیکھا کہ جیسے ہی سردار بیٹھا' اس کے قریب کھڑے ہوئے وحشی قریب سے ہٹ گئے۔ یہ شاید احترام کا تقاضا تھا۔ ان کا سردار بیٹھ جائے اور اسکے کھڑے رہیں تو یہ شاید گستاخی تھی۔ بے ادبی تھی۔

ی آگے بڑھ کر سردار کے قریب بیٹھ گیا۔ ان دونوں کے بیچ میں سردار کا ڈنڈا رکھا اس کے دستے پر چٹائی کے سیاہ و سفید ریشے لپٹے ہوئے تھے اور ان کے کناروں پر چھوٹے سرخ پروں کی جھالر تھی۔ لیکن جس چیز نے بیری کو پریشان کردیا وہ ڈنڈے اگلا حصہ تھا جس سے دشمن پر ضرب لگائی جاتی ہوگی۔ اس مڑے ہوئے حصے کے کناروں پر ایک قطار میں آدمی کے دانت لگے ہوئے ڈاڑھیں سردار کے ڈنڈے پر کی ہوں گی۔

ریٹ کیس کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے سردار نے بے خبری میں اس کا کھٹکا دبا دیا۔ ٹ سے کھل گیا۔ خوف کی ایک چیخ کے ساتھ سردار اپنا ڈنڈا جھپٹ کر اٹھ کھڑا ن بیری اس سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے جلدی سے سگریٹ کیس اٹھا کر و دکھایا کہ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سردار مسکرا کر پھر بیٹھ گیا اور حیرت ی کی حرکتوں کو دیکھنے لگا۔ بیری نے کیس میں سے ایک سگار نکالا' کیس بند کیا اور و دے دیا۔ اور پھر چقماق سے سگار سلگانے لگا۔ بیری کے منہ سے دھوئیں کا پہلا نکلا تو حیرت کی چیخیں بلند ہوئیں' کئی ایک وحشی دوڑ کر بیری کے قریب آئے اور بیری کی طرف دیکھنے لگے۔ چند ثانیوں بعد ہی بیری جزیرے والوں میں گھرا ہوا وگ کھڑے اور بیٹھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بیری کے منہ سے دھوئیں کے نٹ نکلتے دیکھ رہے تھے اور ان کی یہ حیرت دیکھ کر سفید فام ہنس رہے تھے۔

بے شک و شبہ۔ فی جی جزیرے والوں نے اپنے آپ سے کہا۔ یہ دیوتا ہی ہیں کہ دیوتا ہی آگ کھا سکتے ہیں۔ وہ مرعوب ہو گئے اور ان کے اور سفید فاموں کے درمیان تکلفی بڑھتی گئی۔

اور بے تکلفی کا ایک گھنٹہ گزرا تھا کہ سفید فاموں کے آزمائش کا وقت آ گیا۔

یہ جرمی تھا جس کی وجہ سے مصیبت آئی۔ سارے آرگو والوں کی طرح جرمی وحشیوں کی دلچسپی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اسے بھی دھکیلا جا رہا تھا۔ ادھ ادھر لٹو کی طرح جا رہا تھا اور زمین پر سے اٹھایا جا رہا تھا۔ اس نے کوئی شکایت نہ کی' وہ یہ زیادتیاں بردا کرتا رہا یہاں تک کہ تین دیو وحشی اس کی قمیض اتارنے لگے اور تب اس نے ا ساتھیوں کو پکارا اور پارکون' جو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا' اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس وحشیوں کی توجہ جرمی کی طرف سے ہٹانے کے لئے تمباکو کی بتی میں سے تمباکو کاٹا وحشیوں کو بتانے لگا کہ اسے کس طرح چبایا جاتا ہے۔ اس نے تھوڑی تمباکو ایک سپا دی۔ سپاہی نے جرمی کو چھوڑ کر تمباکو کو منہ میں رکھ لیا اور چبانے لگا۔ لیکن فوراً ہی اس تلخی محسوس کر کے منہ بنایا اور تھوک دیا۔ دوسرے وحشی نے آگے بڑھ کر اسکا تھوکا تمباکو اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اور جب تیسرا وحشی تمباکو آزما رہا تھا تو اس وقت جرمی ان کی زیادتیوں سے محفوظ ہو چکا تھا۔ اب کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا چنانچہ وہ ہنس ہنس کر اپنی قمیض پتلون میں اڑس رہا تھا اور پٹکے کا بکسوا لگا رہا تھا۔

وہ تمباکو چباتے ہوئے وحشیوں کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی نے اس کا چاقو کھی ایک چیخ کے ساتھ جرمی نے اپنے چاقو پر ہاتھ ڈالا لیکن اس کے ہاتھ کی گرفت میں وہ آ گیا جو چاقو گھسیٹنا چاہتا تھا۔ جرمی نے دوسرے ہاتھ کی مٹھی بند کی اور اس کا گھونسا وحشی کلائی پر جڑ دیا۔ جنگلی کے لئے یہ بے حد معمولی بات تھی لیکن اسکی چیخ نے سلیٹر کو چو تھا اور اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پستول پر جا پڑا تھا چنانچہ جرمی کی چیخ اور پھر اس کی سے سلیٹر کے اس فوری رد عمل کا اثر یہ ہوا کہ جنگلی ایکدم سے اچھل کر پیچھے ہٹا' جھجکنے میں اپنا ڈنڈا بلند کیا اور جرمی پر چلا دیا۔

جرمی وحشی کی طرف دیکھ نہ رہا تھا البتہ اس نے خطرہ محسوس کر لیا تھا اور وہ وحش حملہ کرنے یا شاید اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک قدم دائیں طرف ہٹا ہی تھا کہ سلیٹر ایکدم سے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا اور اسے پیچھے گھسیٹ لیا۔ یہ سب ایک سیکنڈ بھی کم وقت میں ہو گیا۔ جنگلی کا ڈنڈا جرمی کی کھوپڑی پر پڑنے کے بجائے ہوا میں گھوم نتیجہ یہ ہوا کہ وحشی خود اپنے ہی زور میں آ رہا اور اپنا توازن کھو کر گھٹنوں کے بل اس

را کہ اس کا منہ سلیٹر کے پستول کی نالی کے عین سامنے تھا۔

سردار کے سامنے بیٹھا ہوا بیری ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس جنگلی کو جو پستول کی نالی میں ھ رہا تھا' پتہ ہی نہ تھا کہ سلیٹر کے بس لبلبی دبانے کی دیر تھی اور اس کے چہرے کے لاے اڑ جائیں گے۔ وہ سلیٹر کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا سلیٹر کی طرف دیکھ رہا اور کرا رہا تھا۔ ایک ہی سیکنڈ میں ہر بندوق کا گھوڑا چڑھ چکا تھا اور کشتی میں بار بر توپ کے یچھے تیار بیٹھ گیا تھا اور منہ ہی منہ میں گالیاں بک رہا تھا کیونکہ اب اس کے شکار اور آرگو لے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اور اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ ایسی کون سی ترکیب کتی ہے توپ چلانے کی کہ اس کا گولا صرف دشمنوں کے ہی چیتھڑے اڑا دے اور خود نے آدمیوں کو خراش تک نہ آئے چنانچہ توپ اس وقت تک محض بیکار تھی جب تک کہ د فام اور وحشی الگ نہیں ہو جاتے۔ تیل اور پانی کی طرح۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے" بیری نے سلیٹر کے قریب آ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس لہجے میں اضطراب تھا۔ اپنے کئے کرائے پر پانی پھر جانے کا خوف تھا۔

اس نے جرمی کی طرف اور پھر سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"اسے چوٹ تو نہیں آئی نا؟ بیری نے پوچھا۔

"یہ اس کی خوش قسمتی اور پھرتی تھی کہ بچ گیا" سلیٹر نے جواب دیا اور اب پہلی دفعہ وحشی پر سے نظریں ہٹائیں جو اس کے پستول کے سامنے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

بیری نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ کوئی ایسی حرکت کرنا نہ چاہتا تھا جو جزیرے والوں کو ن بنا دے اس کے باوجود اسے احساس تھا کہ اپنی کمزوری ظاہر کرنا بھی خطرناک تھا۔ اس سردار کے چہرے پر نظر ڈالی اور وہاں اسے جو جذبات نظر آئے وہ حوصلہ شکن تھے۔ تانہ جذبات تھے اور یہ تکبر نہ تھا بلکہ تحکمانہ جذبہ تھا۔ اس نے دوسرے وحشیوں طرف دیکھا۔ وہاں بھی اسے وہی جذبہ نظر آیا۔ برتری کا جذبہ۔

یری ابھی سردار کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ موخرالذکر نے گھوم کر ڈونگے کی طرف ھا اور اس کا ہاتھ ڈنڈے پر پھسل کر اس کی گرفت پر آ گیا۔ سفید فاموں نے فضا میں تناؤ تی کو دشمنی میں تبدیل ہوتے محسوس کیا۔ دفعتاً" سردار نے ایک زبردست قہقہہ لگا ی کو خوفزدہ کر دیا کیونکہ اس کا یہ قہقہہ شاید ایک اشارہ تھا۔ یکایک ہر شخص کی' سفید اں اور وحشیوں کی نظریں سردار پر مرکوز ہو گئیں۔ اور پھر اس وحشی نے' جو سلیٹر کے گھٹنوں پر گرا ہوا تھا' حرکت کی اور بیری نے چیخ کر کہا۔

"اپنی جگہ سے ہلو نہیں"

وہ جنگلی سمجھا نہیں کہ بیری نے کیا کہا البتہ یہ اس شخص کی آواز تھی جو حکم دے
تھا۔ وحشی نے بیری کا تحکمانہ لہجہ محسوس کرلیا اور وہ جہاں اور جس انداز میں تھا ا
منجمد ہوگیا۔

"ٹھیک ہے ساتھیو" بیری نے کہا "کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ابتک"

"اور یہ سالی حیرت انگیز بات ہے" پائن نے لقمہ دیا۔

"ہاں، شاید' لیکن نہ تو کوئی زخمی ہوا اور نہ ہی کسی کو چوٹ آئی اور آئندہ
لوگ محتاط رہیں اور ہمیں نقصان پہنچانے کا دل میں بھولے سے خیال بھی نہ لائیں ا
لئے میں انہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ وہ کسی قسم کی مہلک آگ سے کھیل رہے ہیں۔
بندوق چلانے جارہا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں جنگ کرنے والا ہوں۔
دیکھ! تمہاری کسی حرکت سے ان لوگوں پر ظاہر نہ ہو کہ ہم خوفزدہ ہیں۔ اور سلیٹر! خ
لئے اس جنگلی کو کوئی گولی نہ مارنا۔ کم سے کم ابھی نہیں۔ اس مشکل سے نکلنے کا بھی
ہے"۔

اور اب بیری سردار کی طرف گھوم گیا اور اپنی بندوق سردار کی طرف بڑھا کر ا
اس کی نالی اپنی طرف گھما کر مرنے کی ایکٹنگ کی۔ اس کی یہ ایکٹنگ اسقدر کامیاب
سردار نے اس کا مطلب سمجھ لیا البتہ اس نے بیری کو سب سے بڑا بیوقوف
جو زبردست ڈنڈوں اور جان لیوا تیروں کے مقابلہ میں اپنی مڑی ہوئی' پتلی اور بے ح
چھڑی کے گن ظاہر کررہا تھا۔ یہ سفید چمڑے والے جاندار دیوتا نہیں ہوسکتے۔ سردا
دل میں کہا۔ الایہ کہ دیوتا اب "لیالیا" تھے ابھی بیری اپنی بندوق کی خصوصیات ظاہر
کے لئے ایکٹنگ کر ہی رہا تھا کہ سردار آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا' اپنے آدمیوں کی
گھوم گیا اور ان سے کچھ کہا۔ اور ان سب نے قہقہہ لگایا۔ یہ فوری اور بے اختیار
تھی جس نے ان سب کو لوٹ پوٹ کردیا۔

بیری نے اپنی ایکٹنگ ترک کردی اور نیم باز آنکھوں سے سردار کی طرف دیکھ
سردار نے پھر کچھ کہا اور سلیٹر کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے وحشی کو سردار
دوسری بات اسقدر مضحکہ خیز معلوم ہوئی کہ زمین پر لوٹ گیا۔ سلیٹر ایک قدم پیچھے ہٹا
کو ایک طرف ڈھکیل دیا اور لوٹتے ہوئے وحشی پر پستول تان لی۔ یہ لوگ اب دشمنی
ہوئے تھے شاید۔ غالباً دھوکا دینا چاہتے تھے۔

سردار نے سفید فاموں کی طرف دیکھا۔ وہ خود اپنی بات سے محظوظ ہو رہا تھا او
کی چپٹی' سرخ ڈوروں والی آنکھیں ہنسی سے سکڑ گئی تھیں وہ بڑے وقار سے آگے

اور بندوق کی نالی پکڑ کر اسے اپنی طرف کرلیا اور مرنے کی ایکٹنگ میں بیری کی ایکٹنگ کی
نقل کرکے ظاہر کیا کہ وہ کیا چاہتا تھا۔ تب اس نے بندوق کی نالی کا سوراخ دیکھا اور اس
سے آنکھ چپکا کر نالی میں دیکھنے اور اپنے آدمیوں سے کچھ کہنے لگا۔

"صاب! لبلبی دبادو" پائین نے کہا "اڑادو اس بیوقوف سور کو"

سردار نے سر اٹھا کر پائن کی طرف دیکھا اور پھر بیری کی طرف گھوم کر بندوق کی نالی
کو۔ یوں ڈھکیلا کہ بوڑھا کپتان اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا' لڑکھڑایا اور گرتے گرتے بچا۔
چند سیکنڈ تک سردار بیری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا رہا اور پھر اس نے کچھ کہا۔
سارے والے پھر چیخ کر ہنسے' انہوں نے حقارت کے نعرے لگائے' اپنی رانوں پر ہاتھ
مارے اور زمین پر لوٹ گئے۔ لیکن ان کی یہ ہنسی ایسی خطرناک تھی کہ بیری نے سمجھ لیا کہ
اب اگر اس نے کچھ نہ کیا تو پھر معاملہ ختم ہوجائے گا۔ صرف بیری نے ہی نہیں بلکہ اس
کے تمام ساتھیوں نے بھی ایسا ہی محسوس کیا اور سلیٹر نے بندوق کا گھوڑا چڑھانے کی آواز
سنی۔

سردار بیری کے سامنے بیٹھ گیا۔ مارے ہنسی کے اسکا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ بیری نے مایوسی
سے چاروں طرف دیکھا۔ اسے کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جسے وہ اپنی بندوق کی گولی کا نشانہ
بنا سکتا۔

ایک بگلا سمندری جھیل کی طرف سے پرواز کرتا ہوا آیا' نیچا ہوا اور سمندر کے
کنارے ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ بیری نے اسے دیکھا اور سلیٹر نے کہا۔

"وہ کپتان" اس نے اس سردار کی طرف دیکھا جو بیری کے سامنے ریت پر پالتی مارے
اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا "بگلا"

"بہت دور ہے" بیری نے کہا"

اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا رکھ کر بگلے کی طرف دیکھا۔ فاصلہ واقعی زیادہ تھا۔ لیکن
خوف بیری کو مہمیز کررہا تھا۔ ان وحشیوں کا خوف۔ خود اپنی ناکامی کا خوف۔

"خدایا!" اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی "اپنے اس عاجز بندے کی مدد کر"

بگلے کی لمبی گردن کمان بن رہی تھی۔ جھک رہی تھی۔

زمین پر بیٹھا ہوا سردار بدستور بیری کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی گھبراہٹ دیکھ کر
مزا لے رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا تھا اور دوسرے میں سگریٹ کیس۔

بیری نے آہستہ آہستہ بندوق اٹھائی۔

اسے اپنے آپ پر بھروسا نہ تھا۔ اسے خوف تھا کہ وہ بگلے کو ایک سیکنڈ سے زیادہ زد

میں نہ رکھ سکے گا۔ وہ کشمکش و پیچ میں تھا۔ وہ ذرا ڈگمگا گیا اور ایک پاگل سکنڈ میں اسے
جگہ دو بگلے دکھائی دیئے جن میں سے ایک تو بندوق کی نالی پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ انتہائی [illegible]
سے وہ بندوق جھکانے ہی والا تھا کہ سنبھلا' شست باندھی' ایک لمبا سانس لیا اور
دبادی۔ نالی میں سبز شعلہ نکلا' بندوق گرجی اور اس کا دھکا بیری نے اپنے شانے پر محسوس
کیا۔

گولی بگلے کی ٹانگوں کے عین نیچے چٹان پر لگی۔ چٹان کے پرت کی کرچیاں اڑیں
بندوق کی گولی چٹان پر سے پھسل کر چٹان کی کرچیوں سمیت بگلے کے لگیں۔ پرندہ قلا
کھا کر ہوا میں اٹھا' اس کی گردن نصف کے قریب کٹ گئی تھی اور اس کا پر چٹان پر
گئے تھے۔ اور پھر پرندہ چکر کاٹتا اور خون ٹپکاتا زمین پر گرا اور تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

سردار کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا اور اس کا منہ کھل گیا۔ سگریٹ کیس اور ڈبیا
کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور وہ اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار وہ
اور بیری پر سے نظریں ہٹائے بغیر قدم بہ قدم لیکن الٹے پیروں ڈونگے کی طرف بڑھا۔
کے سپاہیوں کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔ خوف کی چیخوں کے ساتھ وہ [illegible] اسی سے بھا
کئی ایک افراتفری میں گرے لیکن دوسرے ہی لمحے اٹھ کر پھر بھاگے اور سلیٹر کے سا
بیٹھا ہوا وحشی' جو سفید فاموں پر جھپٹنے میں پیش پیش تھا' مارے خوف کے مفلوج ہو گیا
وہ خوف سے لرز رہا تھا اور رحم کی نظروں سے سلیٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سلیٹر نے اس
طرف نظر کی تو دیکھا کہ اس کا لنگوٹ بھیگ رہا تھا۔ سلیٹر کو اس پر رحم آ گیا۔ اس غریب
انتہائی خوف سے پیشاب خطا ہو گیا تھا۔ اور تب ڈونگے کی طرف سے شور ماتم اٹھا۔
انگیز طویل آواز۔ اسے سن کر سلیٹر کانپ گیا کیونکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عذاب
پھنسی ہوئی روحیں ماتم کر رہی ہوں۔

جزیرے والوں کے نزدیک یہ کوئی آرضی چیز نہ تھی۔ وہ آدمی جو ایسی چھریاں ا
پاس رکھتے ہیں جو فوری اور بھیانک موت اگلتی ہیں وہ فانی انسان نہیں ہو سکتے۔ اب
شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ یہ سفید رنگت والے دیوتا ہی تھے۔ سب سے بلند تھے
سے اعلیٰ تھے۔ ان کا احترام لازم تھا۔ ان سے ڈرنا ضروری تھا کیونکہ کیا پتہ ابھی اور
کون سے اور کیسے کیسے جادو ہوں ان کے پاس۔

پانچواں باب

سلیٹر جزیرے والوں کو ڈونگے کی طرف بھاگتے دیکھ رہا تھا۔ وہ ماتم کرتے اور چیختے
چلاتے بڑی افراتفری میں ڈونگے میں چڑھ رہے تھے جبکہ پارکون نے ایکدم سے گھبرائی
ہوئی آواز میں کہا۔

"مسٹر سلیٹر! کپتان صاب کی خبر لو۔ گر گئے ہیں وہ"۔

سلیٹر نے ایکدم سے گھوم کر اس طرف دیکھا۔ بیری اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ بندوق
اس کے نیچے دبی ہوئی تھی اور اس کا ایک گال ریت پر ٹکا ہوا تھا۔ اس تک پہنچنے میں
ڈوکل اور پارکون سلیٹر سے صرف ایک قدم پیچھے تھے۔ ان سب نے مل کر بوڑھے کپتان کو
چت کیا اور اٹھا کر بٹھا دیا۔ اس کے پسینے سے تر گال اور گلے پر ریت چپکی ہوئی تھی'
آنکھیں بند تھیں اور ڈاڑھی بھی ریت میں لتھڑی ہوئی تھی۔ اس کا سر ڈھلک گیا اور منہ
کھل گیا۔

"میرے خدا!" پارکون نے کہا' کپتان کا چہرہ تو دیکھو!"

"پانی۔ پانی کی ضرورت ہے انہیں" ڈوکل نے کہا۔

"تو کشتی میں سے لے آؤ" سلیٹر نے کہا اور جب ڈوکل پلٹ کر جانے لگا تو اس نے
مزید کہا" اور باربر سے کہو کہ وہ کشتی لا کر کنارے سے لگادے اور لیڈ۔ پٹر اور ایلیسا ہاکن کو
نشستیں صاف کرنے اور چپو تیار رکھنے کے کام پر لگادو"۔

"ان کے چہرے کو کیا ہو گیا صاب؟" سلیٹر واپس بیری کی طرف متوجہ ہوا تو پارکون نے
پوچھا۔

"میں تو سمجھتا ہوں کہ لقوہ مار گیا ہے" پائن نے جواب دیا جو وہاں آ گیا تھا۔

"تم لوگ ذرا ہٹ جاؤ۔ سلیٹر نے ملاحوں سے کہا جو ہجوم کر آئے تھے" کپتان کو ہوا
لگنے دو ذرا۔ اور دیکھو' ہمارے اور ڈونگے کے بیچ میں کھڑے ہو جاؤ تاکہ انڈینوں کو پتہ نہ
چلے کہ یہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ اگر انہیں شک ہو گیا ذرا سا بھی تو خدا جانے کیا ہو جائے۔
پارکون! کپتان کی قمیض کے بوتام کھولو۔

سلیٹر بیری کے پیچھے اسے سہارا دے کر بیٹھ گیا اور پارکون نے کپتان کے کوٹ کے
بوتام کھول لئے۔

"مسٹر سلیٹر! کس چیز نے کپتان کا چہرہ مروڑ کر ایسا بگاڑ دیا؟"
پارکون نے کپتان کی قمیض کے بوتاموں سے کشتی لڑتے ہوئے پوچھا۔

"آج صبح سر پر جو چوٹ لگی ہے نا اس کا اثر ہے"۔

"میرے خدا"۔

"ٹھیک ہو جائیں گے پاپر کون۔ فکر نہ کرو' دراصل انہیں آرام کی سخت ضرورت ہے"۔

"اب آرام کرنے کا یہ سالا اچھا وقت پسند کیا ہے" پائن نے کہا۔ سلیٹر نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

"مورگن!" سلیٹر نے جلدی سے کہا "سرسری طور پر دیکھ کر بتاؤ کہ انڈین کیا کر رہے ہیں۔ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ انہوں نے کپتان کو گرتے دیکھا ہے یا نہیں......ارے بھئی' تم سب کے سب مت دیکھو اس طرف صرف مورگن کو دیکھنے دو"۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے صاب' مورگن نے اپنی دھیمی اور کھڑکھڑائی آواز میں کہا "کہ وہ لوگ یہاں سے بھاگ جانا چاہتے ہیں لیکن ڈرتے ہیں"۔

"ڈرتے ہیں؟"۔

"ہاں صاب' مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے" ڈے نے کہا۔

"میں نے تم سے نہیں پوچھا ڈے۔ مورگن سے پوچھا ہے"۔

"ہاں' مسٹر سلیٹر" مورگن نے کہا "معلوم ایسا ہی ہوتا ہے۔ چند جنگلی اس طرف دیکھ رہے تھے اور چند کشتی کو دیکھ رہے ہیں بے حد سہمے ہوئے ہیں سالے"۔

"کشتی کے قریب سے گزرنے کے خیال سے ہی خوفزدہ ہیں" ڈے نے کہا۔

"میں تو بلکہ کہوں گا کہ سناٹے میں آگئے ہیں" مورگن بولا۔

ڈوکل ٹونٹی دار پانی کا ظرف لے کر آگیا تو سلیٹر نے بیری کو پیچھے سے اٹھا کر سیدھا بٹھا دیا اور ڈوکل نے برتن کپتان کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ تھوڑا سا پانی بیری کی چھاتی پر بہہ گیا اور تھوڑا سا اسکے حلق تک گیا۔ اور تب بیری نے آنکھیں کھول دیں' چند بڑے بڑے گھونٹ لئے اور پھر کسی بھی سہارے کے بغیر سیدھا بیٹھ گیا۔

"کیسی طبیعت ہے کپتان؟ سلیٹر نے پوچھا"۔

"خدا جانے کیا ہو گیا تھا مجھے سلیٹر! کچھ پتہ ہی نہ چلا" بیری نے کمزور آواز میں کہا۔

"بیٹھے رہو آرام سے' ایک دو منٹ میں طبیعت بحال ہو جائے گی"۔

"وہ انڈین' یہیں ہیں یا بھاگ گئے؟" بیری نے چاروں طرف دیکھا۔

"نہیں بھاگے تو نہیں لیکن۔ گھبرا گئے ہیں"۔

"کہاں ہیں؟"۔

"اپنے ڈونگے میں"۔

اور بیری نے ڈونگے کی طرف دیکھا۔

"بہتر ہوگا کہ ہم ان کے پاس چلیں' وہ بولا" انہیں یوں جانے دینا مناسب نہیں "آہاں' اب یاد آیا" اس نے سر ہلا کر معذرت خواہ انداز میں اضافہ کیا "ایک پرندے پر گولی چلائی تھی میں نے"۔

اور اب سلیٹر نے دیکھا کہ بیری کا منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ اس کا دایاں کونا پیچھے کی طرف کھنچ گیا تھا اور اس کی دائیں آنکھ کی نچلی پلک بھی نیچے کی طرف اس طرح کھنچ گئی تھی کہ اس کے پیچھے کی سرخ جھلی نمایاں ہو گئی تھی۔

"ہم' ہم' ہمیں انڈینوں کو بتانا ہے کہ انہیں کوئی ضرر پہنچانا نہیں چاہتے"۔ بیری نے کہا" بندوق سے سہم گئے ہیں وہ لوگ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔ میرے خیال میں جزیرے والے نرے گدھے ہیں اور یہ بڑی بدقسمتی ہے"۔

اور یہ کہہ کر وہ کھڑا ہونے لگا۔ سلیٹر اور ڈوکل نے لپک کر اسے سہارا دیا۔

"بکریاں ہیں بالکل' ڈرپوک' ایکدم ڈرپوک' لیکن ہم کیا کرتے مجبور تھے۔ خود انہوں نے اپنی حماقت سے مجھے بندوق چلانے پر مجبور کیا۔ بہرحال اب ہمیں ان کی دوستی حاصل کرنی ہے۔ ہمارا وہ خوف' جو ان کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے' دور کرنا ہے۔ مسٹر سلیٹر! یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ہم ان کے دوست ہیں انہیں کیا دیا جائے۔

"آہنی میخیں؟"۔

"بالکل۔ کام چل جائے گا"۔

"ڈے! زائد کیلیں ہیں ہمارے پاس؟"۔

"بہت ہیں صاب۔ ضرورت سے زیادہ ہیں" ڈے نے جواب دیا "جب میں کشتی میں لادنے کے لئے سامان الگ کر رہا تھا تو میں نے اپنے آپ سے کہا......

"تھوڑی سی لے آؤ ڈے" بیری نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"بڑی یا چھوٹی؟"۔

"بڑی۔ یہی ایک درجن"۔

خوف صلح صفائی کی ناپائیدار بنیاد ہوتی ہے کیونکہ اس میں وہ ابتدائی اجزا نہیں ہوتے ستی کے لئے اشد ضروری ہیں۔ چنانچہ ایک گھنٹے کی متواتر کوششوں کے بعد جزیرے والے یہ سمجھ پائے کہ یہ سفید فام اپنی موت برسانے والی خوفناک چھڑیاں ان پر استعمال نہیں چاہتے بری طرح سے گھبرائے ہوئے اور خوف سے کانپتے ہوئے وحشیوں کو والے آخرکار ساحل پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ خود سلیٹر نے سردار کو ڈونگے میں

سے اپنی گود میں اٹھایا اور لاکر بیری کے قریب بٹھا دیا۔ اور اب آرگو والے جزیرے وال
کے درمیان گھوم رہے تھے۔ اور چاقو' دیا سلائی کی ڈبیاں' پائپ اور ہر وہ چیز جو ان
جیبوں میں تھی انہیں دکھا رہے تھے۔

اور سفید فام نیچیوں کے ہتھیاروں کو دیکھ رہے اور ان کی کاریگری پر حیرت کر ر
تھے۔ کئی ڈنڈوں پر بے حد نفیس نقش ونگار کندہ تھے اور کئی ڈنڈوں میں موتی بنانے و
سلپیں جڑی ہوئی تھیں۔ دوسرے ڈنڈے' جنہیں' جیسا کہ سیلٹر نے اندازے سے معا
کیا "واکا" کہتے تھے نیم پختہ درخت کے نامکمل تنے تھے۔ اور سفید فاموں نے ان
ڈونگے کا معائنہ کیا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انہیں کسی طور یقین نہ آتا تھا کہ اتنا
اور حیرت انگیز ڈونگا لوہے یا فولاد یا کسی دھات کے استعمال کے بغیر بنایا جاسکتا ہے۔ لیے
سفید فاموں کو تلاش کے باوجود نہ تو ڈونگے میں اور نہ ہی ہتھیاروں میں کسی قسم کی دھا
نظر آئی۔ اور اگر سفید فاموں کو اس ڈونگے کی "رسم افتتاح" کی تفصیلات کہیں معلوم
جاتیں تو وہ مارے حیرت کے بت بن جاتے۔ وہ جانتے نہ تھے کہ جب یہ ڈونگا بن کر
ہوگیا تو اس کے مقام تعمیر سے لب آب تک پچاس سپاہیوں کو ایک دوسرے کے پہلو
لٹا دیا گیا اور ڈونگے کو ان کے جسموں پر سے دھکیل کر سمندر میں ڈالا گیا اور یہ کہ اس
بعد پچاس ہی' واکا دوری نی وانا"۔ یعنی مستول کھڑا کرنے والے کو اسی وقت ذبح کرکے
کے گوشت سے ضیافت اڑائی گئی جب ڈونگے کا مسول اور بادبان پہلی دفعہ بلند کیا گیا او
جب پہلی دفعہ بادبان اترا گیا تو اس وقت بھی اتنے ہی آدمی ذبح کرکے کھائے گئے۔ ا
وقت آرگو والوں کو یہ باتیں معلوم نہ تھیں چنانچہ وہ صرف ڈونگے کی کاریگری پر ہی حیر
کر رہے تھے۔ انہیں کیا معلوم ان ابلیس کے فرزندوں نے کیسی وحشت برپا کی تھی۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے" پارکون نے کہا "کہ تم جتنا زیادہ انہیں خوفزدہ کروگے یہ لو
اتنے ہی زیادہ شریف بن جائیں گے"۔

اور پارکون نے یہ غلط نہ کہا تھا کیونکہ وہی وحشی جو ایک گھنٹہ پہلے دیدہ دلیر' مغرو
گھمنڈی اور خطرناک تھے اب ایسے مخلص' فرمانبردار اور خاکسار بن گئے تھے کہ یقین نہ
تھا۔ سیلٹر کے لئے یہ ایک سبق تھا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ سبق یاد رکھے گا۔

"سب سے بڑھ کر یہ" بیری نے کہا "کہ ان پر ظاہر کردو کہ ہم انہیں کوئی نقصان پہ
نہیں چاہتے بشرطیکہ یہ لوگ ہمارا احترام کرتے رہیں۔ جواب میں ہم بھی ان کا احترام ملح
رکھیں گے"۔

سیلٹر نے بیری کو محدب شیشہ یاد دلایا۔ جری کو حکم دیا گیا اوار اس نے خشک

ٹہنیاں اور خشک پتے لاکر ڈھیری بنادی۔ بیری نے محدب شیشہ اس ڈھیری پر پکڑ رکھا۔ چند
لمحوں بعد ہی اس میں دھواں اٹھا اور پھر ٹہنیاں اور پتے سلگ اٹھے جزیرے والے گھبرا کر
کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔

"ایسا! ایسا کیا" وہ چلائے۔

اور حیرت سے اس آگ کی طرف دیکھنے لگے جو سفید دیوتا سورج میں سے نکال لائے
تھے۔

اب سیلٹر نے دونوں ہاتھوں کی روک بناکر اس سے پانی پینے کی نقل کی اور یوں
جزیرے والوں سے پانی طلب کیا۔ نیچین دوڑ گئے اور ڈونگے میں سے پانی بھرے نیلے ناریل
لے آئے اور کلہاڑوں سے انہیں توڑ کر آرگو والوں کی طرف بڑھا دئے۔ وہ لوگ ناریل کا
پانی پی چکے تو جزیرے والوں نے ناریل کھول کر انہیں بتایا کہ ان میں کا سفید گودا کس طرح
نکال کر کھایا جاتا ہے۔

سہ پہر نصف سے زیادہ گزر چکی تھی جب وہ سب لوگ اس دوسرے جزیرے کی
طرف روانہ ہوئے جسے انہوں نے چٹان پر سے دیکھا تھا۔ بیری اور دو تین دوسرے' جن
میں جری اور پادیل بھی تھے' ڈونگے میں سوار تھے۔ کشتی' جس کو سامان منتقل کرکے ہلکا کردیا
گیا تھا' اب بھی ڈونگے کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکتی تھی۔ راستے میں بیری اپنی
باتوں اور دوسری ترکیبوں سے سردار کا دھیان بٹا رہا تھا کہ کشتی اور ڈونگے میں فاصلہ
بڑھنے نہ پائے۔ ڈونگا اور کشتی بھی اتھلے پانی کے ایسے بڑے بڑے پیوندوں پر سے گزری
جہاں تہہ صاف نظر آرہی تھی اور کانچ جیسے شفاف پانی میں بے شمار مچھلیاں تیر رہی تھیں۔
انہوں نے شارک مچھلیوں کا ایک جوڑا بھی دیکھا جو ایسی تیزی سے ادھر سے ادھر تیر گیا کہ
نظر بھی ان کی رفتار کا ساتھ نہ دے سکی۔ بلکہ جو کچھ انہیں دکھائی دیا وہ چمکتی ہوئی دھندلی
سی معلوم ہوئی۔ شفاف پانی کی گہرائیوں میں مونگے کی چٹانیں لرزتی رہی تھیں اور
سورج کی شعاعوں کی وجہ سے "ہاں" گہرائیوں میں' رنگوں کا ایک طوفان سا نظر آرہا تھا اور
کچھوے اور دوسرے جل تھلئے مونگے کی چٹانوں پر پڑے دھوپ کھا رہے تھے۔ بگلے اور
مرغابیاں اور دوسرے رنگین آبی پرندے سطح پر ابھری ہوئی چٹانوں پر ادھر ادھر بھاگ رہے
تھے اور اپنی لمبی لمبی گردنوں کو کمانوں کی طرح موڑ کر پھر چونچ کو ایکدم سے پانی میں ڈبا کر
شکار پکڑ رہے تھے۔ اور چھوٹے چھوٹے بے شمار پرندے فضا میں چکر کاٹ رہے تھے۔
کبھی کوئی پرندہ اپنے بازو سمیٹ کر بے جان پتھر کی طرح بلندیوں پر سے گرتا' پانی میں گر کر
غوطہ زن ہو جاتا اور دوسرے ہی لمحے پر پھڑپھڑاتا باہر آتا تو اسکی چونچ میں مچھلی تڑپ رہی

ہوتی۔

زیادہ وقت نہ ہوا تھا کہ وہ خشکی کے قریب تھے۔ ایک راس تھی جو سمندر میں دور تک در آئی تھی اور پھر یہ راس ننگی نہ تھی بلکہ بے حد سایہ دار تھی اور اس کے دائیں بائیں چمکتے ہوئے ریت کا ساحل تھا۔ پس منظر میں ڈھلان تھی۔ یہ جزیرہ تھا جو بتدریج بلند ہوتا چلا گیا تھا اور مختلف قسم کے گنجان نباتات سے پر تھا' ناریل اور تاڑ کے پیڑوں کے پتے دھوپ میں چمک رہے تھے۔ جزیرے کے اس پہلو پر' جو ہوا کے رخ سے پرے تھا' دھوپ کی تمازت زیادہ تھی اور اس طرف سمندری جھیل کا پانی۔ زردی مائل نیلا اور حیرت انگیز حد تک شفاف تھا۔

"ایں صاب! تمہارے خیال میں کتنے دنوں تک ہمیں اس جزیرے پر رہنا پڑے گا؟"
پائن نے پوچھا۔

وہ کشتی کے ماتھے کے قریب بیٹھا چپو چلا رہا تھا۔ ڈوئل عین ماتے پر بیٹھا ہوا تھا۔ سلیٹر نے پہلے پائن اور پھر ڈوئل کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ یہ پائن نے ڈوئل کو تو مخاطب نہ کیا تھا؟ پائن اپنے عین سامنے' یعنی ولکن سن کی پیٹھ پر دیکھ رہا تھا جو اس سے آگے بیٹھا چپو چلا رہا تھا۔ ڈوئل نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ انگلی تک نہ ہلائی چنانچہ سلیٹر نے کہا۔

"اس وقت تک جب تک کہ ہماری کشتی پر مستول اور بادبان وغیرہ نہیں لگ جاتے اور وہ سفر کے لئے تیار نہیں ہوجاتی اور تم جانو اسکا انحصار خود ہم پر ہے"

پائن کا سوال بے حد شائستہ اور فطری تھا اور سلیٹر نے اپنے لہجے کو پرسکون اور آواز کو حتیٰ الامکان قابو میں رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن خود اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا تھا۔ وہ اس ناکامی کی وجہ سمجھ نہ سکا تھا تاہم اتنی بات تو صاف تھی کہ وہ پائن سے ڈرتا تھا۔ پائن پست قامت اور گٹھے ہوئے جسم کا آدمی تھا جس کا سر مضبوط اور آگے کو اکا ہوا تھا اور اس کے کندھوں میں خم تھا چنانچہ وہ جھک کر چلتا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں میں دھنسی ہوئی تھیں اور ان میں ایسی صنوتھی اور ان سے یہ بات ایسی عیاں تھی کہ پائن دھن کا پکا ہے۔ سلیٹر کو احساس تھا اور شدت سے تھا کہ پائن ایک بے حد خطرناک دشمن ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس بدنصیب کا اپھر خدا ہی حافظ ہو سکتا تھا جس کا دشمن پائن بن جائے۔ پائن ہوشیار اور ذہین نہ تھا۔ یہ مقام سلیٹر نے لائٹ یا ایک حد تک مورگن کو دے رکھا تھا۔ البتہ کنوار کا لٹھ تھا۔ بے حد اکھڑ اور بدزبان جو اپنے جذبات پر نہ تو قابو رکھ سکتا تھا اور نہ ہی انہیں دبانے یا چھپانے کی قابلیت ... اس میں تھی۔ زبان کا وہ پھوہڑ تھا اور بے حد بداخلاق' بدتمیز اور گستاخ' بقول بیری۔ ایسا من موجی بدمعاش میں نے

پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے ساتھ کسی بندرگاہ پر اترنا یا کسی شہر میں گھومنا اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسانا ہے"۔

"میں تو اب بھی کہوں گا کہ یہ ہم مناسب نہیں کررہے" پائن نے چپو کا دوسرا ہاتھ چلانے کے بعد کہا۔

"ہر آدمی کو جیسا بھی وہ سمجھے ویسا سمجھنے اور کہنے کا حق ہے پائن"۔

سلیٹر نے کہا "لیکن اس طرح اسے بار بار ایک ہی بات کہنے کا یا اپنا خیال دوسروں پر ٹھوک بٹھانے کا حق نہیں مل جاتا۔ کپتان بیری نے ایک فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے پر عمل کرنا' اس کا احترام کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور اب تک کپتان بیری کا فیصلہ کامیاب رہا ہے اور ان کی تجویز پر عمل کرکے اس وقت تک تو ہم نے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ کپتان نے کہا تھا کہ وہ ان وحشیوں کو اپنا دوست بنالیں گے اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ کر دکھایا ہے۔ چنانچہ پائن! تمہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ تمہارا کپتان اتنا ہوشیار اور دانا ہے۔ اور ہم سب کی بھلائی چاہتا ہے ورنہ میں نے ایسے خودغرض اور ظالم کپتانوں کے ماتحت کام کیا ہے کہ تم ایک منٹ نہ ٹک سکتے"۔

"سچ کہتے ہو مسٹر سلیٹر" باربر نے کہا "میں تو بھائی اپنے کپتان کے ساتھ ہوں"۔

چند ملاح بھنبھنائے ضرور لیکن کسی نے کچھ کہا نہیں۔ پائن چپو چلاتا رہا۔ سلیٹر کی تقریر نے اس پر کوئی اثر نہ کیا تھا۔ وہ چکنا گھڑا تھا جس پر سے ہر بوند پھسل جاتی تھی۔

پانچ منٹ تک وہ چپو چلاتے رہے۔ پھر باربر نے اپنا ہاتھ روک دیا' چپو سطح سے اوپر اٹھایا' سر گھما کر کشتی کے ماتھے سے پرے دیکھنے لگا اور پھر سر اٹھا کر "سوں' سوں کرکے ہوا میں سونگھنے لگا اور پھر سر گھما کر چپو چلانے لگا۔

"سام باربر تمہارے چہرے پر ناک ہے گویا" سلیٹر نے کہا۔

"ہاں' ہے صاب' ضرور ہے' میرے بقیہ عضوؤں کی طرح ہے۔ یعنی کافی بڑی ہے اور دور سے بھی ہر بو کو سونگھ لیتی ہے۔"

"تو تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو مسٹر سلیٹر کہ یہ سالے وحشی ہمارے لئے کیا کھانا تیار کررہے ہیں؟ کھانے کے متعلق سوچ رہے ہونا؟"
مورگن نے پوچھا۔

"نہیں جونی' سلیٹر صاب ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہے" باربر نے کہا "بلکہ میری طرح وہ بھی اس بو کے متعلق سوچ رہے ہیں جو اس جزیرے کی طرف سے آرہی ہے۔ کیوں نا صاب"

"تم سچ کہہ رہے ہو باربر" سلیٹر نے جواب دیا۔

"اور یہ ایک انوکھی بو ہے جو میں سونگھ رہا ہوں۔ نمی اور رطوبت کی بو" مورگن نے کہا۔

"چٹان کی چوٹی پر سے جب ہم نے جزیرے کو دیکھا تھا تو ہم نے یہی کہا تھا۔ ہے نا سلیٹر صاب؟" ولکن سن نے جلدی سے کہا "ہم نے کہا تھا کہ جزیرہ مرطوب معلوم ہوتا ہے اور کپتان نے کہا تھا کہ دلدلی ہے"

"ہاں، کہا تھا ولکسن" سلیٹر بولا "اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ اندازہ غلط نہیں ہے"۔

"اور جہاں رطوبت اور دلدل ہوتی ہے.... نجار لازمی ہے" پائن نے کہا اور سر گھما کر خشکی کی طرف دیکھا" اور دوسری بات، رطوبت مکھیاں اور مچھر پیدا کرتی ہے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ چنانچہ یہاں مچھروں کا عذاب ہوگا۔"

"بلکہ شاید اس سے بھی بڑا عذاب، باربر نے کہا۔

عین اس وقت ڈوکل نے کشتی کے ماتھے پر سے کہا۔

"دائیں طرف موڑ دو۔ دائیں طرف۔ آگے مونگے کی چٹان ہے۔ آہستہ آہستہ۔ احتیاط سے"

اس کے بعد ان لوگوں میں کوئی بات چیت نہ ہوئی یہاں تک کہ ساحل پر کے زرد ریت کے قریب پہنچ گئی۔ سلیٹر نے احکامات جاری کئے اور چپو چلانے والوں کے چھ ہاتھ ہی چلائے تھے کہ کشتی ساحل پر تھی۔ ان سے کوئی سو گز دور اور بائیں طرف ڈونگا بھی ساحل سے لگ چکا تھا۔ سلیٹر نے کھڑے ہو کر ڈونگے کی طرف دیکھا۔ بیری ڈونگے کے ماتھے پر منتظر کھڑا تھا کہ سردار گھاٹ پر اتر جائے تو اس کے بعد وہ خود اترے اور اترنے سے پہلے بیری نے گردن گھما کر کشتی کی طرف دیکھا۔ صرف ایک سیکنڈ کے لئے اور سلیٹر کپتان کے چہرے کی جھلک ہی دیکھ سکا۔ لیکن اس ایک جھلک نے بھی اسے چونکا دیا۔ کیونکہ وہ چہرہ اس آدمی کا تو تھا ہی جو کرب میں مبتلا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اس کا چہرہ بھی تھا جو چند گھنٹوں میں ہی عمر میں کئی برس بڑھ کر بے حد بوڑھا ہو گیا تھا۔

چھٹا باب

مسحور کن منظر تھا وہ۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جزیرے نے اپنی کل آبادی کو ساحل پر اگل دیا ہو۔ بوڑھے [illegible] عورتیں شور مچاتے ساحل پر بھاگے چلے آ رہے تھے۔ وہ کشتی کی طرف اور سفید فاموں [illegible] اشارے کر رہے تھے، ہاتھ ہلا رہے تھے اور چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔ کچھ [illegible] چوتھائی ڈھلان سے آگے نہ اتر سکے۔ وہ بھاگتے ہوئے ایک دم رکے، خوف کے [illegible] ایک دو سیکنڈ تک کھڑے رہے، پھر پلٹے اور جتنی تیزی سے بھاگ کر آئے تھے انہی [illegible] تیزی سے واپس بھاگے۔ دوسرے آدھی ڈھلان اتر کر رک گئے اور وہیں کھڑے [illegible] کچھ چڑبڑ کرنے لگے۔ چند لوگ جو زیادہ دلیر تھے آگے بڑھ آئے اور ڈونگے والوں [illegible] تو جواب ملا کہ یہ سفید فام دیوتا تھے۔

"[illegible] سوبو" بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔

[illegible] آواز حیرت، خوشی اور خوف کے ملے جلے جذبات کی ایک زبردست پھنکار سی تھی۔

[illegible] اس حیرت زدہ اور خوفزدہ بھیڑ کے درمیان ان کا سردار تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ [illegible] ہوئے تھا اور ان سے خاموش ہو جانے کو کہہ رہا تھا اور پھر اس نے انہیں بتایا [illegible] یہ سفید فام دیوتا تھے لیکن انہیں کوئی نقصان پہنچانے نہ آئے تھے حالانکہ یہ [illegible] گرج سے مسلح تھے اور یہ گرج ایسی تھا کہ بہت دور سے اور پلک جھپکتے میں کسی [illegible] کی جان لے سکتی تھی۔

[illegible] اب سفید فاموں نے پہلی دفعہ جزیرے کی عورتیں دیکھیں، اور وہ مرد دیکھے جو [illegible] بوڑھے اور بچے۔ صرف چند عورتوں نے گھاس یا کسی درخت کی چھال کے [illegible] سے پہن رکھے تھے۔ ان کی کمر سے بے حد خوبصورت بنے ہوئے پٹکے یا کمر [illegible] ہوئے تھے جن کے نچلے سرے سے رنگین ریشوں کی جھالریں لٹک رہی تھیں [illegible] بیچ میں، ناف کے ٹھیک نیچے ریشوں کا ہی ایک گچھا سا تھا جو اکثر عورتوں [illegible] کے نیچے تک لٹک رہا تھا اور بقیہ کے گھٹنوں کے اوپر ختم ہو جاتا تھا۔ پٹکے کے [illegible] رنگین جھالریں لٹک رہی تھیں وہ تین انچ موٹی اور اتنی ہی یا اس سے کچھ [illegible]۔ کئی ایک کے اسکرٹ تقریباً سفید تھے، کئی ایک کے کھتی اور کئی ایک کے [illegible] یہ سکرٹ، سلیٹر نے دیکھا، مختلف قسم کے پارچوں سے بنائے گئے تھے۔ کئی [illegible] بال، مردوں کی طرح ہی، عجیب طرز سے بنائے گئے تھے لیکن کئی ایک کے بال

بالکل ہی مختلف قسم کے تھے۔ ان میں کوئی بل نہ تھا' کوئی چوٹی نہ تھی اور کوئی گتھی تھیں۔ سلیٹر نے دیکھا کہ لمبی زلفوں والی عورتوں کی رنگت بھی دوسری عورتوں کے مقا میں کھلتی ہوئی تھی۔

اکثر عورتوں نے اپنے جسم رنگ رکھے تھے اور ان رنگوں میں ہلدی کا رنگ نما تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رنگ انہیں مرغوب تھا۔ اور ساری ہی عورتوں نے سیپ کوڑیوں' مچھلی کے دانتوں یا ہڈیوں کے زیورات پہن رکھے تھے۔ البتہ بازو بند اور گلے پڑے ہوئے طوق ایک جیسے تھے۔ طوق' موتی بنانے والی سیپوں کے تھے اور اکثر سوپ قاب جتنے بڑے تھے اور جب عورتیں چلتی تھیں یا ادھر سے ادھر گھومتی تھیں تو یہ چمک کر نظر کو خیرہ کردیتے تھے۔ چند عورتوں کے کان چھدے ہوئے تھے اور ان کوڑیاں لٹک رہی تھیں۔ یہ کوڑیاں انہوں نے پٹ سن کی قسم کی پتلی رسی کے ٹکڑوں چھدی ہوئی لوؤں سے باندھ دی تھیں۔ کئی ایک عورتوں کی لوؤں کے چھید اتنے بڑے کہ انھوں نے بڑی بڑی کوڑیاں ان میں پھنسا دی تھیں۔

کئی بوڑھی عورتوں کی پیٹھ پر' کسی نکیلی چیز سے' ہم مرکز دائرے بنائے گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر دندانے دار لکیریں گودی گئی تھیں۔ ان کی انگلیوں پر بھی ایسے ہی دند دار گودنے تھے اور ان کے منہ کے اردگرد بھی جامنی رنگ کے گودنے تھے اور سلیٹر خصوصیت سے دیکھا کہ مردوں کی طرح قریب قریب ہر عورت کی ایک ایک انگلی غا تھی۔ سارے ہی بچے۔ دس گیارہ سال کی عمر تک کے لڑکے اور لڑکیاں بھی بالکل ; تھیں۔ اور اب حیرت زدہ ہونے کی سفید فاموں کی باری تھی۔

وہ سب کے سب کشتی اور ڈونگے کے بیچ میں ساحل پر جمگھٹا بنائے کھڑے تھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس وحشیانہ نمائش کو' رنگے ہوئے برہنہ جسموں کو دیکھ رہے اور بہت دیر تک ان کی قوت گویائی سلب رہی۔ ولکن سن پہلا آدمی تھا جس کی قوت گ سب سے پہلے عود کر آئی۔

"یہ تو سالے عجیب قسم کے انسان ہیں" وہ بولا' اس کی آواز میں حیرت تھی' اگر انہیں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ رہا ہوتا بلکہ کوئی ان کے متعلق مجھے بتا رہا ہوتا تو میں ا یقین نہ کرتا اور اسے جھوٹا کہتا۔ کمال ہے' سالی دنیا عجائبات سے پر ہے"۔

"سچ کہتے ہو یار" ایلیسا ہاکن نے کہا' لیکن ان میں چند عورتیں خاصی خوبصو ہیں۔

"ارے بس کرو یار ہاکن' باربر نے اس کی طرف دیکھے بغیر مسکرا کر کہا" یہ عو

ہیں تو پسند نہ کریں گی۔

"کیا خرابی ہے مجھ میں؟ ہاکن نے باربر کی اس چوٹ سے جوش میں آکر کہا۔" میں تم میں سے اکثروں سے زیادہ خوبصورت ہوں۔ کیا سمجھے؟"۔

"تو پھر کون سی پسند آئی تمہیں؟ وہ جو وہاں۔ دور کھڑی ہے؟"۔

باربر نے ایک خوبصورت لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو ذرا دور پر اس طرح کھڑی ہوئی تھی کہ مارے حیرت کے اس کا منہ کھل گیا تھا اور آنکھیں حلقوں سے نکل پڑ رہی تھیں۔

"وہ تو بھئی میرے کام کی ہے" مورگن نے کہا اور لڑکی کا حسن دیکھ کر وہ بھی اتنا ہی حیرت زدہ رہ گیا جتنی کہ خود وہ لڑکی سفید فاموں کو دیکھ کر حیرت سے بت بن گئی تھی۔ یا پھر لڑکی جو اس کے پیچھے کھڑی ہے۔ میں تو کہوں گا کہ دونوں لڑکیاں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ حاصل جزیرہ ہیں گویا"۔

"لیکن اس کے متعلق کیا کہتے ہو وہ جو آگے کھڑی ہے؟" ڈے نے پوچھا "کیا لڑکی ہے یارو۔ میری طرف سے اسے اجازت ہے کہ جو چاہے میرے بستر میں شریک ہو سکتی ہے۔ دیکھا تم نے اسے۔ پکی ہوئی رس بھری ہے بالکل۔ بس ہاتھ بڑھاؤ اور توڑ لو"۔

"ہائے ہائے دوستو! یہ تو خواب کی دنیا ہے جیسے۔ ملاح کے بے حد خوبصورت خواب کی حد سے بے حد خوبصورت تعبیر ہے۔" ...ر نے کہا اور اپنا سر یوں جھٹکا جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ حقیقت ہے۔

"سچ کہنا یارو تم نے کبھی خواب میں بھی سوچا تھا کہ قسمت تمہیں ایسے برہنہ حسن کے جھرمٹ میں پہنچا دے گی؟ ارے جس طرف بھی نگاہ کرو کوئی چیز یا تو تمہاری طرف اٹھی ہوئی یا ...ی ہوئی نظر آجائے گی۔ ہائے یہ دنیا تو بڑی خوبصورت جگہ ہے یارو"۔

"لڑکیوں کی بہ نسبت یہ قیامت کی اٹھانیں ہیں جو میرا دل گد گدا رہی ہیں۔ تم تو یار دیکھتے رہو اور اٹھانوں کا نظارہ میرے لئے چھوڑ دو"۔

"ہاں' کیا نظر نواز نظارے ہیں" پائن نے کہا۔ اور باربر پائن کی طرف گھوم گیا۔

"پائن! تم تو اس جزیرے پر اترنے کے خلاف تھے اور چاہتے تھے کہ ہم فوراً کشتی لے کر فرار ہو جائیں"۔

پائن نے گھور کر باربر کی طرف دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔

"یار! ان کے بدن پر جو رنگ ہے وہ پکا تو نہ ہوگا کیوں؟" ولکن سن نے پوچھا" یہ چھوٹ تو جاتا ہوگا۔ ہے نا؟"۔

"یہ ہمیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا ولکی" ڈے نے کہا "کل صبح بیدار ہو کر خود تم پر

ایک ہی نظر ڈالیں گے اور ہمیں اس سوال کا جواب مل جائے گا۔

"میں تو اب بھی یہ کہوں گا کہ یہ سالی نوکدار اٹھانیں ہی ہیں، پھر رنگی ہوئی ہوں یا ہوں، جو میرے منہ میں پانی لا رہی ہیں" ڈے کی بات کو سنی ان سنی کر کے دلکن سن نے کہا۔

"سچ کہتے ہو" مورگن نے کہا "اوپر کو اٹھی ہوئی نوکیں جیسے دو پرندے مائل بہ پرواز ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے پارکون؟"۔

پارکون اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"جونی یار" وہ بولا "تم جس لذت کے متعلق سوچ رہے ہو اس کے لئے میں ذرا بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن اتنا تو ضرور کہوں گا کہ ان میں کی چند تو قیامت کی ہیں۔ ایسی جو بوڑھے جسموں کو بھی جوان کر دیں"۔

"اب اگر تمہاری بڑھیا اس وقت تمہیں یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان ننگی لونڈیاؤں کو گھورتے دیکھ لے تو کیا کہے؟ ڈے نے مورگن سے کہا۔

مورگن ڈے کی طرف گھوم گیا اور شرما کر مسکرانے لگا۔ باربر نے یہ دیکھا تو بولا۔"

"آہا۔ تو تم بھی پانچویں سواروں میں ہو گویا۔ ہم بھی تو دیکھیں تمہاری پسند۔ کون سی ہے تمہاری؟"

"وہ کیا کھڑی ہے سب کے آگے۔ وہ ملکہ" ولکن سن نے کہا اور ایک بے حد بوڑھی اور بدصورت عورت کی طرف اشارہ کیا جس کی خشک چھاتیاں اس کے پیٹ پر لٹک رہی تھیں، بال جھاڑو کے گچھے کی طرح کھڑے تھے اور اس کے منہ میں ایک بھی دانت نہ تھا۔

"نہیں" باربر نے کہا "وہ نہیں دلکن سن وہ تو لائٹ کے لئے پہلے سے ریزرو ہے۔ اسے دیکھتے ہی میں نے دل میں کہا تھا کہ لو بھائی ہمارے لیسٹر لائٹ کے مزے تو ہو گئے۔ کیا خیال ہے، کیسی یار؟"

بیری کے قریب کھڑا ہوا سلیٹر ملاحوں کی یہ باتیں سن سن کر آپ ہی آپ مسکرا رہا تھا۔

عجیب بات ہے، اس نے سوچا، کہ آدمی جب ملبوس دنیا میں رہتا ہے اتنا بے قرار اور بے قابو نہیں ہو جاتا لیکن جب چند سو عورتوں کے درمیان جو بالکل برہنہ ہوں، اسے چھوڑ دو تو بالکل ہی دیوانہ بن جاتا ہے۔ خدا نے بھی مختلف قسم کے جسم بنائے ہیں انسانوں کے۔ ایک جسم دوسرے جسم جیسا، ایک عضو دوسرے انسان کے عضو جیسا ہے ہی نہیں۔ یہ معاملہ ان عورتوں کی چھاتیوں میں خصوصیت سے نظر آتا ہے۔ ہر عورت کی چھاتیاں

دوسری عورت سے مختلف شکل کی ہیں۔

سلیٹر نے دیکھا کہ نوجوان اور جوان عورتوں کی تعداد بوڑھی عورتوں سے زیادہ تھی اور یہی حال مردوں کا بھی تھا۔ یعنی جوان مرد بوڑھوں سے تعداد میں بہت زیادہ تھے اور جو بوڑھے تھے، خصوصیت سے عورتیں تو وہ بہت زیادہ بلکہ ناقابل یقین حد تک بوڑھی تھیں۔ چند تو ایسی تھیں کہ صرف ہڈیوں اور چمڑی کا مجموعہ تھیں، کئی ایسی سوکھی ماری تھیں جیسے ان کے جسم سے سارا رس نچوڑ لیا گیا ہو۔ ان کی کھال یہاں وہاں خالی جیبوں کی طرح لٹک رہی تھیں۔ کئی ایک موٹی تھیں اور ایک کی چھاتیاں تو ایسی زبردست تھیں کہ سلیٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اسے کوئی بیماری تھی۔ لیکن یہ گنتی کی ہی عورتیں باقی سب کی سب تندرست اور قبول صورت تھیں۔ مرد بھی تندرست اور قبول صورت تھے۔

چنانچہ آرگو والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور ان کی توجہ کا مرکز خصوصیت سے عورتیں تھیں ساتھ ہی ساتھ وہ ذرا گھبرائے ہوئے اور پریشان بھی تھے اور یہ قدرتی بات تھی کیونکہ وہ اجنبی ماحول اور اجنبی لوگوں میں پہنچ گئے تھے۔ وہ لوگ کچھ خوفزدہ بھی تھے اور چوکنے بھی کیونکہ وہ ان وحشیوں کے دوسرے رخ کی ایک جھلک بھی دیکھ چکے تھے۔ ایک ملاح، جس کی عمر سمندروں پر ہی گزری ہو سب سے زیادہ قدامت پسند ہوتا ہے۔ جہاز کی دنیا سے باہر وہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ اس سے اس کا جہاز چھین لو، اسے جہاز سے اتار کر خشکی پر چھوڑ دو اور وہ اپنی سادہ لوحی اور اناڑی پن کی وجہ سے خشکی پر کی چیزوں، ماحول اور انسانوں سے سمجھوتا نہیں کر پاتا اور بھری دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا، سب سے الگ اور نرالا محسوس کر کے پاگل بن جاتا ہے۔

بہرحال اجنبی جزیرے پر اور انجانے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے آرگو والوں کے جذبات کیسے ہی کیوں نہ ہوں، خوف اور امید انکے دلوں میں دست وگریباں کیوں نہ ہوں۔ بہرحال ایک خیال مشترک تھا۔ وہ زندہ تھے اور یہ بڑی بات تھی۔ جزیرے کی عورتوں کے متعلق ان کی تمام تر رائے زنی اسی لئے تھی کہ یہ احساس کہ وہ زندہ تھے، دوسرے تمام احساسات پر غالب آگیا تھا۔ پہلے چھوٹے جزیرے پر بقا کا یہ احساس اتنا شدید نہ تھا کیونکہ وہاں انہیں کچھ نہ ملا تھا سوائے مایوسی اور ناامیدی کے۔ لیکن یہاں، اس جزیرے پر عورتوں اور مردوں کے، وحشی ہی سہی، جھنڈوں نے انہیں زندہ ہونے کا احساس اور زندہ رہنے کی امید دلا دی تھی۔ چنانچہ فی الحال ان کے لئے یہ کافی تھا کہ وہ زندہ تھے۔ لیکن یہ عارضی صورت حال تھی۔ ایک دورہ تھا جو ان پر پڑا تھا۔ اس صورت حال کا بدلنا، اس دورے کا گزرنا ضروری تھا اور سلیٹر جانتا تھا کہ ایسا ہوگا۔ وہ جانتا تھا کہ جلد یا بدیر یہ

لوگ بیدار ہوں گے۔ اس نے پائن' ڈوئل اور مورگن کی طرف دیکھا اور سوچا کہ ج
یہ نیاپن' عورتوں کے برہنہ جسموں کا یہ انوکھا پن ان کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھے
ایک بار پھران کی توجہ اپنی بقا' کشتی' اس پر کے کام اور واپسی کے سفر کی طرف پوری
اسے مبذول ہو جائے گی۔

خود بیری بھی یہی سوچ رہا تھا یا نہیں یہ سلیٹر نہ جانتا تھا لیکن کپتان کے خیالات
سلیٹر سے کچھ زیادہ الگ نہ تھے شاید کیونکہ اس نے سلیٹر کی طرف گھوم کر نیچی آوا
کہا۔

"ہمارے ملاح بے حد خوش معلوم ہوتے ہیں۔ خدا کرے کہ ان کی یہ خوشی
رہے"

"ہاں۔ خدا کرے" سلیٹر نے کہا۔

"لیکن۔ تم جانو۔ میں ان عورتوں کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ اکثر عورت
کافی خوبصورت ہیں اور بے حد رضامند بھی نظر آتی ہیں۔ انہیں بلانے کے لئے ایک ا
کافی ہے۔

سلیٹر! ان عورتوں کی طرف سے خطرہ ہے۔"

"اس مشکل سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ ملاحوں سے کہہ دیا جائے ک
ان عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔"

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ بہرحال دیکھا جائے گا۔ کوئی فیصلہ کرنے سے
میں اس مسئلے پر غور کرلینا چاہتا ہوں۔ ہر پہلو سے۔ ایک بات تم نے دیکھی سلیٹر" بیری
ایک دم سے موضوع بدل کر کہا کہ اکثر لوگوں کا رنگ دوسروں سے کھلتا ہوا ہے اور
کے بال بھی سیدھے ہیں۔ یہ لوگ کسی دوسری نسل کے معلوم ہوتے ہیں"

"ہاں۔ یہ بات میں نے بھی دیکھی ہے" سلیٹر نے کہا۔

"حبشی خون کا قطرہ بھی نہیں ہے۔ اب اس لڑکی کو دیکھو۔ وہ جو سامنے کھڑی ہے ا
بوڑھے کے ساتھ۔ بے حد خوبصورت لڑکی ہے اور رنگ بھی تقریباً گورا ہے۔ اور بو
بھی شاندار اور گورا ہے۔"

سلیٹر نے اس طرف دیکھا جس طرف بیری اشارہ کررہا تھا۔

مرد بلند قامت اور پروقار تھا۔ ادھیڑ عمر کا اور اس نے سردار کی طرح گلے میں
بنانے والی سیپیوں کا طوق پہن رکھا تھا۔ لیکن لڑکی پر سلیٹر کی نگاہیں جم کر رہ گئیں۔ ا
قد جزیرے کی دوسری زیادہ تر عورتوں سے نکلتا ہوا تھا۔ اور اس کا جسم تیل کی تہہ

[illegible] رہا تھا۔ رنگ اس کا گہرا نہیں بلکہ ہلکا بادامی تھا اور اس کی چھاتیاں بھری بھری اور
[illegible] تھیں اور گولائیوں میں تقریباً مکمل۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں' دہانہ خوبصورت
[illegible] اس کے دانت تھوڑے سے کھلے ہوئے گہرے سرخ ہونٹوں میں موتیوں کی لڑی کی
[illegible] چمک رہے تھے۔ گھنے' چمکیلے اور گھور کالے بال اس کے شانوں پر ریشمی ڈھیر کی طرح
[illegible] ہوئے تھے اور اس کے بالوں میں' کان کے اوپر' ایک پھول اڑسا ہوا تھا۔ اس کے
[illegible] کوئی زیور نہ تھا اس کے بالوں میں اور نہ ہی وہ بندھے ہوئے تھے۔ بالوں کی چند لٹیں
[illegible] کے بائیں شانے پر سے پھسل آئی تھیں اور انہوں نے اس طرف کی چھاتی اور انہوں
[illegible] اس طرف کی چھاتی اور چاکلیٹی ٹٹنی کو ذرا سا ڈھنک دیا تھا۔"

اس کا "لیکو" اس کے گھٹنوں تک آتا تھا جس کی جھالر تنکوں کے رنگ کی تھی۔ یہ
[illegible] جھالر نیچے آکر ایک انچ کھل گئی تھی اور اس کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے سرخ دانے
[illegible] گئے تھے۔ وہ گچھا' جو کمربند سے شروع ہو کر اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان لٹک
[illegible] تھا' ریشم کی طرح نرم تھا اور سمندری ہوا کے جھونکوں سے ناچ ناچ کر اس کی رانوں
[illegible] اندرونی حصے کو چوم رہا تھا۔

سلیٹر مسحور کھڑا اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بہت خوبصورت لڑکیاں دیکھی تھیں۔
[illegible] لڑکیاں اور نیو انگلینڈ کی لڑکیاں' جو عضو بہ عضو مکمل تھیں۔ ہر طرح سے حسن کا مکمل
[illegible]' لیکن یہ لڑکی' سلیٹر فیصلہ نہ کرسکا۔ کس طرح اور کیوں ان سب سے بالکل الگ اور
[illegible] انگیز تھی۔

اس لڑکی کے آس پاس جو دوسری لڑکیاں تھیں وہ بھی ایسی ہی دلربا اور گویا مکمل تھیں
[illegible] اکثر کا رنگ بھی اتنا ہی کھلتا ہوا تھا۔ لیکن پھر یہ یہ لڑکی سب سے الگ تھی۔ کوئی خاص
[illegible] تھی اس میں۔ جو آن اور شان اس لڑکی میں تھی وہ دوسری عورتوں میں نظر نہ آتی
[illegible]۔ جس تمکنت اور شان دلربائی سے وہ کھڑی ہوئی تھی اس سے پتہ چلتا تھا کہ خود اس
[illegible] کو اس بات کا احساس تھا کہ وہ دوسری عورتوں سے بہرطور برتر تھی۔ تاہم یہ عجیب
[illegible] تھی کہ اس نے اس خلیج کو اور بھی گہرا کردیا تھا جو سلیٹر کی پچھلی اور حالیہ دنیا میں حائل
[illegible]۔ اور یہ دنیا' جس میں وہ پہنچ گیا تھا' مسحور کن تھی۔ یہ لڑکی دوسری تمام عورتوں سے
[illegible] معلوم ہوتی تھی اس کے باوجود اس نے سلیٹر کی احتیاط کو کم کرنے کے بجائے اور
[illegible] دیا تھا اور اس بات نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا کیونکہ اسے محسوس ہو رہا تھا
[illegible]۔ اس حد تک محتاط نہ ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ اس لڑکی نے سلیٹر میں
[illegible] عجیب سا جذبہ بیدار [illegible] دیا [illegible]۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ بے اختیاری جذبہ شدت اختیار

کرتا رہے گا یہاں تک کہ اسے جلا کر رکھ دے گا۔ اور دفعتاً" اس جزیرے سے بھاگنے کا خیال، پورٹ، جیکسن، کشتی، بیری حتیٰ کہ جرمی بھی گویا پس پشت جا پڑے۔ اس دل و دماغ پر بس یہ لڑکی چھا گئی تھی۔ بس وہی وہ تھی اور کچھ نہ تھا، کوئی نہ تھا۔

ایک بے خودی اور محویت کے عالم میں وہ لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ لڑکی نے اس کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں اور تب سلیٹر کو احساس ہوا کہ وہ طرح ٹکٹکی لگائے اسے گھور رہا تھا۔ اور یکایک سلیٹر کا جسم گرم ہو گیا جیسے لڑکی نے غسل خانے میں اسوقت جھانکتے پکڑ لیا ہو جب وہ اپنا کل لباس اتار کر برہنہ ہو چکی سلیٹر نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور پسینہ اس کے ایک ایک مسام سے پھوٹ پڑا

یہ اس کی برہنگی تھی۔ سلیٹر نے سوچا۔ دوسری کوئی عورت اسکے جتنی برہنہ معلوم ہوتی تھی حالانکہ اس لڑکی نے بھی اتنا ہی لباس پہن رکھا تھا جتنا کہ دوسری لڑکیوں نے نہ ہی وہ اسے راغب کرنے کے لئے بے حیائی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ پھر اسے دیکھ اس کے بے لباسی دیکھ کر سلیٹر کی ایسی حالت کیوں ہو گئی؟ اس سوال کا جواب سلیٹر کے پاس نہ تھا۔

اب وہ سوچنے لگا کہ لڑکی نے اس کی گرم نگاہی کا کیا مطلب لیا ہوگا؟ کیا وہ سمجھی کہ سلیٹر اس کے ساتھ سونے کا آرزو مند تھا؟ ان لوگوں کے رسم و رواج کیا تھے؟ کنواری ہے؟ وہ مرد کون ہے جو اسکے قریب کھڑا ہوا ہے؟ کیا رشتہ ہے دونوں میں؟ وہ میں کافی بڑا ہے۔ تو کیا وہ لڑکی کا باپ ہے؟ کیا لڑکی نے اس کو اپنی طرف یوں گھورتے دیکھ کر (جزیرے والوں کی کسی رسم کے مطابق) یہ یقین کر لیا ہو گا کہ سلیٹر نے اسے اپنے لئے پسند کر لیا ہے! اسے اپنا بنا لیا ہے؟

نہیں ۔ اس نے سوچا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اور ایسا وہ چاہتا بھی نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ دوسروں نے بھی اسکا حسن دیکھا ہوگا۔ اس کا ریشمی جوان، مدور اور سخت چھاتیاں اور خوبصورت سڈول رانیں نظر بھر کر دیکھی ہوں گی وہ بھی اسے اپنی کہہ سکتے بلکہ اسکا دعویٰ کر سکتے تھے۔ لیکن سلیٹر ایسا یقین کرنا نہ چاہتا تھا اور اس خیال سے ہی اس کے دل کو ایک دھکا پہنچا کہ اگر دوسرے اس کے دعویدار ہوں تو کیا ہوگا۔ اتنی خوبصورت لڑکی کیا اب تک کنواری۔ ہوگی؟ کیا وہ کسی کی بیوی یا منگیتر ہوگی؟ اگر ہاں تو کیا وہ اپنے شوہر یا منگیتر سے رشتہ توڑ کر اس کی بن جائے گی؟

بیری کی آواز کہیں دور سے میلوں دور سے آئی۔ اوور سلیٹر نے صرف آواز سنی الفاظ نہ سنے جو اس آواز نے کہے تھے۔ پھر ڈوئل کی آواز اتنی ہی دور سے آئی۔

بیری اس کی آستین کھینچ کھینچ کر اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اور پلٹ کر واپس جاتی ہوئی لڑکی کی خوبصورت کمر اور... اسکرٹ کی جھالروں میں سے جھانکتی ہوئی سفید رانوں اور مدور کولھوں کی آخری تصویر اپنے ذہن پر نقش کر کے سلیٹر کپتان بیری کی طرف گھوم گیا۔

"کہاں کھو گئے ہو مسٹر" کپتان بیری کہہ رہا تھا۔

"ایں! کیا کہا؟" سلیٹر نے احمقوں کی طرح پوچھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کون سی دنیا میں کھو گئے ہو۔ میں تم سے یہ کہہ رہا تھا۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ سردار ہمیں اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے"۔

"کشتی کا کیا؟" ڈوئل نے پوچھا۔ وہ اپنے ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے پٹکے میں کھپائے بیری کے سامنے کھڑا تھا اور سلیٹر کو سراسر نظرانداز کر رہا تھا۔

سلیٹر نے پہلے ڈوئل اور پھر بیری کی طرف دیکھا اور اب اسے پتہ چلا کہ کوئی فیصلہ کیا جا چکا تھا جس سے وہ بے خبر رہا تھا۔ اور اب وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا کہ کیا کہا گیا تھا اور کیا فیصلہ کیا گیا تھا۔

"وہ ہمیں کہاں لے جانا چاہتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اب یہ میں کیا جانوں۔ اگر تم یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کے بجائے سن رہے ہوتے تو..... بیری جملہ ادھورا چھوڑ کر ڈوئل کی طرف گھوم گیا اور بولا" نہیں مسٹر۔ ہم کشتی کو غیر محفوظ نہیں چھوڑ سکتے۔ شاید تمہارے سوال کا یہ مطلب ہے؟"۔

"ہاں"

"ٹھیک ہے۔ ہم اپنے دو ایک آدمی کشتی پر چھوڑے جاتے ہیں اسکی حفاظت کے لئے۔ ایلیسا ہاکن، تم اور ولکن سن تم بھی کشتی پر رہو۔ اگر کوئی واقعہ ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ کچھ ہوگا لیکن اگر ہو تو ہوا میں فائر کر دینا اور ہم فوراً تمہارے پاس پہنچ جائیں گے"۔

"صاب! اگر اجازت ہو تو میں بھی یہیں ٹھہر جاؤں ان دونوں کے ساتھ" پاویل نے کہا "مجھ میں چلنے کی سکت نہیں ہے لیکن اگر مبادا تم لوگوں کے ساتھ چلنا ضروری ہو تو......"۔

"نہیں پاویل ۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ تم بے شک ہاکن اور ولکن سن کے ساتھ یہیں ٹھہرو"۔

"شکر صاب"۔

"اچھا۔ اب سب ساتھ چلو اور ساتھ رہو" بیری نے کہا "خبردار! کوئی بھی جتھے سے

الگ نہ ہو اور نہ ہی کوئی اکیلا کہیں آئے جائے"۔

اور وہ چل پڑا۔ اس سے ایک قدم آگے سردار چل رہا تھا جو بار بار بیری کی
دیکھ کر مسکرا رہا تھا بیری اور سردار کے پیچھے سلیٹر تھا۔ جرمی ملاحوں میں سے نکل کر
آگیا تھا اور اب وہ سلیٹر کے ساتھ تھا۔ سلیٹر اور جرمی کے پیچھے اکیلا ڈوئل تھا اور اس
پیچھے سارے ملاح جتھا بنائے آرہے تھے۔ ان کے پیچھے اور ذرا فاصلے پر چند جزیرے و
تھے یہ بزرگ اور نچلے درجہ کے سردار تھے۔ ان سب کے آگے نوجوان سردار تھا۔

سلیٹر کو احساس تھا کہ وہ لڑکی اسے بیوقوف بناگئی تھی اور وہ اس بات پر دل ہی دل
حیرت کررہا تھا کہ کیسے فوری طور پر اس کا حسن اس پر اثر کرگیا تھا۔ کتنی جلد لڑکی نے
اپنی طرف مائل کرلیا تھا۔ ہرچند کہ بیری نے اس کا اظہار نہ کیا تھا تاہم سلیٹر جانتا تھا
اس کی بے خودی سے خفا تھا۔ اور ڈوئل۔اس نے ایکدم سے سوچا۔ کیا ڈوئل نے
اس کی یہ حالت دیکھی تھی؟ کیا اس نے بھی سمجھ لیا کہ سلیٹر کا دل اس لڑکی پر آگیا تھا؟

"یہ لوگ ہمیں کہاں لئے جارہے ہیں مسٹر سلیٹر؟" وہ ساحل کی ڈھلان کی چوٹی پر
تو جرمی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں جرمی"۔

"شاید کوئی مکان میں! شاید اس جگہ لے جارہے ہیں جہاں ہمیں قیام کرنا ہے"۔

"شاید"۔

"یہ حد سے بے حد عجیب بات ہے صاب۔ ہے نا؟ سب کے سب ننگ دھڑنگ
لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ ہمیں کاٹ کر کھا تو نہ جائیں گے۔ ہے نا؟ یہ لوگ آدم
کو سچ مچ کاٹ کر کھا جاتے ہیں۔ کھا جاتے ہیں نا صاب؟"

"ہاں جرمی۔ یہ لوگ آدم خور ہیں"۔

"سب کو کاٹ کر کھا جاتے ہیں؟"

"سنا ہے کہ اس طرف کے سمندروں میں فی جی جزیرے' یعنی اس جزیرے
باشندے سب سے زیادہ وحشی ہیں"۔

اس کی زبان نے یہ الفاظ ادا کئے ہی تھے کہ اس کے دماغ میں ایک ایسا خیال آ
جس نے اسے خوف سے لرزا دیا۔ اس نے تصور میں دیکھا کہ وہ اس ساحل والی حسینہ
ساتھ لیٹا پیار کر رہا ہے۔ اس نے اسے اپنے سینہ سے لگا رکھا ہے۔ اس سے اپنی آ
پوری کررہا ہے۔ اس لڑکی سے لپٹا ہوا ہے جو آدمی کا گوشت کھاتی ہے' جس نے ا
ہونٹوں سے انسانی بازو کا گوشت چھوا ہے' دانتوں سے توڑ کر چبایا ہے اور وہ۔ سلیٹر

ہونٹوں کو چوم رہا ہے' آدمی کے گوشت کی لذت سے چٹخارے لینے والی زبان چوس رہا
ہے"۔

اس خوفناک خیالات کے تار و پود بکھر گئے جرمی پھر بول رہا تھا۔

"وہ بندوق جو کپتان نے چلائی تھی صاب۔ اس نے ان جنگلیوں کو سیدھا کردیا۔ اچھا
ہی ہوا کہ کپتان کا نشانہ ایسا عمدہ ہے۔ حالانکہ۔ ایک بات کہوں مسٹر سلیٹر؟"۔

"کہو جرمی"۔

"میں یوں سمجھتا ہوں صاب" جرمی کی آواز دب کر سرگوشی بن گئی "میرا خیال ہے
صاب.... ان جنگلیوں نے ہمیں ادھر ادھر سے دبا کر خوب اچھی طرح سے دیکھ لیا ہے۔ کم
سے کم اپنی انگلیوں سے انہوں نے مجھے تو ادھر ادھر سے ضرور ٹٹولا تھا۔ اور پھر انہوں نے
فیصلہ کیا ہوگا کہ ہمارا گوشت کافی سخت ہے اور کھانے کے قابل نہیں"۔

ڈھلان کی چوٹی پر سے سردار انہیں اپنی راہبری میں گھنے جنگل میں لے آیا تھا اور
اب وہ جنگل میں سے گزرتی ہوئی پگڈنڈی پر چل رہے تھے یہ واقعی گھنا جنگل تھا۔ درخت
کی چوٹیاں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ تقریباً ہر درخت سے خود رو بیلیں لپٹی ہوئی تھیں اور
جنگلی انگور کی بیلیں لٹک رہی تھیں۔ سڑے ہوئے درختوں کے تنوں پر کُکرمتے اگ رہے
تھے جن کے رنگ چونکا دینے والے تھے اور آدھ چٹ کے پودوں میں بھورے رنگ کی ڈنڈیوں
پر شوخ رنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ جنگل خاموش تھا۔ کہیں کوئی پرندہ نہ تھا تنہا ایک
تتلی اپنے بے شمار رنگوں والے بازو ہلاتی ادھر ادھر اڑ رہی تھی"۔

اور یکایک وہ ایک عمارت کے سامنے تھے۔ یہ ایک لمبی عمارت تھی جو ایک صاف
قطعہ میں کھڑی تھی۔ اس کے چاروں طرف کی گھاس کاٹ کر ہموار کی گئی تھی۔ جو چاروں
طرف کے گھنے جنگل کے پس منظر میں بہت زیادہ چمکیلی اور سبز معلوم ہوتی تھی۔ عمارت کی
دیواریں نرسلوں کی تھیں اور بلند' عمودی اور چوڑھالی چھت استوائی صنوبر کے پتوں اور
پھوس کی تھی۔ یہ عمارت "بورے فی اولاگی" تھی۔ مہمان خانہ یا دیوان خانہ یا اجنبیوں کے
استقبال کا گھر عمارت خوشنما تھی اور اس میں آرگو کے ملاحوں کی جتنی تعداد تھی اس سے
کئی گنا زیادہ آدمی اس میں سما سکتے تھے آرگو جیسے نصف درجن جہازوں کا پورا عملہ اس
عمارت میں بغیر کسی تکلیف اور بے آرامی کے قیام کرسکتا تھا۔

بیری اس عمارت کو دیکھ کر خوش ہوگیا اور یہی بات سلیٹر سے کہی۔

"بے شک۔ بے حد عمدہ جگہ ہے" سلیٹر نے جواب دیا" اور محل وقوع بھی اچھا
ہے"۔

"ساحل سے صرف دس بارہ منٹ کی مسافت پر۔ ہے نا؟ ہم یہاں رہ کر آسانی سے ساحل پر جاسکتے اور کشتی پر کام کرسکتے ہیں"۔

"میرا مطلب گاؤں سے تھا"۔

"گاؤں سے؟

"جی ہاں۔ یہ مقام ان لوگوں کے گاؤں سے کافی دور معلوم ہوتا ہے"۔

"اور تمہارے خیال میں یہ اچھا ہی ہے؟"۔

"بالکل"۔

"اور طوفانوں کی قسم تمہارا خیال غلط نہیں ہے" یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا کہ اگر کچھ گڑبڑ ہوئی تو سمندر سے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو آسانی سے بچاسکیں گے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔ تم خود ہی دیکھ لو کہ ہماری مدد کرکے یہ لوگ کسقدر خوش نظر آرہے ہیں۔ آرگو کا آخری آدمی بھی اندر آگیا تو بیری نے ان سب کو مخاطب کیا۔

"کیا خیال ہے یارو؟ اس سے بہتر جگہ تمہیں نہیں مل سکتی"۔

"ہمیں یہاں بیٹھنا سونا ہے صاب؟ ڈے نے چاروں طرف دیکھ کر پوچھا "میں تو ایسا ہی سمجھتا ہو" بیری نے کہا اور سلیٹر کی طرف گھوم گیا" سلیٹر؟"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے کپتان"۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ چلے گا" ڈے نے کہا "چاروں طرف دیواریں اور سر پر چھت تو ہے۔ تباہ شدہ جہاز کے ملاح اس سے بھی زیادہ خراب جگہ بلکہ کھلے میں رہے ہیں"۔

"ہاں یار۔ یہ بھی گھر ہی ہے۔ اپنے گھر سے دور دوسرا گھر "باربر نے کہا" اور اب بیری ڈوئل کی طرف گھوم گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر؟"۔

بیری مسکرا رہا تھا اور اس کے چہرے کا ٹیڑھا پن اب اتنا نمایاں نہ تھا جتنا کہ پہلے تھا۔

" چلے گا" ڈوئل نے جواب دیا "ہمیں یہاں زیادہ عرصے تک کہاں رہنا ہے؟ نہیں رہیں گے۔

اور سلیٹر نے دیکھا کہ بیری کے بشرے سے مایوسی ظاہر ہوئی۔ ڈوئل کی بات نے اسے صدمہ پہنچایا تھا' بیری حساس طبیعت کا مالک نہ تھا لیکن اپنے آدمیوں کو ایسی آرام وہ جگہ پہنچانے کی اسے اتنی خوشی تھا اور وہ اپنے کارنامے سے ایسا مطمئن تھا کہ اس خوش قسمتی پر ڈوئل کا بے دلی سے اعتراف اس کے لئے ایک ضرب ثابت ہوا۔

جب ہر شخص ادھر ادھر گھوم پھر کر اس عمارت کا معائنہ کررہا تھا' دیواروں کو چھو کر ان کی مضبوطی اور جسامت آزما رہا تھا تو سردار کی نظریں بیری پر جمی ہوئی تھیں۔ سردار مسکرا رہا تھا اور یہ سمجھنے کی دیوانہ وار کوشش کررہا تھا کہ بیری اس سے خوش تھا یا نہیں۔ بادلوں سے اترے ہوئے یہ دیوتا اس سے' سردار سے راضی تھے یا نہیں۔

سفید فاموں کو حیرت زدہ کرنے کے لئے یہاں بہت سی چیزیں تھیں مکان کا مرکزی چوکھٹا موٹے اور وزنی ستونوں سے جڑا ہوا تھا۔ یہ ستون زمین میں گڑے ہوئے تھے اور ان کی چھال اتار کر ان پر پالش کرکے چمکایا گیا تھا۔ دیواریں' جیسا کہ کہا گیا' نرسلوں کی تھیں یہ نرسل... پٹ سن کی موٹی رسیوں سے' جنہیں مختلف رنگوں میں رنگا گیا تھا' آپس میں باندھے گئے تھے۔ ان ہی رسیوں اور ان کی گرہوں کو اس ترتیب سے باندھا گیا تھا کہ چاروں دیواروں پر رنگین اور خوبصورت ڈیزائن بن گئے تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دیواروں پر بے حد نفاست سے بنی ہوئی خوبصورت چٹائیاں جڑی ہوئی ہوں۔ یہ خوبصورت چٹائیاں ... یہ یک وقت عمارت کی زیبائش بھی تھیں اور اس کی تعمیر کا ایک اہم جز بھی۔ اکثر جگہ یہ بناوٹ آگے بڑھ کر ستونوں سے بھی اور اوپر اٹھکر چھت کے شہتیروں کو بھی خوبصورتی بخش رہی تھی ان شہتیروں نے نہ صرف چھت کو بلکہ عمارت کے پورے ڈھانچے کو بھی سنبھال رکھا تھا۔ یہ عجیب کاریگری تھی جس نے سفید فاموں کو چکر میں ڈال دیا۔ فرش پر اس سرے سے اس سرے تک تاڑ اور صنوبر کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ مکان کے دونوں سروں پر بلند پلیٹ فارم سے بنے ہوئے تھے۔ سلیٹر نے اندازہ لگایا کہ یہ سونے کے لئے تھے فرش کے عین بیچ میں آتشدان تھا۔ یہ ایک کم گہرا چوکھٹ تھا جس کے کنارے پر چاروں طرف لکڑی کے موٹے چوکور ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ دھواں نکلنے کیلئے نہ تو کوئی چمنی تھی اور نہ ہی چھت میں سوراخ چنانچہ آتش دان کے عین اوپر کی چھت اور شہتیر دھوئیں سے کالے ہورہے تھے۔

اس عمارت کے عقب میں' جو سفید فاموں نے یہاں آتے وقت نہ دیکھی تھی' دوسری چھوٹی عمارت تھی۔ یہ کھانا پکانے کی جگہ یا باورچی خانہ تھا اس کے کونے میں زمین میں دھنسا ہوا بہت بڑا چولھا تھا۔ اس کے قریب ہی کھانا پکانے کے برتن اور گرم کھانا رکھنے کے چوبی گھوڑے تھے۔ ان گھوڑوں کے خانوں میں مٹی کے کافی بڑے درجن بھر برتن رکھے ہوئے تھے۔ بہت سے چوبی پیالے تھے جن میں کے کئی ایک بیضوی تھے' کئی گول اور چند پیالوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے پائے تھے جو پیندا کاٹ کر بنائے گئے تھے۔ سامنے کے کونے میں نیچی بنچیں رکھی ہوئی تھیں جو کھانا تیار کرنے کے لئے تھیں۔

بیری نے یہ ظاہر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ وہ لوگ اس کی کارگزاری سے خوش اور مطمئن تھے۔ بیری کے سرہلانے کا جواب سردار نے بڑے جوش سے سرہلا کر دیا اور پھر اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ انہیں اپنے پیچھے لے کر باورچی خانے سے باہر آیا' کھلی جگہ عبور کی اور اس پگڈنڈی پر چل پڑا جو بل کھاتی اندرون جزیرہ چلی گئی تھی۔ بیری کسی خیال میں غرق تھا وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر' سر جھکائے چل رہا تھا۔

چار پانچ سو گز چلنے کے بعد وہ لوگ دوسرے مکان کے سامنے پہنچے یہ مکان بھی' پہلے کی طرح صاف جگہ میں کھڑا تھا۔ یہ مکان چھوٹا تھا' زیادہ نفاست سے بنایا گیا تھا اور اس کی دیواریں اور چھت زیادہ خوبصورت تھیں۔ چھت کے بیرونی شہتیروں کی لکڑیاں دونوں طرف ایک ایک گز آگے کی طرف نکلی تھیں۔ اسے گرم کر کے اور کالا کر کے کلہاڑی سے کاٹ کر روشن دان نما بنا دیا گیا تھا۔

گڑیوں کے سروں کو سفید سیپیوں سے سجایا گیا تھا۔ پہلا مکان زمین سے صرف چند انچ اوپر بنایا گیا تھا جبکہ یہ مکان پورے تین فٹ اوپر تھا۔ سردار آگے بڑھ کر اس مکان کے دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا اور پھر اشاروں سے بتایا کہ اس مکان میں اس کے ساتھ صرف بیری اور سلیٹر آئیں گے اور کسی کو آنے کی اجازات نہیں۔ ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھا شخص بھی اس عمارت میں داخل ہوا۔ یعنی وہ نوجوان سردار۔

اندر پہنچتے ہی بیری اور سلیٹر نے دیکھا کہ یہ مکان بلند مرتبہ لوگوں کے قیام کے لئے مخصوص تھا۔ اس کے ستون' پہلے مکان کے ستونوں سے زیادہ پالش شدہ تھے اور دیواروں پر بنائی کا کام زیادہ نفیس تھا فرش پر بچھی ہوئی چٹائیاں سات آٹھ انچ موٹی تھیں' ملائم تنکوں سے بنی ہوئی تھیں اور کنارے پر کالے رنگ کا بارڈر تھا جس کی وجہ سے چٹائی کی ملائی کی سی سفیدی اور بھی کھل اٹھی تھی۔ مکان کے انتہائی سرے پر سونے کے لئے پلیٹ فارم بنا ہوا تھا جس پر پٹ سن کا بنا ہوا نرم بوریا بچھا ہوا تھا۔ مجموعی طور پر مکان بے حد پر وقار' دل پذیر اور ٹھنڈا تھا۔

سردار نے اشاروں سے بتایا کہ بیری اور سلیٹر کو اس مکان میں رہنا تھا۔

"سلیٹر! تمہارے خیال میں یہ مناسب ہے؟" جب وہ سردار کے اشارے سمجھ گئے تو بیری نے پوچھا۔

"تمہارا مطلب ہے اپنے آدمیوں سے الگ رہنا مناسب ہے یا نہیں؟"۔

"ہاں۔ یہ مطلب ہے میرا"۔

"مجھے تو اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی" سلیٹر نے کہا' بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا

ہ لوگ جو بھی کہیں وہی کرنے کا ہمیں اپنا اصول بنالینا چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان ں نے ہم دونوں کو سردار یقین کرلیا ہے"۔

"حیرت ہوتی ہے سلیٹر کہ ان لوگوں نے کس آسانی سے ہمیں دوسروں سے الگ کر پہچان لیا ہے" بیری نے چاروں طرف دیکھ کر اور دھوئیں اور صنوبر کی تیز بو کو اپنے اں میں کھینچتے ہوئے کہا" تم سچ کہتے ہو۔ یہ لوگ ہمیں سردار یقین کر چکے ہیں۔ تو پھر کا مطلب یہ ہے" بیری نے نیچی آواز میں' جیسے اپنے آپ سے کہا" کہ وہاں' دوسرے میں سارے ملاح ڈوئل کے ماتحت ہوں گے"۔

یری کی اس بات نے سلیٹر کو دم بخود کردیا۔ بظاہر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت کا اظہار تھا سلیٹر کو احساس ہوا کہ بیری نے ان الفاظ کے ذریعہ روک لگادی تھی' خوف کا اظہار رہا تھا یا ڈوئل سے اپنی بے اعتباری ظاہر کردی تھی۔ بیری چند ثانیوں تک مکان کی دیکھتا رہا اور ایکدم سے سردار کی طرف اشارہ کر کے سلیٹر سے کہا۔

"ان حضرات کا نام کیا ہوسکتا ہے؟ اگر معلوم ہوجائے کسی طرح تو ہمارے لئے آسانی ہو جائے ذرا"۔

"پتہ نہیں کیا نام ہے البتہ۔ میرے اندازے کے مطابق اس کے نام کے پہلا حرف ہے"۔ ایں! یہ تم نے کیسے معلوم کرلیا۔

"یہ تو میں نہیں کہتا کہ میں نے معلوم کرلیا ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ میرا یہ اندازہ ہو البتہ میں نے اس کے چند ساتھیوں کو اسکا نام لیکر پکارتے سنا ہے۔ چنانچہ یار خیال ہے اسکا نام کچھ ایسا ہے۔ ایلا یا ایسا ہی کچھ۔

سردار نے بڑی تیز فہمی سے' جس نے بیری اور سلیٹر کو حیرت زدہ کردیا' وہ لفظ سنا جو کے نام سے ملتا جلتا تھا اور یہ یقین کر کے کہ یہ دونوں دیوتا اسی کے متعلق باتیں کر رہیں اس نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا اور اپنے سینے پر ہاتھ مار کر اور کئی دفعہ سرہلا کر

"او۔ آویلا"۔

بیری نے حیرت سے سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"تمہارا اندازہ صحیح ہے مسٹر۔ یا بہت حد تک صحیح ہے"۔

"آ۔ ویلا" سلیٹر نے کہا۔

سردار نے ایکبار پھر اثبات میں سرہلا کر اپنا نام دہرایا۔

سلیٹر نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنا نام اور خاندانی نام بتایا۔ سردار نے اس کا

نام دہرانے کی کوشش کی لیکن اس کی زبان مڑی ہی نہیں۔

"تم یار صرف اپنا نام ہی کہو اور خاندانی نام سلیٹر چھوڑ دو فی الحال" بیری نے کہا "، دونوں لفظ ایک ساتھ اس غریب کے لئے بہت بھاری ہیں"۔

چنانچہ سلیٹر نے اپنا نام بتایا۔ سردار آویلا نے کوشش کی، ہر ممکن کوشش کی اور تب وہ قریب قریب کامیاب رہا۔

"اولیوا" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اولیور اور اولیوا میں زیادہ فرق نہیں" بیری نے کہا اور آویلا کی طرف سرہلادیا۔

"سردار اپنی اس کامیابی پر خوش ہو کر اور گھوم کر فخر سے نوجوان سردار کی طرف دیکھا۔ پھر معلوم ہوا کہ اس نوجوان سردار کا "نام دو آدو آ" تھا۔ دونوں سردار دیوتاؤں کی زبانوں پر اپنا نام چڑھا کر بہت خوش ہوئے۔ آویلا بہت زیادہ خوش تھا اور بار بار سلیٹر کا نام دہرا رہا تھا اور کھل کر مسکرا رہا تھا۔ اور پھر اس نے سلیٹر کو اپنا لقب بتایا۔

"راٹو۔ راٹو آویلا" اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھر نوجوان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"راٹو دو آدو آ"۔

"چلو یہ تو ہوا۔ اب یہ "لقو کیا ہو سکتا ہے مسٹر؟؟"۔

"میرے خیال میں۔ "ہاں"۔ سلیٹر نے کہا۔

"یہ بھی تم نے شاید غلط نہیں کہا۔ یار سلیٹر۔ معلوم ہوتا ہے تم جلد ان لوگوں کی بولی سمجھنے لگ جاؤ گے۔

اچھا اب معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس جزیرے کا نام کیا ہے"۔

چنانچہ سلیٹر نے پہلے فرش کی طرف اشارہ کر کے اور پھر چاروں طرف اپنا بازو گھما کر جزیرے کا نام معلوم کر لیا۔ "اپیاتا"۔ اب اس نے انہیں بیری کا نام سکھانے کی کوشش کی لیکن اس کے نام سے، انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ بیری تو "تورا گولے او"۔ یعنی۔ عظیم سردار" تھا۔ اور اسے اسی نام سے پکارتے رہے۔

آویلا کے بشرے سے خوشی اور اطمینان چھلکا پڑ رہا تھا چنانچہ سلیٹر کو بیری کی تجویز کی کامیابی کا ایک حد تک یقین ہو چلا تھا اس کے باوجود اس کے دماغ کے کسی گوشے میں اب بھی خطرے کی گھنٹی بے حد دھیمی آواز میں بج رہی تھی لیکن وہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ ایسا کیوں تھا۔ بہرحال اب تک تو بیری کی تجویز کامیاب رہی تھی اور فی الحال تو بیری اور آویلا

اور ان دونوں کے آدمیوں کے درمیان کوئی اختلاف اور نزاع کا امکان نہ تھا۔ اور بیری کے بشرے پر بھی اسے وہ اطمینان دکھائی دیا جو جہاز کی تباہی کے بعد سے لیکر اب تک وہاں نہ تھا۔ کپتان کا چہرہ بہرحال کھنچا ہوا تھا وہ سخت کرب میں معلوم ہوتا تھا۔ تاہ۔ اس کی حالت خواہ اندرونی طور پر کیسی ہی کیوں نہ ہو اور وہ کتنا ہی بوڑھا کیوں نہ ہو گیا ہو۔ یہ اس شخص کا چہرہ تھا جو اپنے کارنامے اور کارگزاری سے خوش اور مطمئن تھا۔ وہ گھبراہٹ اور الجھن اب اس کے چہرے سے ظاہر نہ تھی جس کے آثار سلیٹر نے چھوٹے جزیرے پر صاف دیکھے تھے اس کا منہ اب بھی تھوڑا سا ٹیڑھا اور زبان موٹی تھی لیکن یہ کپتان بیری اس کپتان بیری سے قدرے مختلف تھا۔ جو چھوٹے جزیرے پر کھڑا ونڈل پوائنٹ کے متعلق الٹی سیدھی باتیں بک رہا تھا۔ اور اب سلیٹر نے پہلی دفعہ ٹھیک سے آویلا کا جائزہ لیا۔

وہ ادھیڑ عمر کا تھا۔ چہرہ چپٹا تھا، ناک چوڑی اور ہونٹ موٹے تھے۔ جزیرے کے کھلتی ہوئی رنگت اور سیدھے بالوں والے لوگوں کی کوئی بات اس میں نہ تھی۔ اس کے گلے سے ایک طوق سینے پر لٹک رہا تھا وہ موتی بنانے والی سنہری کناروں کی سیپیوں کا بنا ہوا تھا جس پر کوئی نقش و نگار یا کندہ کاری نہ تھی البتہ اس کے سرے کے قریب کئی سوراخ تھے۔ اس کے دائیں بازو پر سرد سیپیوں کا بازوبند تھا اور نوجوان سردار دو آدو آ کے گلے میں بھی ایسی ہی سیپیوں کا طوق پڑا ہوا تھا۔

"سلیٹر! مناسب ہوگا کہ اب ہم اپنے ساتھیوں کے پاس چلیں۔ بیری نے کہا۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"۔

"سر میں درد ہے۔ میرا تو جی چاہتا کہ یہاں، ان نرم چٹائیوں پر لیٹ کر اپنی آنکھیں بند کر لوں۔ یہ روشنی میری آنکھوں میں چبھ رہی ہے اولیور"۔

"تو پھر لیٹ جاؤ۔ کام میں سنبھال لوں گا۔ مجھے اپنے احکامات سنا دو اور میں ان پر عمل کروں گا"۔

"ہاں یہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔ لیکن ابھی نہیں۔ بہت جلد میں لیٹ کر سو جاؤں گا۔ لیکن ابھی نہیں"۔

"تھوڑی سی دوا کھا لو۔ وہ الکحل اور افیون کا مرکب جو دواؤں کے صندوق میں ہے۔ اس سے ذرا افاقہ ہو جائے گا"۔

"بعد میں۔ پہلے سارے انتظامات ہو جائیں پھر دیکھا جائے گا۔ آؤ۔ اب باہر نکلو۔ اپنے ساتھیوں کو بتائیں کہ انتظام لیا گیا ہے"۔ اور سلیٹر اور بیری مکان سے باہر آئے جہاں

دو سرے ملاح منتظر کھڑے تھے۔

"ساتھیوں! میں چاہتا تھا کہ ہم سے کوئی بھی الگ نہ ہو لیکن مجبوری ہے" بیری نے کہا۔

"اچھا۔ اب میری باتیں غور سے سنو۔ ہم ضرورت سے زیادہ اس جزیرے پر قیام نہ کریں گے۔ کشتی تیار ہوتے ہی ہم یہاں سے پورٹ جیکسن کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن جب تک ہمارا قیام یہاں رہے گا ہم یہاں کے باشندوں سے مل کر رہیں گے اور ان سے کوئی جھگڑا مول نہ لیں گے اور یہ میں کسی ایک سے نہیں بلکہ تم سب سے کہہ رہا ہوں۔ بے شک ہمارے پاس بندوقیں ہیں اور یہ لوگ ان سے بہت ڈرتے ہیں لیکن یہ نہ بھولو کہ ہمارے مقابلہ میں ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ یہ لوگ بہرحال ہم پر چھا جائیں گے اور پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہوگا۔ چنانچہ خبردار اپنی کسی بھی حرکت سے ان لوگوں کو اپنے خلاف نہ کردینا۔ چنانچہ میں صاف صاف لفظوں میں کہہ رہا ہوں کہ عورتوں سے دور رہو"۔

"تم کہو گے یہ بہت مشکل ہے۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" اور میں بھی یہ کہتا ہوں کہ واقعی یہ مشکل ہے تاہم اپنے جذبات قابو میں رکھو۔ عورتوں کی وجہ سے دیوانے ہو کر ہم ان لوگوں کو اپنا دشمن نہیں بناسکتے۔ یہ حماقت ہے۔ یہ خود اپنی موت کو دعوت دینا ہے"۔

"لیکن صاب! اگر عورتیں خود ہی راضی ہوں تو؟ پائن نے پوچھا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ وہ راضی نہ ہوں گی یا تمہارے اختلاط کو برا سمجھیں گی پائن" "بیری نے گھور کر اس کی طرف دیکھا" لیکن ہوسکتا ہے کہ ان کے مردوں کے آگے تمہاری یہ ہوس گیری بری ہوں۔ آج یہاں پہنچ کر میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ عورتیں بڑی خوشی سے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کردیں گی اور تمہیں وہ سب کچھ دے ڈالیں گی جو تم ان سے چاہتے ہو۔ لیکن یہ ہماری مشکلوں میں اضافہ ہوگا۔ دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی۔ ہم آر گو پر نہیں ہیں پائن۔ ہمارا جہاز تباہ ہوچکا ہے اور ہم اپنی کشتی کو سفر کے قابل بنانے کی خاطر اس جزیرے پر اترے ہیں۔ چنانچہ اپنے کام سے کام رکھو اور مصیبت اور خطرے کو دعوت نہ دو۔ مسٹر ڈوئل! اس دوسرے مکان میں ان لوگوں کے کماندار تم ہوگے۔ اگر کوئی ذرا بھی سرتابی کرے، ذرا بھی شرارت کرے تو مجھے فوراً خبردو۔ سمجھ گئے؟"۔

"اچھا" ڈوئل نے سرہلایا۔

[illegible] ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ یہ مجھے پسند نہیں تاہم مجبوراً کہہ رہا ہوں [illegible] نے بھی عورتوں یا کسی بھی عورت سے جسمانی تعلق کیا یا اس کی کوشش بھی کی تو [illegible] سرعام کوڑے لگانے کا حکم دوں گا"۔

[illegible] ملاحوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ باربر مسکرایا۔ وہ ہر بات اور ہر [illegible] انوکھا اور خوشگوار پہلو ہی دیکھتا تھا۔ سلیٹر نے سوچا کہ باربر اس خیال سے تو نہیں [illegible] ان عورتوں سے جو بے پناہ لطف حاصل کیا جاسکتا ہے اس کے مقابلے میں [illegible] مار کوئی... حیثیت نہیں رکھتی۔

[illegible] ڈوئل!" بیری نے کہا "کشتی پر پہرہ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اس خدمت سے [illegible] تم' جرمی اور ریاویل کے علاوہ میں اور سلیٹر مستثنیٰ رہیں گے۔ پہرہ رات ہی کو لگایا [illegible] چار چار گھنٹے کیلئے دو دو آدمی باری باری سے کشتی پر پہرہ دیتے رہیں۔ اور ہاں پہرہ [illegible] مسلح ہوں۔ اچھا۔ اب سب جاکر کشتی پر سے سامان اتار لیں۔ کل سامان' مسٹر [illegible] دوسرے مکان میں۔ یعنی تمہارے مکان میں لاکر رکھ دیا جائے"۔

[illegible] کہے بغیر اثبات میں سرہلا دیا۔

[illegible] یوم السبت ہے۔ چنانچہ کل ہم آرام کریں گے جیسا کہ جہاز پر کرتے تھے۔ بے [illegible] السبت منانے کا نہ وقت ہے اور نہ موقع لیکن ہم ایسے حالات سے گزرے [illegible] آرام کی سخت ضرورت ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ کل کے یوم السبت کے [illegible] دنوں تک ہمیں یہ یوم منانے کا موقع نہ ملے گا"۔

[illegible] کر بیری نے اپنا "دربار" گویا برخواست کردیا اور ملاح ڈوئل کے ساتھ چلے [illegible] ظاہر تھا کہ اکثر لوگوں کو بیری کی یہ پابندی پسند نہ آئی تھی جو اس نے جزیرے [illegible] کے سلسلہ میں لگائی تھی۔ اس لئے اکثر بے حد آرزومند ملاح خفا تھے۔

[illegible] عورتوں سے دور رہنے کے متعلق جو میں نے کہا ہے وہ بہت سوں کو پسند نہیں آیا" [illegible] باہر سے کہا۔

[illegible] میں اس معاملے میں سختی کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔ جزیرے والوں کے رسم [illegible] سے ہم واقف نہیں ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ ہمارا کوئی آدمی ایسی حماقت کر بیٹھے [illegible] ہمارا قتل عام ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے آدمیوں پر جو پابندی لگائی ہے وہ احتیاط [illegible]"۔

[illegible] نے اپنی بات پوری کی ہی تھی کہ آویلا اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ

سلیٹر دو آدو آ کے ساتھ ان دونوں کے پیچھے چل پڑا۔ وہ لوگ مکان کے گرد کا عبور کر کے اس پگڈنڈی پر آگئے جس پر چل کر یہاں آئے تھے۔ اس پگڈنڈی پر انہیں اس پگڈنڈی پر لے آیا جو کٹ کر بائیں طرف چلی گئی تھی اور جسے یہاں آ سلیٹر نے دیکھا تھا۔ آویلا انہیں گاؤں میں لے آیا۔ یہاں مکانات خلیج کے موڑ ہوئے تھے اور دور تک جیسے بکھرتے چلے گئے تھے۔

یہ بستی ایسی وسیع و عریض تھی کہ اسے دیکھ کر سلیٹر اور بیری حیرت زدہ رہ گئے ساحل پر سے تو انہوں نے اس کا ایک ہی حصہ دیکھا تھا۔ حالانکہ گاؤں تنگ تھا لیک نے ساحل کے پورے ہلالی حصہ کو گھیر رکھا تھا۔ ان دونوں کو بے شمار آنکھوں کا ا ہوا جو دروازوں، درختوں کے تنوں اور مکانوں کے کونوں کے پیچھے سے انہیں جھانکا تھیں بچے دیکھ کر خوف سے چیخ کر بھاگ رہے تھے، بھاگتے میں گر رہے تھے اور مائیں انہیں اٹھا کر ان کے منہ پر اپنے ہاتھ رکھ رہی تھیں اور انہیں سینے سے لگا کر میں گھس رہی تھیں مباوا یہ روحیں ان پر سحر کر دیں۔ انسانوں کا روپ لے کر ان میں آگئی ہیں۔

وہ چولہوں کے کھنڈوں کے قریب سے گزرے جن میں انگارے دہک رہے جن سے عجیب قسم کی بو اٹھ رہی تھی۔ اس مقام سے گزرے جہاں ناریل کا گودا میں خشک ہونے کے لئے دور دور تک بچھا دیا گیا تھا اور اس سے ناریل کا تیل قطرہ قطرہ کے برتنوں میں ٹپکایا جا رہا تھا۔ کئی جگہ نئے مکانات تھے، کئی مکانات زیر تعمیر تھے، کئی کی مرمت ہو رہی تھی۔ لیکن ہر جگہ کام تھم گیا تھا کیونکہ دیوتاؤں کو آتے دیکھ کر ع اور مرد کام چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مہمانوں نے کئے مکانات بے حد خستہ حالت دیکھے۔ ان کے ستون سڑ گئے تھے اور چھتیں بیٹھ گئی تھیں۔ یہ موسم زدہ عمارتیں منتظ کہ ان کا وارث سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو انہیں نئے سرے سے تعمیر کریں۔

بستی کے عین بیچ میں وہ لوگ ایک چوک میں پہنچے۔ یہ رارا تھا اور یہاں سے مندر دکھائی دیا۔ بورو کولو "یا" دیوتاؤں کا گھر۔ یہ مندر ایک بندرہ فٹ بلند ٹیلے پر اور ٹیلے کی ڈھلان پر، اوپر سے نیچے تک، پتھر بچھے ہوئے تھے۔ مندر تک پہنچنے ایک زینہ تھا۔ یہ دراصل ایک موٹا چوبی کندہ تھا۔ جس میں کاٹ کر سیڑھیاں یا پا بنائے گئے تھے اس کندے کے قدموں میں کئی ایک مقدس پتھر تھے۔ ان میں سے ایک "لیکو" سے سجا ہوا تھا جو صنوبر کے ریشوں کا تھا جس کی جھالر زمین تک لٹک رہی دوسرا پتھر "لیکو" یا اسکرٹ کے بغیر تھا لیکن اس پر بہت سے دائرے اور دائرے اندر

ہوئے تھے۔ مندر کا صرف ایک دروازہ تھا البتہ ہر دیوار میں کھڑکیاں تھیں اور ہر کھڑکی کی چوکھٹ پر پٹ سن کے بل دئے ہوئے زنجیر نما ریشوں کی سجاوٹ تھی۔ مندر میں جس سے اور جتنا زیادہ پٹ سن کا استعمال ہوا تھا اس نے سلیٹر کو حیرت میں ڈال دیا۔ موتیوں سے اس کے جھومر لٹک رہے تھے اور ہر ستون اور ہر شہتیر اس سے ڈھکا تھا۔ آگے کو نکلے ہوئے شہتیروں کے موکھوں سے اور زمین سے کوئی چالیس فٹ کی پر پٹ سنوں کے دوسرے جھومر لٹک رہے تھے جن میں کوڑیاں لگی ہوئی تھیں۔

سفید فام اس عمارت کے سامنے حیرت سے بت بنے کھڑے تھے وہ آسمان کی طرف ایک سجے ہوئے جناتی عضو تناسل کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ سلیٹر اپنی کپکپی نہ روک کیونکہ مندر کی یہ عمارت ان وحشیانہ رسومات کی صاف علامت تھی جو یہاں رائج تھی۔ عمارت پتہ نہیں کون سے اسرار کی حامل تھی۔ اور سلیٹر کو وہ تمام عجیب اور حیرت انگیز یاد آگئیں جو اس نے مختلف جہاز رانوں سے سنی تھیں۔ آدم خوری کی باتیں،۔ بے سفاکی کی باتیں، جنسی آزادی کی باتیں، شیطانی رسومات کی باتیں اور ان برائیوں کی جن کے تصور سے بھی خون منجمد ہو جائے۔ سلیٹر سوچنے لگا کہ ان میں کون کون سی اس جزیرے والوں میں تھیں! اس نے سوچا کہ کیا واقعی یہ ابلیس کے بیٹے ہیں۔

اس نے آویلا کی طرف دیکھا لیکن وہاں سے کوئی سراغ نہ ملا۔ آویلا بیری کی طرف رہا اور اس کی حیرت پر فخر سے مسکرا رہا تھا۔ مندر کی بنیاد کے قریب چند درخت تھے جو "لیکا" کہلاتے تھے۔ ان درختوں کے پھل سرخ اور اخروٹ جتنے بڑے تھے۔ سفید کو یہ نہ بتایا گیا کہ ان درختوں کا گوندوہ زہر تھا جس میں جزیرے والے اپنے بھالوں پھل اور تیر بجھاتے تھے۔

"دکولو" کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ اس کے عقب میں پہنچے۔ چند گز آگے کے بعد وہ ایک چشمے پر تھے۔ چشمہ کیا تھا پانی کا ایک ریلا سا تھا جو ریتیلے میدان کو کے ساحلی جھیل میں جا گرا تھا۔ یہاں، تاڑ کے پیڑوں کے سائے میں کئی ایک ڈونگے پر رکھے ہوئے تھے۔

سرف بستی کے چاروں طرف بلکہ خود بستی میں بھی جگہ جگہ بہت سے درخت "ایوی" یا ایک قسم کے شاہ بلوط کے درخت تھے پھر "باک" کے درخت تھے جن کی طرح جڑیں لٹک رہی تھیں، ناریل کی قسم کے درخت تھے جن کے گہرے نیلے پتوں میں نیلے اور زرد پھل لٹک رہے تھے، ناریل کے پیڑ تھے۔ اور زمین پر، جہاں کے سائے نہ تھے انگور کی بیلیں اور دوسری پھولدار بیلیں لپٹی ہوئیں اور ان میں

مختلف رنگوں کے اتنے بہت سے پھول کھلے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا جیسے طوفان آگیا ہو۔ انہوں نے چند سور بھی دیکھے۔ یہ لمبی تھوتھنیوں والے اور عجیب جانور تھے یہ۔

اب وہ آویلا کے گھر کے قریب پہنچ رہے تھے۔ وہ "توکوتوکو" درختوں کے داخل ہوئے۔ یہ عجیب قسم کے درخت تھے جن کی شاخیں دھاگوں کی طرح پتلی گچھوں کی طرح لٹک رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھوڑوں کی دمیں درختوں سے عجیب گنگناتے کی سی آواز آرہی تھی۔ یہ وہ ہوا تھی جو مونگے کی لوٹتی ہوئی موجوں کی گرج اپنے ساتھ لاتی تھی اور ان درختوں کی ٹہنیوں اور گھس کر جیسے خوشی سے گنگنا اٹھتی تھی۔

آویلا کے گھر نے انہیں اتنا ہی حیرت زدہ کردیا کہ مندر "بوروکولو" نے کیا تھا یہ جزیرے کے دوسرے مکانوں سے مختلف نہ تھا البتہ اس کی چھت مندر کی طرح عمودی تھی۔ دیواریں نرسلوں کی تھیں اور تین فٹ سے زیادہ موٹی۔ اور پھوس زیادہ باریک بنا ہوا تھا اور وہ دیواروں سے زیادہ موٹی تھی۔

آویلا انہیں اندر لے آیا۔

باہر کی گرمی اور دھوپ کے بعد گھر کے اندر کی فوری ٹھنڈک بڑی ڈرامائی ہوئی۔ اس زبردست ستونوں نے مکان کے ڈھانچے کو سنبھال رکھا تھا جن پر پٹ سن لپٹا ہوا تھا اور انہی رنگوں کے پٹ سن سے دیواریں سجی ہوئی تھیں۔ فرش ہوئی چٹائیاں، جو بڑی نفاست سے بنی گئی تھیں اور جن کے کناروں پر جھالریں موٹی اور ایسی ملائم تھیں کہ ان پر چلنے والا یوں محسوس کرتا تھا جیسے دبیز کائی پر چل چھت کے شہتیر گزرتے وقت اور دھوئیں کی وجہ سے کالے پڑگئے تھے۔ اور ان کے موکھوں سے گھاس کے بٹے ہوئے رسے اور ان رسوں سے کوڑیوں کے جھومر سن کے گچھے لٹک رہے تھے۔ سجاوٹ میں رسوں اور جھومروں کی گرہوں میں خامی یا اناڑی پن نظر نہ آتا تھا اور نہ ہی چٹائی کی اور نہ ہی دیواروں پر کی پیچیدہ کاریگر کی بے پروائی دکھائی دیتی تھی۔ یہاں کی فضا بے حد پراسرار وحشیانہ تھی ہی ساتھ گرجا کی فضا کی طرح خاموش، پرسکون اور پروقار بھی۔

آویلا انہیں اس دروازے کے جس سے وہ داخل ہوئے تھے، سامنے والے سرے پر لے آیا اور انہیں بٹھا کر خود ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ اس کے انتہائی اطمینان عیاں تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا؟ پھر اسے چھپانے کی بھی کیا ضرورت

دوسرا کون ایسا خوش قسمت ہوگا جس کے پاس دیوتا آئے ہوں؟

کچھ ہی دیر بعد سپاہی ایک تین فٹ گولائی کا چوبی پیالہ اپنے درمیان اٹھائے داخل ہوئے۔ انہوں نے یہ پیالہ آویلا اور سفید فاموں کے سامنے لیکن ان سے ذرا دور رکھ دیا۔

اس پیالے کی بناوٹ نے سلیٹر کو الجھن میں ڈال دیا۔ اس کے پتلے اور گول پیندے کے نیچے بہت سی چھوٹی چھوٹی ٹانگیں لگی ہوئی تھیں اور یہ پیالہ، اس کی ٹانگوں سمیت ایک ہی لکڑی میں سے تراشا گیا تھا کہ ان میں کہیں کوئی جوڑ نہ تھا۔ اور لکڑی کا یہ ٹکڑا کسی بہت بڑے درخت کے تنے کا ایک حصہ رہا ہوگا۔ اور یہ پیالہ "تاؤنا" یا "یاکونا" پیالہ تھا۔

اور پھر مکان میں سپاہی گروہ در گروہ آنے لگے۔ یہ سب کے سب غیر مسلح تھے لیکن انہوں نے اپنے جسم رنگ رکھے تھے جیسے جنگ پر جارہے ہوں۔ وہ لوگ دروازے میں داخل ہوتے ہی گھٹنوں پر سے گر پڑتے اور گھٹنوں کے بل ہی چلتے ہوئے آگے بڑھتے، آویلا کے حضور میں اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہونے کی جرات کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ سخت گستاخی تھی۔ سلیٹر نے شمار کیا تو وہ تعداد میں پچاس تھے۔ یہ سپاہی یا ان میں سے زیادہ تر تاؤنا پیالے سے دور اور اس کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ بقیہ سپاہی پیالے کے دوسری طرف اور آویلا اور سفید فاموں کی طرف رخ کرکے نیم دائرے میں بیٹھ گئے۔

اب ان میں سے ایک گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھا اور آویلا بیری اور سلیٹر کے سامنے چھوٹے پیالے رکھ دیے۔ یہ پیالے کیا تھے ناریل کے صاف کئے ہوئے آدھے خول تھے۔ ان خولوں کے بیرونی حصے کو پالش کرکے چمکایا گیا تھا چنانچہ باہر سے ان کی رنگت گہری چاکلیٹی بلکہ تقریباً کالی ہوگئی تھی۔ خولوں کی اندرونی سطح پر سرخ اور بھورے رنگ کی دھاریاں تھیں جیسی کہ بڑے پیالے "تاؤنا" میں تھیں۔

اب چھ جوان عورتیں آئیں اور تیز تیز قدموں سے گھر کی لمبائی طے کرکے بڑے پیالے کے قریب آئیں اور اس کے بائیں طرف سر جھکا کر بیٹھ گئیں۔

"خدا کی قسم مسٹر" بیری نے ان عورتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ نظارہ ہے تمہارے جوان نظر کے لئے۔ قسم سے مجھ بوڑھے کا بھی خون گرم ہوگیا ہے"۔

سلیٹر نے اب تک جتنی عورتیں دیکھی تھیں ان کے برخلاف ان عورتوں نے صنوبر کے تازے سبز پتوں کے اسکرٹ کمر سے باندھ رکھے تھے اور کلائیوں اور ٹخنوں میں پھولوں کے گجرے پڑے ہوئے تھے۔ ان کی جلد کا رنگ ایسا تھا جیسے شہد کا ہوتا ہے اور ان کے کھلے شانے، بازو، پیٹ اور جوان چھاتیاں چمک رہی تھیں۔ فوراً ہی سلیٹر کے نتھنوں نے وہی تیز اور میٹھی میٹھی سی بو محسوس کی جو جزیرے کے سپاہیوں کے جسموں سے اٹھتی

ہوئی وہ پہلے محسوس کر چکا تھا۔

اب ہر لڑکی کو کسی درخت کی جڑوں کا ایک ایک گٹھا دیا گیا۔ یہ جڑیں صاف ظا
کہ اسی وقت کھود کر نکالی گئی تھیں۔ اب وہ لڑکیاں ان جڑوں کو دانتوں سے توڑ تو
چبا رہی تھیں اور جب ان جڑوں کے ریشوں کی گولیاں بن جاتی تھیں تو وہ انہیں اپنے
میں سے نکال کر ٹاؤنا کے کناروں کے نیچے اندرونی پہلوؤں پر ترتیب سے جما رہی تھے
جب بھی کوئی لڑکی جڑوں کی یہ گولی منہ میں سے نکال کر پیالے میں رکھ دیتی تو اسے
سے بانس کا ایک پیالہ یا کپ دے دیا جاتا جس میں پانی بھرا ہوتا جڑ چبانے کے بعد لڑکی
پانی سے اپنا منہ صاف کر کے کلی کر دیتی۔

جڑوں کا مشروب پینے کے بعد سلیٹر نے سمجھ لیا تھا کہ اس کی ڈٹھل کی تلخی دور کر
کے لئے یوں منہ صاف کرنا ضروری تھا۔

"یار سلیٹر! ہمیں مشروب پینا ہے جو یہ لڑکیاں جڑیں چبا چبا کر بنا رہی ہیں؟ بیری
بہت برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" سلیٹر نے مسکرا کر جواب دیا۔

یہ خیال اس کے لئے بھی اتنا ہی گھناؤنا تھا۔ اور اس خیال نے اسے اس کا وہ گھ
تصور یاد دلایا جو اس نے ساحل پر کھڑی ہوئی اس حسینہ کے متعلق کیا تھا جبکہ اس نے تص
میں اسے آدمی کا گوشت کھاتے دیکھا تھا۔

ایکبار پھر اس نے اس لڑکی کو تصور کی نظروں سے آدمی کا گوشت کھاتے دیکھا وہ
کی بھنی ہوئی ٹانگ کھا رہی تھی اور پنجہ، پانچوں انگلیوں سمیت، اس کے سرے پر لگ
رہا تھا۔ اور اب اسے احساس ہوا کے وہ ان لوگوں کے متعلق جب بھی کچھ سوچتا تھا تو
کے آدم خور ہونے کا خیال نہ صرف سب سے بالا بلکہ غالب بھی ہوتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ
بڑی خطرناک بات تھی اگر اس نے اپنے آپ کو نہ روکا، اگر اپنے اس گھناؤنے خیال
دبا نہ دیا تو پھر یہ خیال اسے آسیب بن کر پریشان کرے گا اور وہ ان لوگوں کے متعلق
الدماغی سے کچھ سوچ ہی نہ سکے گا اور نہ ہی صحیح اندازے لگا سکے گا۔ اس کے باوجود ا
سامنے بیٹھے ہوئے مردوں اور عورتوں کی طرف دیکھ دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ آیا انہوں
آدمی کے گوشت کا مزا چکھا ہے۔ جڑوں کی گولیاں بناتی ہوئی لڑکیوں کی تیل لگی انگلیوں
دیکھ کر اسے ساحل پر کی حسینہ کے ہاتھ یاد آ گئے۔ اس کی انگلیاں بھی چمکیلی تھیں لیکن ا
نے تیل نہ لگا رکھا تھا اور وہ چمک تیل کی نہ تھی۔

اتنی گولیاں، جتنی ضروری تھیں، پیالے میں رکھی جا چکیں تو وہ سپاہی، جو دوسروں کی

نسبت پیالے سے زیادہ قریب تھا، کولھوں کے بل گھسٹتا ہوا آ گیا یہاں تک کہ وہ پیالے کے
اتنے قریب آ کر بیٹھ گیا کہ اس کا جسم پیالے کو چھو رہا تھا۔ یہ "یاکونا بنانے والا" تھا۔ اس
نے دونوں ہاتھ پیالے کے کنارے پر رکھ دیئے اور چند ثانیوں تک بے حرکت بیٹھا رہا۔ پھر
وہ جھکا اور تمام گولیاں سمیٹ کر اور انہیں آپس میں ملا کر ایک بڑا گولا بنایا۔

وہ گولا بنا چکا تو پیالے سے ذرا دور بیٹھے ہوئے ایک بڑی عمر کے سپاہی نے منہ اٹھا کر
ایک ہانک سی لگائی۔ فوراً ہی ایک شخص اپنے ہاتھ میں بانس کا چھ فٹ لمبا ٹکڑا لئے داخل
ہوا۔ یہ ایک چوڑی پھکنی تھی جس کے اوپری سرے میں گھاس کی ڈاٹ لگی ہوئی تھی۔ یہ
آدمی بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اور اسی طرح رینگتا ہوا پیالے تک آیا اور بانس کی پھکنی
کو اس میں اوندھا دیا۔ اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ پانی گھاس کی ڈاٹ میں سے چھن چھن
کر پیالے میں گر رہا تھا اور کھوکھلے بانس میں سے نکلتے ہوئے پانی سے ایسی آواز اٹھ رہی
تھی جیسے کہیں دور سے نقارے کی آواز آ رہی ہو۔ کم سے کم بیری اور سلیٹر کو تو ایسا ہی
معلوم ہوا۔ اس ایک آواز کے علاوہ مکان میں کوئی آواز نہ تھی۔ سب خاموش تھے اور یہ
خاموشی مکمل تھی۔ یاکونا کی تیاری کے وقت اس جگہ کسی بھی آواز کا داخل ہونا سخت گناہ
تھا۔ یہ "ٹیبو" تھا۔ یعنی آواز اس وقت "حرام تھی۔ یہ حرمت کا وقت تھا"۔

سلیٹر کے اعصاب تن گئے کیونکہ دفعتاً اسے احساس ہوا کہ وہ ایک مقدس رسم بلکہ
شاید مذہبی رسم میں حصہ لے رہا تھا۔ لیکن نہیں، اس نے سوچا، اگر یہ مذہبی رسم ہوتی تو
مندر میں ادا کی جاتی۔

اس نے بیری کی طرف دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اسے بھی مقدس یا بے حد سنجیدہ گھڑی کا
احساس تھا کیونکہ وہ ٹکٹکی لگائے یاکونا بنانے والے کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کا منہ کھل گیا
تھا اور ماتھے پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

یکایک وہ سپاہی، جو ٹاؤنا سے دور بیٹھے ہوئے تھے آہستہ آہستہ تالیاں بجانے لگے کسی
کی تالی الگ نہ پڑ رہی تھی۔ ایک تال میں وہ تالیاں بجا رہے تھے۔ پہلے آہستہ آہستہ اور پھر
ذرا تیزی سے اور پھر اور بھی تیزی سے۔ ساتھ ہی ساتھ تالیوں کی آواز بھی رفتہ رفتہ بلند
ہو رہی تھی اور اسقدر فوری طور سے جس نے سفید فاموں کو چونکا دیا، ایک سپاہی نے کوئی
گیت شروع کیا۔ وہ مدھم لیکن سنی جانے والی آواز میں گیت گا رہا تھا اور دوسرے اپنی
انگلیوں سے، ہاتھوں سے، بازوؤں سے اور سر سے اشارے کر رہے تھے۔ یہ گویا عبادتی
گیت تھا۔ محفل سماع تھی جو یاکونا بنانے کی مقدس رسم کے ساتھ ضروری تھی۔ چند
ثانیوں بعد ہی ہر شخص، سوائے ان کے جو پیالے کے قریب تھے، اس گیت میں شامل

ہو گیا۔

اب یاکونا بنانے والے نے ریشوں کی بنی ہوئی ایک چھلنی پیالے میں ڈبوئی اور ادھر سے ادھر کھینچ کر نکالی' پھر اسے نچوڑ کر اور پیالے پر سے نظریں ہٹائے بغیر پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کو دے دی۔ اس نے اسے کھول کر چبائی ہوئی وہ جڑیں یا ان کے ریشے جھٹک دیئے جو چھلنی میں آگئے تھے۔

اور اب ساقی آیا۔

تیزی سے' تقریباً متکبرانہ شان سے وہ اندر آیا اور آویلا کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا۔ یہ ساقی قدوقامت میں پورا دیو تھا اور اس نے دوسروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی لباس پہن رکھا تھا۔ عورتوں کی طرح اس کی کمر سے بھی صنوبر کے پتوں کا اسکرٹ بندھا ہوا تھا اور چھال کے گودے سے بنا ہوا کپڑا لپٹا ہوا تھا جس پر سرخ اور بھورے رنگ کے گل بوٹے تھے۔ اس کے سر پر پھولوں اور پتوں کا تاج تھا اور کلائیوں اور ٹخنوں میں گجرے پڑے ہوئے تھے' اور اس کے جسم کو کالا رنگ دیا گیا تھا۔

وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے بالکل ایسا ہی پیالہ' جیسے کہ بیری' سلیٹر اور آویلا کے سامنے دھرے ہوئے تھے' اٹھائے مغرورانہ قدم اٹھاتا "تاؤنا" کے قریب آیا۔ وہ تاؤنا کے قریب بیٹھ گیا' اور اپنا پیالہ تاؤنا کے اوپر اٹھا رکھا۔ اب یاکونا بنانے والے نے چھلنی پیالے میں گزار کر اوپر اٹھائی اور اسے ساقی کے پیالے پر اٹھا رکھا۔ چھلنی میں سے یاکونا ساقی کے پیالے میں ٹپکنے لگا۔

ساقی کا پیالہ بھر گیا وہ تو اسے دونوں ہاتھوں پر بدستور لئے اور دونوں بازو بدستور آگے بڑھائے آہستہ آہستہ آویلا کی طرف گھوم گیا۔ اب سپاہیوں کا گیت بلند اور بول تیز ہو گئے ساتھ ہی ان کی تالیوں میں بھی سرعت آگئی۔

ساقی اپنا پیالہ۔ جس کا نام معلوم ہوا کہ "بلو" تھا۔ اسی طرح دونوں ہاتھوں پر لئے اسی طرح اپنے بازو آگے بڑھائے اٹھا اور رقص کرنے لگا۔ پہلے ایک ٹانگ پر اور پھر دوسری ٹانگ پر۔ گیت اور تالیوں کے تال پر ناچتا ہوا وہ آویلا کی طرف بڑھا' پھر پیچھے ہٹا اور پھر جگ پھیریاں کھانے لگا۔ اس کے اسکرٹ کا گھیر گھوم رہا تھا اور خود ساقی کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ گیت عروج کو پہنچنے کے بعد مدھم ہونے لگا تو ساقی گھٹنے موڑ کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگا یہاں تک کہ اس کے کولھے فرش پر ٹک گئے۔ اور پھر وہ اٹھا اور اس نے اپنا "بلو" یا پیالہ بیری کی طرف بڑھا دیا۔

بیری چکرا گیا۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ اسے یہ مشروب قبول کرنا تھا لیکن اس پیالے

کیا جو اس کے سامنے پہلے سے ہی رکھ دیا گیا تھا۔ آویلا نے بیری کی الجھن دیکھی تو اس نے اپنا "بلو" اٹھا کر ساقی کی طرف بڑھا دیا۔ ساقی نے اپنے بلو کا مشروب آویلا کے بلو میں انڈیل دیا۔ بیری نے بھی ایسا ہی کیا۔ ساقی نے اس کے پیالے میں بھی مشروب انڈیل دیا بیری نے پیالہ اپنے ہونٹوں سے لگا کر پیا تو ساقی بیٹھ گیا' اپنا بلو فرش پر رکھا اور تین دفعہ تالی بجائی۔

جس طرح فوری طور سے گیت شروع ہوا تھا اسی طرح ایکدم سے ختم ہو گیا اور جب بیری مشروب کا آخری گھونٹ پی کر پیالہ خالی کر گیا تو سپاہیوں نے ایک نعرہ لگایا اور ایک تال میں تالیاں بجائیں۔

بیری کے بعد آویلا کی باری تھی اور پھر سیلٹر کی۔

سلیٹر نے مشروب کی پہلی چسکی لی تو اس کی زبان جھنجھنا اٹھی کیونکہ اس میں کالی مرچ کا سا تیکھاپن تھا۔ لیکن یہ جھنجھناہٹ بے حد خوشگوار تھی اور مشروب خود بے حد روح افزا تھا۔ پہلے تو اس کی طبیعت نے ذرا مالش کی کیونکہ اسے احساس تھا کہ وہ دوسروں کی چبائی ہوئی چیز اپنے منہ میں لے رہا تھا۔ لیکن کوشش کرکے اس نے ایک دفعہ یہ احساس جھٹک دیا تو پھر اسے یہ مشروب "یاکونا" بے حد لذیذ اور فرحت بخش معلوم ہوا۔ اور اس نے اسے بیری سے زیادہ پسند کیا۔ بیری کو یاکونا شاید پسند نہ آیا تھا تاہم اس کے اپنے بشرے سے یا بتا کر اس کا اظہار نہ کیا کیونکہ وہ کوئی بھی ایسی حرکت نہ کرنے کا مصمم ... ارادہ کر چکا تھا جو آویلا یا جزیرے والوں کو بری لگے۔ اسکا سراب بھی تکلیف دے رہا' آنکھیں درد کر رہی تھیں اور اس کے چہرے کے پٹھے اب بھی کھنچے ہوئے تھے۔ وہ آرام کرنا چاہتا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر لینا چاہتا تھا تاکہ یہ روشنی اس کی آنکھوں میں نہ چبھے جو اسے سخت تکلیف دے رہی تھی۔

ساتواں باب

یوم السبت ٹھنڈا اور خوشگوار طلوع ہوا۔ جنوب مشرق کی طرف تجارتی ہواؤں کے جھونکے آئے اور انہوں نے جزیرے پر منڈلاتا ہوا دھواں جو پھوس کی چھتوں میں سے نکل رہا تھا بکھیر دیا۔

صبح کے تڑکے کے ساتھ ہی سلیٹر بیدار ہو گیا اور چند ثانیوں تک سوچتا رہا کہ وہ کہاں

تھا۔ اندر اندھیرا تھا کیونکہ مچھروں سے بچنے کے لئے تمام کھڑکیاں بند کر دی گئی تھیں اور ا
اس اندھیرے میں اس ہلکی آگ کی بو تھی جو گزشتہ رات جزیرے والوں نے انہیں سلگانا
سکھائی تھی اور اس نرمی نے' جو گھاس پھوس کے گھر میں اور بستر پر آدمی محسوس کرتا ہے'
اسے ذرا گڑبڑا دیا۔

اور پھر اسے یاد آگیا۔

اس نے بیری کی طرف دیکھا۔ وہ پلیٹ فارم پر چت پڑا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔
رات میں کئی دفعہ بیری چیخا تھا اور بے چینی سے چٹائی پر کروٹیں بدلی تھیں۔ ہر دفعہ سلیٹر
نے اس کے پاس جا کر اسے پکارا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

سلیٹر اٹھا' ایک کھڑکی پر سے تختہ اٹھایا اور واپس آکر بیری کے قریب کھڑا ہو گیا اور غور
سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کھڑکی سے روشنی اندر آگئی تھی اور سلیٹر بیری کو صاف طور سے
اور پوری طرح سے دیکھ سکتا تھا کیونکہ اسے یاد تھا کہ رات کے کسی حصہ میں جب وہ بیری
کو چیخنے سن کر اس کے پاس پہنچا تھا تو وہ نیند سے زیادہ غشی میں معلوم ہوتا تھا۔ بیری کو جگانا
اس نے مناسب نہ سمجھا چنانچہ وہ اسے سوتا اور ایک کھڑکی کو کھلی چھوڑ کر باہر آگیا۔

سورج طلوع نہ ہوا تھا' روشنی پورے آسمان سے آرہی تھی البتہ افق مشرق سرخ ہو
چلا تھا۔ پاویل کے علاوہ سبھی بیدار ہو چکے تھے اور چند ملاح نہانے کے لئے ساحل پر گئے
ہوئے تھے پاویل نے سلیٹر کو بتایا کہ آج اس کی طبیعت اچھی تھی۔

"کپتان کیسے ہیں؟" پاویل نے پوچھا۔

"سو رہے ہیں"۔

"بیمار ادمی کو جتنی زیادہ نیند آئے اتنا ہی اچھا ہے۔ نیند دوا ہے گویا بشرطیکہ اسے
سیدھے خوابوں سے پاک ہو۔ خوابوں والی نیند تو بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے"۔

سلیٹر نے تھوڑی سی برانڈی بطور دوا پاویل کو دی اور پھر اس سے یہ کہہ کر کہ جرمی
جیسے ہی نہا کر آئے وہ اسے اس کے پاس بھیج دے' واپس آگیا۔ بیری بیدار ہو چکا تھا۔ اس'
رنگ فق تھا لیکن چہرہ اتنا کھنچا ہوا نہ تھا جتنا کل تھا۔

"ساتھیوں کے پاس گئے تھے؟ سلیٹر مکان میں داخل ہوا تو بیری نے پوچھا۔

"ہاں۔ سب ٹھیک ہے۔ اکثر ملاح نہانے کے لئے ساحل پر گئے ہوئے ہیں"۔

"اور پاویل؟"

"اس کی طبیعت نسبتاً اچھی ہے۔ میں اسے برانڈی پلا کر آیا ہوں۔
اور تمہارا کیا حال کپتان؟

سر میں درد کیسا ہے؟"

"سر میں درد اب بھی ہے۔ خیال تھا کہ رات بھر کی نیند کے بعد طبیعت بحال ہو جائے
گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بہر حال ٹھیک ہو جاؤں گا۔

"تمہیں نیند اور آرام کی ضرورت ہے"۔

"رات میں میں چلایا تو نہیں تھا؟"۔

"ایک دو دفعہ"۔

"اور تمہاری نیند خراب کی۔ مجھے افسوس ہے۔ ہاں تو آج یوم السبت ہے۔ تو آج کا
دن کیسے گزارا جائے؟"۔

"میرے خیال میں گھوم پھر کر جزیرہ دیکھ لیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جزیرے والوں
سے ہمیں کوئی گزند پہنچے گا لیکن اگر ایسا ہو تو پھر جزیرے کے جغرافیہ سے واقفیت کام آسکتی
ہے"۔

"خیال برا نہیں۔ لیکن مجھے تو اپنے ساتھ چلنے سے معاف ہی رکھو"۔

"میں تو اپنے آپ جانے اور جرمی کو ساتھ لے جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں"۔

"اور میں تمہارے اس خیال کی تائید کرتا ہوں اولیور۔ چنانچہ جی چاہے چلے جاؤ"۔

بیری نے دوسری دفعہ اس کا نام لیا تھا چنانچہ سلیٹر ذرا شرما گیا تھا لیکن اس سے بیری
کے خلوص کا پتہ چلتا تھا اور ظاہر ہوتا تھا کہ اسے سلیٹر پر' صرف سلیٹر پر اعتبار تھا۔

اور پھر جرمی دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔

"مسٹر ڈوئل نے تم سے ملنے کو کہا ہے صاب کہ انڈیشوں نے اتنا بہت سا کھانا بھیج دیا
ہے جو اس جہاز کی خوراک کے لئے کافی ہے جو تین برس کے سفر پر جا رہا ہو" برمی نے
کہا۔

"کس قسم کا کھانا بھیجا ہے؟" بیری نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سبزی ترکاریاں ہیں صاب۔ سب کی سب پتوں میں لپٹی ہوئی اور مچھلی اور سور"۔

"اولیور! کیا کہا تھا میں نے؟" بیری نے کہا' دیوتا ہمارے ساتھ ہیں۔ یہاں بغیر مانگے
کھانا ہمارے لئے بھیجا جا رہا ہے"۔

سلیٹر اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ جزیرے والوں کے سلسلہ میں اور انہیں الو بنانے
کے متعلق بیری نے بہت سی باتیں کہی تھیں لیکن یہ بات کبھی نہ کہی تھی کہ دیوتا ان کے
ساتھ ہیں۔ اپنی کامیاب پیشن گوئی کے سلسلے میں یہ اس نے نئی بات کہی تھی۔

"بڑی اچھی خبر لائے ہو' لڑکے' بہت ہی اچھی خبر۔ سلیٹر! جتنا زیادہ وقت گزرتا جا رہا

ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بنا پر میرا یہ یقین زیادہ سے زیادہ پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ نے اس جزیرے پر اتر کر غلطی نہیں کی"۔

"اچھا۔ اب جرمی" سلیٹر نے کہا" ہم دونوں جزیرے کی سیر کو جا رہے ہیں ذرا۔ لیکن اس سے پہلے تم مسٹر ڈوئل کے پاس جاؤ اور میرے اور کپتان کے لئے تھوڑا سا نمکین گوشت اور بسکٹ لے آؤ۔ کم سے کم اتنا جو دو وقت کے کھانے کے لئے کافی ہو۔ دوسرے جزیرے پر میں نے جو پستول تمہیں دیا تھا وہ اب بھی تمہارے پاس ہے نا؟"۔

"مسٹر ڈوئل کے پاس ہے صاحب"۔

"تو پھر ان سے پستول اور تھوڑی سے گولیاں لیتے آنا۔ اور ان سے کہنا کہ انڈینوں کے بھیجے ہوئے کھانے کے حصے بنا لئے جائیں تو تھوڑا سا کپتان کے لئے بھیج دے"۔

مکان کے پچھواڑے ایک راستہ تھا جو اس پگڈنڈی سے قدرے مختلف تھا جو ملاحوں کی قیام گاہ سے کپتان اور سلیٹر کی قیام گاہ تک آئی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ راستہ استعمال نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس پر گھاس اور جھاڑیاں اگ رہی تھیں لیکن چونکہ یہ اندرون جزیرہ جا رہا تھا اسے لئے سلیٹر نے اسی پر چل پڑنے کا فیصلہ کیا۔ وہ چل پڑا۔ پستول اس کے پٹکے میں اڑسا ہوا تھا اور وہ کھانا' جو جرمی لایا تھا اور کیلے کے پتوں میں لپٹا ہوا تھا' اس نے گریبان کھول کر قمیض کے اندر رکھ لیا تھا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ گھنے جنگل سے نکل کر بلند جگہ یا سطح مرتفع پر آ گئے۔ یہاں کچھ نہ اگ رہا تھا سوائے ناریل اور صنوبر کے چند پیڑوں اور چھدری گھاس کے۔ جزیرے کی حالت ہر جگہ مختلف تھی۔ چند حصے نم تھے اور چند بالکل خشک سطح مرتفع سے انہوں نے نیچے دیکھا جہاں گھاس بے تحاشہ اگ رہی تھی اور انگور اور دوسری بیلوں کے بچھے ہوئے قالین میں سے درخت جیسے ایکدم سے آسمان کی طرف بلند ہو گئے تھے اور وہاں سے دلدل کی بو اٹھ کر ان کے نتھنوں میں پہنچ رہی تھی۔ تاہم جزیرے کا زیادہ تر حصہ سخت اور زرخیز تھا جہاں... جزیرے والوں کے باغات تھے اور عمدہ قسم کے درخت اگ رہے تھے۔ کوئی ایک گھنٹہ تک ادھر سے ادھر تک چلنے اور جزیرہ کا معائنہ کرتے رہنے کے بعد وہ ایک ایسے بلند مقام پر پہنچے جہاں سے جزیرے کا مغربی کنارہ دیکھا جا سکتا تھا۔ یہاں پہنچ کر سلیٹر نے رک جانے کو کہا۔ سورج کی شعاعوں میں تمازت آ گئی تھی چنانچہ وہ دونوں کھانا کھانے کے لئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ وہ خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے اور دور مونگے کی چٹانوں پر ٹوٹتی ہوئی موجوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں سے یہ ایک سفید لکیر سی دکھائی دیتی تھی۔ جو بھورے جامنی سمندر کو نیلی سمندری جھیل سے الگ کر رہی تھی۔

نیچے جزیرے کا خوبصورت ساحل پھیلا ہوا تھا۔ جرمی نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"صاحب! تیرنے اور نہانے کے لئے بہترین جگہ ہے"۔

"آج صبح نہانے میں مزا آیا جرمی؟"۔

"بے حد۔ پانی بے حد ٹھنڈا اور کانچ کی طرح شفاف تھا۔ تمہیں بھی نہا لینا چاہئے تھا صاب"۔

ہوا کے جھونکے کے ساتھ مچھروں کا ایک غول آیا اور اس نے ان دونوں پر ہلہ بول دیا۔ سلیٹر نے دو تین مچھر مار کر جرمی سے پوچھا۔

"رات میں مچھروں نے پریشان کیا تھا جرمی؟"۔

"ابتدا میں پریشان کیا تھا"۔

"انڈینوں نے آ کر تمہیں بتایا نہیں کہ دھواں دار آگ کیسے سلگائی جاتی اور کھڑکیاں بند کرنے کے لئے بانس کس طرح لگائے جاتے ہیں؟"

"بتایا تھا صاحب" لیکن ہمارے آدمیوں نے آگ بکھیر دی اور بانس ہٹا لئے کھڑکیوں پر سے"

"بیوقوف گدھے۔ کس کے حکم سے انہوں نے ایسا کیا؟"

"مسٹر ڈوئل کے حکم سے صاب۔ جب انڈین کھڑکیوں پر بانس لگا رہے تھے اور آگ جلا رہے تھے تو مسٹر ڈوئل نے کہا کہ انہیں یہ پسند نہیں۔ اور پھر جب گھر میں گرمی ہونے لگی۔ چھت کے نیچے دھواں بھر رہا تھا اور کھڑکیاں بند تھیں تو صاب گرمی ہونی ہی تھی۔ تو جب ایسا ہوا تو لوگ شکایت کرنے لگے اور تب مسٹر ڈوئل اٹھے اور ان کے ساتھ جیب ہائن بھی اٹھا اور انہوں نے آگ بکھیر دی کھڑکیوں پر سے بانس اتار لئے۔"

"اور پھر نہ لگائے؟"

"نہیں صاب۔ تھوڑی دیر بعد ہم سب اپنے جسموں کو کھجلا رہے تھے اور بار بر نے کہا کہ مچھر اس کے کانوں میں اتنے زور سے ستار بجا رہے ہیں کہ مجھے نیند نہیں آ رہی۔ پھر وہ غصے ہو گیا اور گالیاں بکنے لگا اور بستر میں سے نکل آیا اور ایک لالٹین جلائی۔ اس پر ڈوئل نے کہا کہ وہ تیل بیکار ضائع کر رہا ہے اور اس پر بار بر نے چیخ کر کہا کہ اگر لوگ اتنے گدھے نہ ہوتے کہ انڈینوں کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا رہتے کہ کس طرح نیند آ سکتی ہے تو تیل بیکار ضائع کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں صاب مسٹر ڈوئل نے اسے کچھ بھی نہ کرنے کا حکم دے دیا ہوتا لیکن پارکون نے کہا کہ ہر بات کی ایک انتہا ہوتی ہے اور وہ بار بر کا ہاتھ بٹانے لگا۔ پھر ایلیسا اور ولکن سن بھی اٹھے اور ان

سب نے مل کر آگ سلگا دی اور کھڑکیاں بند کر دیں۔"

سلیٹر کھانا کھا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ڈوئل کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی! ڈوئل بیوقوف نہ تھا۔ اس نے یقیناً یہ تو سمجھ لیا ہوگا کہ یہاں کے باشندے مچھر بھگانے کا طریقہ جانتے تھے اور وہی انہوں نے ڈوئل اور اس کے ساتھیوں کو بتایا تھا پھر اس کے خلاف کرنا نری حماقت ہی تو تھی۔

"جرمی! ڈوئل جب غصے میں تھے تو انہوں نے کپتان یا میرے متعلق کچھ کہا تھا؟"۔

"کپتان بیری کے متعلق کہا تھا" جرمی نے کہا۔ وہ اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے ایکدم سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"کیا کہا تھا؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں جرمی"۔

"یونہی صاب الٹی سیدھی باتیں" جرمی نے بات ٹال دی۔

"سنو جرمی۔ تمہیں الٹی سیدھی باتوں میں اور رپورٹ کرنے میں تمیز کرنی چاہیے۔ ہر بات کی رپورٹ پیش کرنا تمہارا فرض ہے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں اور بعض موقع بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اس وقت ان باتوں کو چھپانا سخت جرم ہے۔ اچھا تو بتاؤ کیا کہا تھا ڈوئل نے؟

"کچھ" باراٹری" کے متعلق کہا تھا۔

"باراٹری؟" سلیٹر نے جلدی سے کہا۔

"یہ باراٹری کیا ہے صاب؟"۔

"یہ ایک جرم ہے' جرمی۔ تو کیا کہا تھا مسٹر ڈوئل نے؟۔

"انہوں نے کہا کہ کپتان بیری نے باراٹری کا جرم کیا ہے۔ انہوں نے کہا اگر ہم جزیرے سے نکل سکے تو وہ کپتان کو بحری عدالت میں کھڑا کر دیں گے اور ان پر جہاز چھوڑ دینے کا مقدمہ چلائیں گے ایسا تو نہیں ہو سکتا یا ہو سکتا ہے مسٹر سلیٹر؟۔

"نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا جرمی۔ بلکہ اگر مسٹر ڈوئل نے احتیاط سے کام نہ لیا تو ملاحوں کو بغاوت پر اکسانے کی کوشش میں وہ خود بحری عدالت میں مجرموں کے کٹہرے میں نظر آئیں گے اور جہاز پر بغاوت کرنے یا کروانے کی سزا ہے پھانسی۔ اچھا۔ اور کچھ؟"۔

"ہاں صاب! آج صبح جب میں پستول اور کھانا لانے گیا تھا تو..... کیا ہوا تھا؟"۔

اور جرمی نے بتایا کہ وہ کس طرح ملاحوں کی قیام گاہ پر پہنچا تو ڈوئل وہیں تھا اور اس نے اس سے پستول اور گوشت اور بسکٹ طلب کئے تو...

"میرا خیال تھا کہ ہم اپنی سمندری اشیائے خورد و نوش واپسی کے سفر کے لئے بچائیں

گے" ڈوئل نے جرمی کو گھور کر دیکھا۔

"میں وہی چیزیں مانگ رہا ہوں جو مجھ سے لانے کو کہی گئی ہیں۔ جرمی بولا۔ "لیکن گوشت اور بسکٹوں کی کیا ضرورت ہے؟ کہاں جا رہے ہو تم لوگ؟"۔

"یہ تو میں نہیں جانتا"۔

جرمی کا خیال تھا کہ ڈوئل اسے کھانا نہ دے گا لیکن ڈوئل نے اسے خشمناک نظروں سے دیکھا اور پھر کہا کہ وہ خود جا کر گوشت اور بسکٹ لے آئے اور ڈوئل نے صندوق کھول کر پستول نکالا اور ساتھ ہی گولیوں کی چرمی تھیلی بھی۔ گوشت اور بسکٹ اس نے صاف ستھرے رومال میں لپیٹے اور پستول لیکر باہر آگیا۔ وہ خوش تھا کہ اس مکان سے وہ باہر آچکا تھا اور ڈوئل کے صاف صریح غصہ سے محفوظ ہو چکا تھا۔

وہ مکان کے کونے تک پہنچ چکا تھا کہ اس کے پیچھے سے پائن ایکدم سے نکل آیا اور اس سے قریب قریب ٹکرا گیا۔ اس نے جرمی کے ہاتھ میں پستول اور بنڈل دیکھ کر پوچھا۔

"جرمی! یہ پستول لیکر کہاں جا رہے ہو تم؟ مسٹر ڈوئل جانتے ہیں کہ پستول ہے تمہارے پاس؟ اور اس کپڑے میں کیا لپیٹ رکھا ہے"۔

"گوشت اور بسکٹ۔ جرمی نے پائن کے تحکمانہ لہجے سے گڑبڑا کر جواب دیا" اور یہ بات مسٹر ڈوئل جانتے ہیں۔

"ایک منٹ" پائن نے کہا۔

اور وہ جرمی کا بازو پکڑ کر اسے مکان کے دروازوں کی طرف کھینچ کر لے چلا۔

"چھوڑ دو مجھے۔ جرمی نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے گلے سے کہا۔

لیکن پائن نے اسکی طرف دھیان دیئے بغیر چیخ کر پوچھا۔

"مسٹر ڈوئل! کیا یہ سچ ہے جو یہ لڑکا کہہ رہا ہے کیا تم جانتے ہو کہ یہ پستول وغیرہ لے جا رہا ہے؟"۔

ڈوئل دروازے میں نمودار ہوا اور اس نے پہلے جرمی اور پھر پائن کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ جیب۔ یہ سچ کہتا ہے" اس نے آہستہ سے کہا۔

پائن نے اب بھی جرمی کا بازو نہ چھوڑا۔

"یہ جہاز کے ذخیرے کو ضائع کرنا ہے" وہ بولا۔

"یہ میں جرمی سے کہہ چکا ہوں"۔

"چھوڑ دو مجھے" جرمی اب چلا رہا تھا "چھوڑ دو ورنہ خدا کی قسم میرا ہاتھ تم پر اٹھ جائے گا" اور اس نے وہ ہاتھ اٹھایا جس میں پستول تھا۔ پائن نے دیکھا کہ جرمی جو کہہ رہا

ہے وہ کر گزرے گا۔ چنانچہ اس نے اپنی مٹھی بھینچ لی۔

"جیب! چھوڑ دو مجھے ورنہ خدا کی قسم میں تمہیں شوٹ کردوں گا" جرمی نے
پستول کا گھوڑا چڑھا لیا۔

جرمی جانتا نہ تھا کہ پستول اس نے ڈوئل کو دیا تھا تو اس نے اس میں سے گولیا
لی تھیں یا نہیں یا یہ کہ اس میں جو بارود تھی وہ خشک تھی یا نہیں لیکن یہ پائن بھی
تھا۔ ایک لمحہ تک پائن چپ کم کے عالم میں کھڑا رہا اور پھر ایک گالی بک کر اس کا باز
دیا۔ جرمی ایکدم سے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ غصے سے اور اس خیال سے کانپ رہا
اسے پائن کو اس طرح دھمکی دینے پر مجبور کیا گیا تھا۔

یکایک ڈوئل ایک چھلانگ لگا کر دروازے سے باہر آیا اور پائن کو شانے سے
اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ پائن کو اپنی طرف گھمایا اور پھر بڑی قوت سے اسے
ڈھکیل کر مکان کے ایک ستون سے ٹکرا دیا۔ ڈوئل غصے کے دیوانہ ہو رہا تھا اور۔
خوفناک بن گیا۔ پائن اس کے سامنے بھیگی بلی بن گیا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے
مسیح کی قسم پائن! ڈوئل نے کہا۔ اگر تم نے اس لڑکے کا بال بھی بیکا کیا تو میں
کھال کھینچ لوں گا۔ سنا تم نے؟ میں تمہارے بیکار جسم پر سے زندہ کھال کھینچ لوں گا۔

"میں۔ میں تو صرف پستول کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ اسکی
ڈوب گئی اور ڈوئل کی طرف دیکھنے لگا۔

دم بخود کھڑا ہوا جرمی پائن کی آنکھوں میں انتہائی خوف دیکھ رہا تھا۔ کیا خیا
تمہارا؟" ڈوئل نے اپنے آپ پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میرا خیال ہے کہ تم نے ہتھیاروں کے متعلق جو کہا تھا وہ سنجیدگی سے اور ڈو
الٹے ہاتھ کا ایک تھپڑ اس کے جڑ دیا۔ تھپڑ ایسا زوردار تھا کہ پائن کا سر پیچھے ستو
ٹکرا گیا۔ وہ گرا تو نہیں البتہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور گرنے سے بچنے کے
نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دیوار پکڑ لی۔ اس کے ہونٹوں کے کونوں سے خون ٹپک
ڈوئل جرمی کی طرف گھوم گیا۔

"لڑکے! تم جاؤ۔ کپتان سے کہنا کہ انکا کھانا میں بھجوا دوں گا۔ جرمی مکان کے
کے قریب پہنچ کر دوسری طرف مڑنے ہی والا تھا کہ اس نے ڈوئل کو کہتے سنا۔

"حرامی سور! تم کئے کرائے پر پانی پھیر دینا چاہتے ہو؟"۔

"لڑکا کسی سے کچھ نہ کہے گا۔ وہ کیا خاک سمجھا ہوگا" پائن نے کہا۔

تم جتنا سمجھتے ہو اس سے زیادہ وہ سمجھ سکتا ہے۔ خدا کی قسم! میرا تو جی چاہتا

ہیں دم پخت کردوں اس میں۔

"تو ایسا ہوا مسٹر سلیٹر" جرمی نے کہا۔ "کیا مطلب ہے اس سب کا صاب؟"۔

"یہ سب کچھ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے دیکھا جرنی؟"۔

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتا مسٹر سلیٹر۔ اکثر ساتھی تو کھانے کو دیکھ رہے تھے اور بہت
ساحل پر سے واپس آئے نہ تھے اور کھانا وہاں ...باورچی خانے میں تھا اور انڈین بھی
ساتھیوں کے ساتھ وہیں تھے۔ چنانچہ میں تو سمجھتا ہوں کہ کسی نے نہیں دیکھا سوائے
ک پادیل کے جو مکان میں تھے۔

پائن کو "دم پخت" کر دینے سے ڈوئل کا کیا مطلب تھا؟ اسکی مراد تنہا پائن سے تھی یا
اس کی اس دھمکی میں دوسرے بھی آجاتے تھے؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی
رشپ" سے ہاتھ اٹھا لے گا؟ کیا وہ الگ ہوجانے کی دھمکی دے رہا تھا؟ ڈوئل بیری کو
اس چھوٹے جزیرے پر ایسا حکم چلاتے دیکھ چکا تھا۔ تو کیا اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ
اس کو بے دخل کر کے خود کمان اپنے ہاتھ میں لے لے؟"۔

ہاں۔ بارٹری کے متعلق اس نے جو کچھ کہا تھا سو اس کی وجہ اس کا یہی فیصلہ ہو سکتا
تھا۔ بیری کو کم تر ثابت کرنے کا یہ پلان ہو سکتا تھا۔ تو پھر وہ کمان اپنے ہاتھ میں لینے کے
لیے تیار ہوگا؟ کتنے ملاح اس کے ساتھ ہیں؟ بظاہر تو صرف پائن ہے لیکن دوسرے
اور سکتے ہیں۔

تو پھر کون کون؟"۔

سلیٹر اس کے متعلق اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ اندازہ لگانا بے حد خطرناک کھیل تھا اور نہ
یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کس کس کے دل میں کھوٹ ہے۔ اسکا مطلب تھا ہر ایک پر
کرتا۔

"جرمی!" سلیٹر نے یک لخت کہا "اس معاملے پر میں زیادہ غور و خوض کرنا نہیں چاہتا
ب باتوں کا غالباً کچھ مطلب ہے ہی نہیں۔

پائن کے بارے میں کیا کہتے ہو صاب۔ وہ تو میرا دشمن بن گیا ہوگا۔ بدلہ لے گا مجھ

"نہیں۔ وہ ایسی کوئی بات نہ کرے گا۔ خود تم نے سن لیا کہ تمہارا بال بیکا کرنے کے
متعلق ڈوئل نے اس سے کیا کہا۔ وہ کسی اور کو چاہے ناپسند کرتا ہو۔ میرا مطلب ڈوئل
لیکن تمہیں پسند کرتا ہے۔ ہے کہ نہیں؟"۔

ہاں صاب! آجتک مسٹر ڈوئل نے مجھے ڈانٹ نہیں پلائی اور نہ ہی سخت لہجے میں بات

کی ہے"۔
"لیکن میں نے ڈانٹا ہے تمہیں اکثر" سلیٹر نے مسکرا کر کہا۔
"تمہاری بات دوسری ہے مسٹر سلیٹر۔ تم تو میرے باپ کی طرح ہو اور ہر باپ کو گیر بننے کا حق ہے"۔
سلیٹر ہنسا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
"چلو جرمی۔ یہاں بیٹھے بیٹھے تو ہم جزیرے سے واقف نہ ہو سکیں گے"۔
چنانچہ بلند زمین پر ہی چلتے ہیں وہ جنوب کی سمت بڑھتے گئے۔ اس طرف کا پورا بے حد خشک تھا اور جزیرے کا درمیانی یا مرکزی علاقہ تھا۔ دونوں بہت کم باتیں کر رہے تھے۔
سلیٹر جزیرے کی ایک ایک چیز اور ایک ایک تفصیل ذہن نشین کر لینا چاہتا تھا۔ نے جرمی کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت کی"۔
سلیٹر سے پہلے جرمی کی اس پر نظر پڑی۔
"صاب! یہ وہی ڈونگا ہے جس میں بیٹھ کر ہم چھوٹے جزیرے سے یہاں آئے" اس نے جوش میں آ کر کہا"۔
بے شک یہ دہرا ڈونگا تھا جو مونگے کی چٹانوں کے اس طرف اور جزیرے کے ج مغرب سے دور جا رہا تھا اور اس کی رفتار بھی حیرت انگیز تھی لیکن یہ وہ ڈونگا نہ تھا جس وہ لوگ یہاں آئے تھے۔
"میرے پاس دوربین تو نہیں ہے تاہم میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ڈونگا بڑا ہے"۔
"تو پھر یہ آویلا کا ذاتی ڈونگا ہے۔
"یہ کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کا آویلا کے پاس ایک سے زیادہ ڈونگے ہوں۔ گزشتہ کل جب میں اور کپتان بیری گاؤں میں سے گزرے تھے تو ہم نے کوئی دوسرا نہ دیکھا تھا۔ چھوٹے ڈونگے البتہ دیکھے تھے اور میں نے یقین کر لیا تھا کہ ان لوگوں کے بڑا ڈونگا بس ایک ہی ہے"۔
"تو پھر یہ کسی دوسرے جزیرے کا ڈونگا ہو گا۔ شاید کہیں دور سے آیا ہے"۔
سلیٹر نے کوئی جواب تو نہ دیا البتہ اس نے سوچا کہ جرمی کا اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ ڈونگا بے شک و شبہ سمندر کے سفر کے لئے ہی تھا۔ یا کم سے کم ایسے سفر کے قابل تھا دونوں ناریل کے درختوں کے پیچھے چھپے اس ڈونگے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر سلیٹر نے کیا کہ وہ اس ساحل پر اتر جائیں جو انہوں نے اوپر سے دیکھا تھا۔ اتار بڑا ہی مشکل تھا

دھوپ بہت تیز تھی اور جرمی نے کئی دفعہ سمندر میں نہانے کی خواہش کا اظہار کیا۔
تیس منٹ بعد وہ ایک مختصر سا دلدلی خطہ عبور کر کے ایک ایسے راستے پر آ گئے جو معلوم ہوتا تھا کہ زیادہ استعمال میں تھا اور جزیرے والوں کی زیادہ تر آمدورفت اسی راستے سے ہوتی تھی۔ سلیٹر نے سوچا کہ اس طرف کے ساحل پر جانے کا عام راستہ شاید یہی تھا۔ وہ کچھ دور تک اس راستے پر چلتے رہے اور پھر یکبارگی ہی ساحل پر آ گئے یہ بے حد چمکیلا اور چوڑا ساحل تھا جو ایک نامعلوم ڈھلان کی صورت میں سمندر تک چلا گیا تھا۔ جرمی ایک دم سے بے قرار ہو گیا۔
انہوں نے مونگے کی چٹان پر سے چھلانگ لگائی اور تہ آب ہو گیا اور وہاں اس نے عجیب و غریب مچھلیاں دیکھیں کہ پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ پھر وہ سلیٹر کے پاس آ گیا وہاں آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچے جہاں پانی ان کی کمر تک آتا تھا۔ اور یہاں رنگ برنگی مچھلیاں ان کے چاروں طرف تیرنے لگیں۔ مونگے کی چٹانوں کے پاس مچھلیوں کا ایک جوڑا رہا تھا۔ ان کا رنگ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مچھلیاں سلگ رہی ہوں یہ مچھلیاں ایک دم سے جرمی کی طرف لپکیں اور اسے کاٹ لیا۔ جرمی نے گدگدی محسوس کی تو ہنسا اور اپنا ہاتھ اٹھا کر سلیٹر کو دکھایا اس کے ہاتھ پر' جہاں مچھلی نے دانت مارے تھے' خون کے دو ننھے چھوٹے قطرے نظر آ رہے تھے۔
اس نے مونگے کی چٹانوں کا سانپ بھی دیکھا جو تہ کی ریت میں اپنا سر دفن کئے پڑا تھا اور جس پر بھوری اور پیلی دھاریاں تھیں۔ جرمی قریب پہنچا تو سانپ بجلی کی سی تیزی سے پانی میں تیر کر چٹان کے کسی شگاف میں گھس گیا۔ اور پھر اس نے شارک مچھلی دیکھی جو اتنی تیزی سے تیر رہی تھی کہ جرمی دم بخود رہ گیا لیکن پھر خوف اس کی حیرت پر غالب آ گیا وہ اتھلے پانی میں آ گیا اور اس نے سلیٹر کو بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔
وہ دونوں ساتھ ساتھ ساحل کی طرف چلے۔ جرمی سلیٹر کو بتا رہا تھا کہ پہلے اسے کس طرح شارک کا سایہ سا نظر آیا اور پھر وہ پوری کی پوری دکھائی دی۔
ساحل کی ریت پر' جہاں تک مدوجزر کے وقت پانی چڑھ آتا تھا' بہت سی سیپیاں پڑی ہوئی تھیں جن میں کی زیادہ تر ٹوٹی ہوئی تھیں لیکن بہت سی سالم بھی تھیں۔ جرمی کو ایک بڑی کوڑی کا ایک ٹوٹا ہوا حصہ بھی مل گیا۔
سلیٹر سر جھکائے چل رہا تھا اور ڈونگے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جرمی پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ کسی کی تلاش کر رہا تھا۔ سلیٹر اس جگہ پہنچ گیا جہاں انہوں نے کپڑے اتار کر رکھے تھے۔ جرمی نے اسے آواز دی تو سلیٹر نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا جرمی اس کی طرف

آرہا تھا۔ اس کے پاس کوڑی تو نہ تھی البتہ اسکے دائیں ہاتھ کی مٹھی بند تھی اور اس
اپنا یہ ہاتھ یوں آگے بڑھا رکھا تھا جیسے وہ مٹھی میں کچھ لئے ہوئے ہو۔

"کیا ہے تمہاری مٹھی میں جرمی؟"۔

"پتہ نہیں صاب۔ کسی قسم کی لکڑی کا برادہ ہے اور یہ اس درخت کے نیچے سے
نے اٹھایا ہے جو ساحل کے اس طرف' ذرا ادھر ہٹ کر ہے" اور اس نے مٹھی کھول
سلیٹر کو برادہ دکھایا جس میں ریت اور مٹی ملی ہوئی تھی۔

سلیٹر نے جھک کر اس برادے کو سونگھا۔

"کہاں سے لائے یہ؟" اس نے پوچھا۔

یہ درخت بڑا نہ تھا' پتے اس کے چھوٹے چھوٹے تھے اور تنے پر۔ جہاں جہاں
چھال اکھاڑی گئی تھی وہاں لکڑی ہلکے بھورے رنگ کی تھی۔ سلیٹر اس درخت کے
گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا اور تھوڑا سا برادہ اٹھا کر اس ہتھیلی میں ملا۔ اس رگڑ سے براد
ہوا تو اس میں سے بھینی بھینی اور مست کن خوشبو اٹھی۔

"یہ کیا ہے صاحب؟" جرمی نے اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر پوچھا' لک
برادہ ہے یہ تو میں جانتا ہوں لیکن کس قسم کی لکڑی کا؟"۔

سلیٹر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور درخت کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے اس نے اس سے
کوئی درخت دیکھا ہی نہ ہو"۔

"جیسا کہ تم نے کہا جرمی یہ برادہ ہی ہے لیکن دنیا کے تمام برادوں سے مختلف
قیمتی برادہ خدا نے دوسرا بنایا ہی نہیں۔ جرمی! یہ صندل کا برادہ ہے۔

وہ آگے بڑھا اور درخت کی ایک ٹہنی کو اس جگہ سے سونگھا جہاں سے اس کی
اکھڑی ہوئی تھی۔

"صندل کی لکڑی! خدا کی قسم! جرمی! قسمت جاگ اٹھی ہماری' وہ بولا" یہ بڑی
لکڑی ہے۔ ایک خزانہ مل گیا ہے ہمیں۔ ہم امیر بن گئے"۔

اور اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ایک نعرہ لگایا اور درخت کے گرد ناچنے او
کے پتے توڑنے اور خوشی کے نعرے لگانے لگا۔

جرمی دم بخود کھڑا "صاب" کی یہ دیوانوں کی سی حرکتیں دیکھتا رہا۔ پھر وہ ہنسنے لگ
اب وہ بھی سلیٹر کے ساتھ ناچ رہا تھا اور ہنس رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں
آنسو آ گئے۔

کپڑے پہننے میں سلیٹر کو آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ وہ پھر صندل کے درخت کے قریب

نے پھر اسے سونگھا۔ تنے کو اور ٹہنیوں کو وہاں سے سونگھا جہاں سے چھال اتری ہوئی
پتے توڑے اور انہیں مسل کر سونگھا' اپنے چاقو سے تنے میں کچوکے لگائے' لکڑی کی
... ہاتھوں میں لیکر ہتھیلیوں کے درمیان رگڑیں تو ان سے مست کن خوشبو اٹھی اور
جزیرے والی عورتوں اور مردوں کے جسموں سے اٹھتی ہوئی خوشبو کا راز حل ہو گیا۔
خوشبو تھی جو ان کے جسموں سے اٹھ رہی تھی۔ اس نے جرمی کو بھی یہ بتایا۔

اس کے بعد کے پہلے گھنٹے میں سلیٹر صندل کو یہاں سے لے جانے اور اس کی لکڑی کو
کے دوسرے جزائر میں تلاش کرنے کے امکانات پر غور کرتا رہا۔ لیکن اس غور و
کی تہہ سے ایک زبردست مایوسی اٹھکر اس کے وجود پر چھا گئی۔ کیونکہ اس پر یکلخت
حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اس دولت کو یہاں سے لے جانے کے لئے پہلے ان کا زندہ
ضروری ہے۔ اور رہنے کا یہ امکان اسے اب پہلی دفعہ اسقدر بعید از قیاس معلوم ہوا
حیرت سے سوچنے لگا کہ یہ حقیقت اس پر پہلے منکشف کیوں نہ ہوئی تھی۔ قدرت کی
تم ظریفی پر وہ جھنجھلا گیا بے انتہا دولت اب اس کے قبضے میں تھی لیکن وہ اسے
نہ کر سکتا تھا۔ کبھی استعمال نہ کر سکے گا۔ زندگی کی ایک رمق اس کے وجود میں سے
گئی اور آج پہلی دفعہ اس نے ایسے شبہات اور ایسا خوف محسوس کیا کہ پہلے کبھی
نہ کیا تھا۔

پہلے تو جزیرے اور پورٹ جیکسن کے درمیان پانچ سو میل کا آبی فاصلہ تھا' کشتی'
پائن' بیری اور دوسرے سب تھے۔ پھر کسی جہاز کی تلاش کا مسئلہ تھا جو یہ ساری
کر لیجائے' پھر حد سے زیادہ احتیاط اور رازداری کی ضرورت تھی کہ یہ خزانہ
۔ لیکن یہ راز۔ یہ خزانہ صرف اسکا اور جرمی کا ہی نہ تھا بلکہ اس کا اصل مالک بیری
۔ بیری کا ہی جہاز انہیں یہاں لایا تھا۔

"جرمی! سلیٹر نے کہا" تم راز اپنے تک ہی رکھو گے۔ میں بے شک کپتان بیری سے
گا کیونکہ ہم اس کے ماتحت اور ملازم ہیں اور ہماری اس دریافت سے واقف
انہیں حق ہے لیکن کسی اور کے سامنے تم بھولے سے بھی اس کا ذکر نہ کرو گے۔
؟"۔

"ٹھیک ہے صاب"۔

اس کے بعد وہ دونوں یہاں سے ہٹ گئے۔

سہ پہر نصف کے قریب گزر چکی تھی' بے بادلوں کے آسمان میں سورج دہک رہا تھا
ٹھنڈی سایہ دار تھی اور سمندر کی طرف سے آتی ہوئی ہوا ٹھنڈی تھی۔ وہ بہت دیر

تک چلتے رہے اور سلیٹر سوچنے لگا کہ اب یہ رستہ کتنی دور جا کر اندرون جزیرہ کی طرف
مڑے گا یا پھر ہو سکتا ہے کہ آگے جا کر اس پگڈنڈی کی کوئی شاخ مل جائے جو سطح مرتفع
طرف چلی گئی ہو۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک چیخ سنائی دی۔ دونوں چلتے چلتے ٹھٹھک
گئے۔ چیخ زیادہ بلند نہ تھی اور نہ ہی کہیں دور سے آئی تھی۔

"صاب! یہ تو کسی عورت کی چیخ تھی۔ جرمی نے سرگوشی میں کہا۔

سلیٹر نے ہاتھ اٹھا کر جرمی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود چند ثانیوں تک کان
لگائے خاموش اور بے حرکت کھڑا رہا پھر اس نے سر ہلایا۔

"ہاں۔ جرمی۔ شاید عورت کی ہی چیخ تھی" وہ بولا۔

اور پھر جیسے کسی دروازے نے کھل کر آواز کو راہ دے دی ہو یوں دوسری اور بلند
سنائی دی اور ساتھ ہی کچھ جدوجہد کی آوازیں اور پھر تیزی آنے کی آواز۔

سلیٹر نے چھپنے کی جگہ تلاش کرنے کے لئے چاروں طرف دیکھا۔ سامنے پگڈنڈی
طرف مڑ گئی تھی۔ جرمی کو اپنے ساتھ آنے کو کہہ کر وہ اس موڑ کی طرف بھاگا موڑ
پگڈنڈی کوئی ایک سو فٹ تک سیدھی چلی گئی تھی۔ یہاں نباتات گنجان تھے مختلف
بیلیں آپس میں لپٹی پگڈنڈی پر آڑی لپٹی ہوئی تھیں۔ جرمی کو اپنے آگے دھکیلتا ہوا
پگڈنڈی چھوڑ کر چند قدم آگے بڑھ گیا اور ایک گرے ہوئے درخت کے تنے کے
دبک گیا۔ اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے پستول نکال کر اسکا گھوڑا چڑھایا اور اسے
قریب تیار رکھ دیا۔ اب وہ ایک پستول ہاتھ میں لے کر تیار اور منتظر بیٹھ گیا۔

ساحلی قطعہ کی یہ پتلی و بھی گنجان ترین تھی۔ ہوا بوجھل تھی اور اس میں مٹی
تھی اور دلدلی گڑھوں کی طرف سے مچھروں کے جھنڈ کے جھنڈ آئے اور ان دونوں پر
گئے۔ حالانکہ وہ سمندر سے دور نہ تھے لیکن جنگل اتنا گھنا تھا کہ مونگے کی چٹانوں پر
ہوئی موجوں کی آواز بھی دوسری طرف رک گئی تھی۔

زمین پر پڑی ہوئی ٹہنیوں کے ٹوٹنے کی آواز اور بیلوں کو ادھر ادھر ہٹانے
سرسراہٹ سنائی دی اور پھر ایک عورت کی چیخ جو چونکا دینے والی حد تک قریب تھی۔
دوسرے لمحے پگڈنڈی کے انتہائی سرے پر کی جنگل کی گنجان دیوار میں شگاف پیدا
اور ایک لڑکی بھگتی ہوئی اس میں سے نکلی۔ وہ سیدھی پگڈنڈی پر بھاگی۔ وہ رو رہی
موت کے خوف سے لڑکھڑاتی اور ٹھوکریں کھاتی بھاگ رہی تھی۔ اس کی گردن اور ا
پر خون تھا اور اس کے بائیں چھاتی پر اسی خون کے چھینٹے تھے۔ سلیٹر نے اسے فوراً
لیا۔ یہ وہی ساحل والی حسینہ تھی جسے دیکھ کر وہ مسحور ہو گیا تھا۔ لڑکی کے عقب میں

اور سرسراہٹ اور ٹہنیوں کے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔

اور لڑکی کے عین پیچھے ایک وحشی نکل آیا۔ سلیٹر نے پستول اٹھا کر لبلبی دبا دی۔ آدمی
کے سامنے آنے اور سلیٹر کے لبلبی دبانے کے درمیانی عرصے میں، جو ایک سیکنڈ سے بھی کم
تھا، سلیٹر نے اس وحشی کو اور اس وحشی نے سلیٹر کو دیکھا اور اس وحشی کی آنکھوں سے
انتہائی خوف ظاہر ہوا۔ اور پھر پستول کی گولی اس کی ناک کے بانسے سے ذرا اوپر ماتھے میں
لگی۔

لڑکی ایک چیخ کے ساتھ آگے کی طرف گری لیکن سلیٹر نے اسے گرتے نہ دیکھا کیونکہ
وہ دوسرا پستول اٹھا کر اس دوسرے وحشی کو زد میں لے چکا تھا جو پہلے کے فوراً بعد باہر آیا
تھا۔ سلیٹر پر نظر پڑتے ہی اس کے پیر جیسے زمین میں گڑ گئے اور اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا
اور اسی حالت میں سلیٹر نے اسے گولی مار دی۔ وہ گر ہی رہا تھا کہ تیسرا وحشی نکل آیا لیکن وہ
فوراً پلٹا اور انتہائی خوف کے عالم میں چیختا ہوا بھاگا اور بدحواسی میں۔ بیلوں کے الجھیڑے
میں پھنس کر رہ گیا جیسے مکھی مکڑی کے جالے میں پھنس جاتی ہے۔

سلیٹر نے دوسرا پستول بھی زمین پر پھینکا اور جرمی کی طرف گھوم گیا۔

"اپنا پستول مجھے دو جرمی۔ جلدی کرو اور میرے پستول بھر دو"۔ اور وہ جرمی کا پستول
لے کر دوڑ کر پگڈنڈی پر آ گیا۔

"مسٹر سلیٹر۔ صاب! جرمی چیخا۔ اسے یاد آیا کہ آج صبح جب اس نے پائن کو اپنے
پستول سے دھمکایا تھا تب سے لے کر اب تک اس نے پستول کھول کر دیکھا ہی نہ تھا۔

لیکن سلیٹر نے اس کی آواز جیسے سنی ہی نہیں۔ وہ نہ رکا۔ وہ لڑکی کے قریب سے گزرتا
ہوا اس شگاف میں گھس گیا جو نباتاتی دیوار میں تھا اور جس میں سے پہلے لڑکی اور پھر یہ
وحشی نکل آئے تھے۔

جرمی نے سلیٹر کا ایک پستول اٹھا کر اسے بھرا اور پھر اسے لیکر سلیٹر کے پیچھے بھاگا۔ وہ
شگاف میں سے نکلتے ہی سلیٹر کے پاس تھا۔

"دوسرا پستول کہاں ہے؟" سلیٹر نے پستول لیتے ہوئے پوچھا "میں نے دونوں بھرنے
کے لئے کہا تھا"۔

"کہا تو تھا صاب لیکن میں نے سوچا کہ شاید میرا پستول نہ چلے۔ کیا پتہ سیل گیا ہو۔

سلیٹر نے پستول کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

"ٹھیک ہی ہے۔ اچھا اب تم واپس جاؤ جرمی اور اپنا اور میرا پستول بھر دو۔ جلدی
کرو۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہ وحشی تعداد میں کتنے ہیں"۔

لڑکی پہلو کے بل پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں شانے پر ایک گومڑ پیدا ہو گیا تھا جو
پر کی کھال ادھڑی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی وہ ڈنڈا تھا جس کی ضرب سے وہ گر
تھی۔ سلیٹر نے اسے آہستہ سے لڑھکا کر سیدھا کیا۔ اس کی گردن میں اس جگہ' جہاں
دھڑ سے ملتی ہے' زخم تھا جس سے خون رس رہا تھا۔ یہ ایک لمبی اور قدرے گہری خراش
تھا جو معلوم ہوتا تھا بھالے یا تیر سے آئی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی زخم نہ تھا۔ ڈنڈے
کی ضرب اسکے بائیں شانے پر پڑی تھی جس کی وجہ سے اسے چکر آ گئے تھے۔

وہ اٹھ کر وحشیوں کی لاشوں کے پاس پہنچا۔ دوسرے نمبر کے وحشی کے گولی سینے میں
لگی تھی اور پہلے نمبر کے وحشی کی لاش تو بڑی لرزہ خیز تھی۔ گولی نے اس کے چہرے کا پو
اوپری حصہ اور سر اڑا دیا لیکن وہ اب بھی تڑپ رہا تھا۔

سلیٹر واپس لڑکی کے قریب آیا اور کھڑا ہو کر اس کی طرف دیکھنے اور سوچنے لگا کہ
عجیب اتفاق تھا کہ جزیرے کی تمام لڑکیوں میں صرف اسی لڑکی کو بچانا اس کے لئے مقدر
چکا تھا۔ اس کی جگہ کوئی دوسری لڑکی کیوں نہ ہوئی؟"

وہ اس کے قریب بیٹھ گیا اور تب لڑکی نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ ایک یا دو سکنڈ
تک اسے کچھ نظر ہی نہ آیا اور پھر اس نے سلیٹر کو دیکھا۔

اس نے ایک لمبا سانس کھینچا اور بڑے زور سے چیخی۔

لڑکی نے اٹھنے کی کوشش کی تو سلیٹر نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا ا
اسے یہ سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ اب ڈرنے کی کوئی بات نہ تھی۔ ایک دفعہ تو
اٹھ کر کھڑی ہو بھی گئی لیکن سلیٹر نے اسے جبراً بٹھا دیا۔ اور تب سلیٹر کو خیال آیا کہ وہ لڑ
کو ان وحشیوں کی لاشیں دکھائے۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ سے لڑکی کو پکڑ کر دوسرے
ہاتھ سے دونوں لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے اپنے خوفزدہ آنکھیں گھمائیں' لاشیں
دیکھیں اور حیرت کا لمبا سانس لیا۔ پھر لڑکی نے گردن گھما کر سلیٹر کی طرف دیکھا۔ سلیٹر
اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سرہلایا۔ لڑکی سمجھ گئی اور اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ سلیٹر
مسکراتا ہوا اٹھا اور اس نے لڑکی کو سہارا دے کر اٹھایا۔

سلیٹر نے لاشوں کے ہاتھوں میں سے ان کے ڈنڈے اور بھالے چھڑا کر اپنے قبضے میں
کئے اور پھر وہ جرمی اور لڑکی گاؤں کی طرف لے چلے۔ جرمی آگے تھا اور لڑکی ان دونوں
کے بیچ میں۔ لڑکی جیسے اکڑی ہوئی ٹانگوں سے چل رہی تھی چنانچہ سلیٹر نے جرمی سے آہستہ
چلنے کو کہا۔

سلیٹر سوچنے لگا کہ بیری کا رد عمل خدا جانے کیا ہوگا۔ صندل کی لکڑی' یہ لڑکی اور

ٹھرپ اور پھر خدا جانے وہ انڈین کون تھے جنہیں اس نے مار گرایا تھا۔ کیا ان کا تعلق
اسی ڈونگے سے تھا جو انہوں نے دیکھا تھا؟ غالباً تو پھر وہ کہاں سے آئے تھے؟ اور یہ بڑا اہم
سوال تھا۔ کیا وہ اکثر اس جزیرے پر چھاپے مارتے تھے؟ اس کی تحقیق ضروری تھی کیونکہ
اگر وہ لوگ اس جزیرے پر اکثر و بیشتر حملہ آور ہوتے تھے تو پھر اس صورت میں کشتی کا کام
رک جائے گا یا اس میں خلل ہوگا۔ یہ سب باتیں بیری کو بتانا ضروری تھیں۔

وہ گاؤں کے قریب پہنچے تو لڑکی نے گھوم کر ایک بار پھر اسکی طرف دیکھا۔ اس کے
ہونٹ تو نہ کھلے البتہ ان میں ایک دلفریب اور موہوم سی کپکپی دوڑ گئی۔ اور دوسرے ہی
لمحے وہ گردن گھما کر اپنے سامنے دیکھ رہی تھی۔

پیچھے چلتا ہوا سلیٹر راستہ نہ دیکھ رہا تھا بلکہ وہ لڑکی کے کالے بالوں کی طرف دیکھ رہا تھا
اور اس کے جسم کے خم دیکھ رہا تھا اور اس کے ہاتھ لڑکی کے ریشمی جسم کو چھونے کے لئے
للا رہے تھے وہ اس کی بو اپنے ہاتھوں میں پا رہا تھا۔ اور اس نے اپنے جسم میں ایک عجیب
قسم کی کپکپی محسوس کی اور لڑکھڑا گیا۔ اسکی نظر دھندلا رہی تھی چنانچہ اس نے اپنا ایک ہاتھ
اٹھا کر اس کی پشت سے دونوں آنکھیں رگڑیں اور پھر دل ہی دل میں اپنے آپ کو احمق
اور گدھا کہا۔

آٹھواں باب

"کیا بھاؤ ہے صندل کی لکڑی کا؟" بیری نے پوچھا "ستر پونڈ ایک ٹن کے؟"

"جب ہم کانٹون سے چلے ہیں تو اسی پونڈ تھا۔ کلکتہ میں اس سے اونچا ہے۔"

"اور تمہیں صرف ایک درخت ملا؟"

"لیکن جرمی کہتا ہے کہ واپس آتے وقت اس نے راستہ میں دوسرا درخت بھی دیکھا
تھا جو پہلے سے بڑا تھا۔"

شام ہو چکی تھی اور بیری اور سلیٹر اپنی قیام گاہ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

بیری بھی سلیٹر' جرمی اور لڑکی کے ساتھ آویلا کے گھر گیا تھا۔ وہ وہاں پہنچے تو ان کے
باپ کا نام غفیر تھا۔ راستے میں نعرے لگاتے ہوئے لوگ اس جلوس میں شامل ہوتے جاتے
تھے۔ لڑکی غرور سے سینہ تانے اور گردن اکڑائے چل رہی تھی۔ نہ بائیں دیکھتی تھی نہ
دائیں۔

"تم نے کہا تھا اولیور کہ تمہارے خیال میں تم جانتے ہو کہ وہ ڈونگا کہاں سے آیا تھا؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ شاید وہ ہمارے دوست جزیرے کا ہو۔ یہ جزیرہ ٹونگاٹابو' جس کا ذکر کپتان کوک نے کیا ہے یہاں سے دور نہ ہوگا اور مشرق کی طرف ہی ہے شاید اور جن کے دو آدمیوں کو میں نے گولی ماری ہے ان کا رنگ کالا نہ تھا بلکہ کھلتا ہوا تھا۔ لڑکی کے رنگ کی طرح جسے میں نے بچایا ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر جزیرے میں جو لوگ گورے ہیں ان کا معمہ حل ہو جاتا ہے ایک حد تک۔"

"خیر۔ تو وہ ڈونگا تم نے صرف ایک دفعہ ہی دیکھا؟"

"ہاں"

بیری اس چبوترے پر لیٹا ہوا تھا جو سونے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اب اس نے اپنا سر پیچھے ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ وہ صرف پتلون پہنے ہوئے تھا اور اس کے پیر ننگے تھے۔

"آج آرام سے سوئے دن بھر؟" سلیٹر نے پوچھا۔

"نہیں۔ بیری نے آنکھیں کھول دیں" سچ ہی کیوں نہ کہہ دوں اولیور' تمہاری طرف سے بہت زیادہ متفکر تھا اور جب تم واپس آگئے تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہمارے ملاح سمندر پر نہانے گئے ہوئے تھے اور پھر وہ میرا دوپہر کا کھانا لے آئے۔ ڈوئل خود تھا۔ اور تم جانو اولیور یہ ڈوئل عجب شیطان آدمی ہے۔ لیکن میں خوش ہوں کہ وہ ہمارے عملے میں ہے اور اس نے ملاحوں کو دبا رکھا ہے اور انہیں کوئی ایسی ویسی حرکت کرنے نہیں دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی وجہ سے ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

ڈوئل کے ذکر سے سلیٹر نے ایک عجیب قسم کی بے چینی محسوس کی۔ بیری نے خود ذکر چھیڑا تھا اور سلیٹر اسے ڈوئل کے متعلق بہت کچھ بتا سکتا تھا۔ لیکن بیری کے کھنچے ہوئے چہرے اور آنکھوں میں پڑے ہوئے گڑھے دیکھ کر وہ خاموش ہو رہا۔

"خیر تو اب آمدم بر سر مطلب اولیور۔ کسی کو بھی جان سے مار ڈالنا اچھا تو نہیں لگا آج تم نے یہ جو دو آدمیوں کو گولی مار دی ہے اس سے ہمارے حق میں کچھ برا نہیں ہوا۔"

"تمہارا مطلب ہے جہاں تک آویلا کا تعلق ہے؟"

"جہاں تک زیادہ تر لوگوں کا تعلق ہے؟" یہ لڑکی' جسے تم نے بچایا ہے' صاف ظاہر ہے کہ کوئی حیثیت کی نہیں ہے اور اسے بچا کر تم نے ان لوگوں کے دلوں میں ہماری عزت اور احترام بڑھا دیا ہے خود تم نے دیکھا ہوگا کہ وہ لوگ کتنے خوش نظر آتے تھے اور ہتھیار دیکھ کر' جو تم لائے تھے کیسے الجھ گئے تھے۔ لیکن سچ کہتا ہوں اولیور آرگو کو یوں ڈبو دینا بڑی بدقسمتی ہے۔ آج دن بھر میں یہاں پڑے پڑے اسی کے متعلق سوچتا رہا۔

بدقسمتی ہے اولیور' ہمارے ساتھی کچھ کہہ رہے تھے اس کے متعلق؟"

کیا وہ سچ سچ کہہ دے؟ بیری کیا سننا چاہتا ہے اس سے؟ کیا اس کے کانوں میں بھنک پڑ گئی ہے؟ کیا وہ سلیٹر کو آزما رہا ہے کہ وہ بھی جانتا ہے یا نہیں؟ اور جانتا ہے تو کیا جانتا ہے؟"

بے شک۔ آرگو والے کچھ کہہ رہے تھے۔ جرمی نے جو واقع بیان کیا تھا وہ بہت کچھ کہتا ہی تھا۔ لیکن جب ڈوئل کھانا لے کر یہاں آیا تھا تو اس نے بیری سے کیا کہا؟ اور جب اس نے سوچا کہ ڈوئل نے کیا کہا ہوگا تو وہ شک و شبہ میں پڑ گیا اس لئے نہیں کہ وہ نتائج سے خوفزدہ تھا بلکہ اس لئے کہ ڈوئل نے بیری کے اس اعتماد کو متزلزل کرنے کی کوشش کی ہوگی جو اسے سلیٹر پر تھا۔ کپتان کے چہرے سے کرب بلکہ مایوسی کے آثار ہویدا تھے۔ وہ آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا اور اس کی کنپٹی پر ایک رگ نمایاں طور پر دھڑک رہی تھی۔

اور اب سلیٹر لڑکی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جو اب اس کے خیالوں میں پوری طرح سے بس گئی تھی۔ اور وہ اس کی بو سونگھ رہا تھا' اس کے گرم و گداز جسم کا لمس محسوس کررہا تھا' اس کی بتی سلیٹر کے بازو سے چھو گئی تھی اور اب وہ اس کی سنسنی محسوس کررہا تھا نئے سرے سے اور یکایک وہ اس کی طلب میں بے چین ہوا تھا۔ اس نے گردن گھما کر دروازے سے باہر دیکھا۔ اترتے ہوئے اندھیرے میں گھاس کالے سمندر کی طرح اس وادی تک چلی گئی تھی جو گویا ساحل کی فصیل تھی اور وہاں ایک سبز و سیاہ دبیز دیوار سی تھی۔ وہ جنگل تھا۔

"اولیور! وہ لوگ زیادہ خوش نہیں ہیں۔" بیری نے آنکھیں کھول کر کہا۔ میرا مطلب ہے ہمارے ساتھی' خوش ہو بھی کیسے سکتے ہیں یا ہو سکتے ہیں؟۔ ایک تباہ شدہ جہاز کے عملے کے متعلق ایسی بات کہنا سراسر حماقت تھی۔

سلیٹر نے ایک دم سے محسوس کیا کہ یہ جزیرہ ایک پھندا تھا جس میں وہ پھنس گیا تھا۔ اس نے دور سے آتی ہوئی سمندر کی گرج سنی اور ساتھ ہی رات کی آواز بھی۔ جھینگروں کی جھنجھناہٹ اور بسیرا لیتے ہوئے پرندوں کے چہچہانے۔

"ام؟" بیری نے پوچھا۔

"ہاں کپتان' ہمارے ساتھی خوش نہیں ہیں۔"

"اس کے باوجود میں نے کسی کو شکایت کرتے نہیں سنا۔ بیری کے لہجے میں بہ یک وقت حیرت اور فخر کی جھلک تھی۔ گویا دنیا کے تمام جہازوں میں سے تنہا اس کے جہاز کا عملہ

ایسا تھا جو شکایت نہیں کرتا تھا۔

جرمی ان کا کھانا لایا اور انہوں نے اپنی لالٹین جلائی (وہ لوگ کشتی میں سے لالٹینیں لے آئے تھے۔ ایک ان کے پاس تھی اور ایک دوسرے گھر میں ملاحوں کے پا تھی) انہوں نے کھانا کیلے کے پتوں کے دسترخوان پر چن دیا۔ جزیرے والوں نے کیلے پتوں میں کھانا لپیٹنا اور انہیں بچھا کر اس پر کھانا رکھنا انہیں سکھا دیا تھا۔ نائٹ نے مچھلی بھ تھی سالم بھنی ہوئی۔ اس کے ساتھ چھلکے سمیت ابالے ہوئے کیلے تھے' رتالو اور اراروٹ تھے اور اس درخت کے پکے ہوئے چکنے پھلوں کا ملغوبہ تھا جسے "بریڈ فروٹ" (روٹی پھل کہا گیا تھا اور جسے لائٹ نے "انڈین روٹی" کا نام دیا تھا۔

وہ فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئے اور انگلیوں سے لقمے لے کر کھانے لگے۔ جب جہ ضرورت ہوتی وہ اپنے چاقو سے مچھلی وغیرہ کاٹ لیتے۔ جھینگے البتہ چھوٹے چھوٹے تھے ا انہیں کاٹنے کی ضرورت نہ تھی۔

وہ ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ باہر سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ سلیٹر اٹھ دروازے پر پہنچا اور اس پر پڑا ہوا تختہ اٹھا کر باہر دیکھا درختوں کے اندھیرے میں بہت مشعلیں نظر آئیں۔

"گاؤں کے لوگ آ رہے ہیں" اس نے سر گھما کر اپنے شانوں پر سے بیری کو مطلع کیا

بیری اٹھ کر اس کے پاس آ گیا اور دونوں باہر نکل آئے۔

"ایسا اس وقت یہ لوگ کیوں آئے ہیں؟" بیری نے کہا۔

"یہ تو وہ نوجوان سردار دو آدو آ ہے۔"

"ہاں اور اس کے ساتھ آویلا کے محافظ سپاہیوں کا نصف دستہ ہے تیس یا اس زیادہ ہیں اولیور۔"

سلیٹر اور بیری میدان میں پہنچے تو مشعل بردار دائیں بائیں ہٹ گئے۔ سلیٹر نے د کہ دو آدو آ اپنے دونوں ہاتھوں پر کیلے کے پتوں پر لپٹا ہوا ایک پارسل لئے ہوئے تھا۔ د دو آ سلیٹر اور بیری کے قریب پہنچا تو سپاہی گھاس پر گھٹنوں کے بل جھکے اور پھر بے حرکت بیٹھ گئے اور اب وہ انسانوں سے زیادہ تانبے کے تیل لگے پتلے سے معلوم ہوتے تھے۔

اور دو آدو آ نے بولنا شروع کیا' پہلے نیچی آواز میں اور بیری کی طرف نہیں بلکہ سلیٹر طرف دیکھتے ہوئے۔ رفتہ رفتہ اس کی آواز بلند ہوتی چلی گئی اور لہجے میں احترام کا جذ بڑھتا گیا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ لڑکی کی جان بچانے پر وہ سلیٹر کا شکریہ ادا کر رہا تھا اور کے پتوں میں لپٹی ہوئی چیز وہ سلیٹر کو تفحتاً" پیش کر رہا تھا اور یہ تحفہ انہوں نے اندازہ لگا

قیمتی اور خاص الخاص تھا۔ کئی دفعہ سلیٹر نے اپنا نام اولیور لئے جاتے سنا اور ہر دفعہ دو آدو آ اسکا نام لے کر خاموش ہو جاتا اور اس کی خاموشی کے اس وقت میں گھاس پر بیٹھے ہوئے سپاہی رضامند اور تعریف کے طول طویل کلمات ایک زبان ہو کر کہتے۔

دو آدو آ نے اپنی تقریر ختم کر کے پارسل سلیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے پارسل لے لیا۔

"کچھ کہو اولیور" بیری نے کہا۔ "یہ لوگ اس طرح اپنے اس احترام کا اظہار کر رہے ہیں جو تمہارا کرتے ہیں کچھ کہو مسٹر۔"

سلیٹر کی تقریر جزیرے والے اتنی ہی سمجھ سکے جتنی وہ دونوں دو آدو آ کی سمجھ سکے تھے البتہ انہوں نے اس کے اور بیری کے خلوص کو سمجھ لیا تھا۔ سلیٹر خاموش ہوا تو دو آدو آ گھوم گیا اور اس کے سپاہی دو رویہ کھڑے ہو گئے اور پھر مشعل بردار چند آگے ہو لئے اور باقی پیچھے اور یوں یہ جلوس روانہ ہوا اور مشعلوں کی روشنی درختوں کے جھنڈوں میں اور وہاں کے گھپ اندھیرے میں ایسا معلوم ہوتا جیسے بہت سے بھتنے ہوں۔ روشنی کے خوفناک سائے اندھیرے میں ناچ رہے تھے۔

اب بیری نے گھوم کر سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"اب یہ لوگ کیا تحفہ دے گئے ہیں اولیور؟ غالباً ڈنڈا ہے جو تم نے ایک لاش کے ہاتھ سے چھڑایا تھا۔ شاید فتح کی یادگار کے طور پر دے گئے ہیں تمہیں۔ خیر۔ لالٹین کی روشنی میں لاؤ۔ ہم اسے کھول کر دیکھتے ہیں۔"

سلیٹر نے بیری کے پیچھے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"ڈنڈا تو نہیں ہے کپتان کوئی نرم سی چیز ہے۔ شاید کھانے کی چیز ہے۔

"تو پھر مچھلی ہے کیونکہ لمبی اور گول ہے اور کوئی خاص قسم کی مچھلی ہے جسے صرف سردار ہی کھا سکتے ہیں یا وہ کھا سکتے ہیں جو خود یا تو دیوتا ہیں یا دیوتاؤں کے چہیتے ہیں۔ سچ کہتا ہوں اولیور اس لڑکی کے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے وہ ہمارے حق میں بہت مبارک ثابت ہوا ہے اور ہم نے جزیرے والوں کا انتہائی احترام حاصل کر لیا ہے۔"

بیری لالٹین اٹھا کر کھڑا رہا اور سلیٹر کیلوں کے پتوں کے دسترخوان کے قریب بیٹھ کر' جس پر ان کا ادھورا چھوڑا ہوا کھانا پڑا تھا' پارسل کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے چاقو سے وہ ڈوریاں کاٹیں جو پتوں پر بندی ہوئی تھیں۔ ڈوری کٹ کر فرش پر گری اور کیلے کا پتا کھل گیا۔ بیری نے لالٹین والا ہاتھ اوپر اٹھا رکھا تھا اور خود تحفہ دیکھنے کے اشتیاق میں پارسل کی طرف جھک گیا تھا۔ سلیٹر نے پتا کھولا تو اس کے نیچے دوسرا پتا تھا جو نسبتاً" مضبوطی

سے لپٹا ہوا تھا۔

"گرم گرم ہے" سلیٹر نے بیری کی طرف دیکھا۔

"گرم؟"

"ہاں"

وہ دوسرا پتا کھولنے لگا۔

"یقیناً مچھلی ہی ہے اولیور۔ تازہ پکی ہوئی" بیری نے کہا۔

"کافی بڑی ہے اور وزنی بھی"

سلیٹر نے دوسرا پتا کھول کر فرش پر گرا دیا" نیچے تیسرا پتا تھا۔

اچانک خوف کی ایک دبی ہوئی چیخ کے ساتھ سلیٹر نے بنڈل فرش پر پھینکا اور خود ایک جھٹکے کے ساتھ پیچھے کی طرف گرا۔

"اب یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں کیا ہوگیا! بیری نے حیرت سے کہا اور اچھل کر ایک طرف ہو گیا سلیٹر ایک دم سے اٹھا اور اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

کیلوں کے پتوں میں لپٹا ہوا ایک انسانی بازو تھا۔ بھنا ہوا .... بھونتے وقت جہاں جہاں سے وہ جلا تھا وہاں کالا ہو گیا تھا اور دو جگہ سے کھال پھٹ جانے سے گلابی گوشت نظر آ رہا تھا۔ شانے کے قریب' جہاں سے بازو کاٹا گیا تھا' گوشت لجلجا اور نیم برشٹ تھا اور لالٹین کی روشنی میں گلابی گلابی نظر آتا تھا۔ مٹھی بند تھی اور پانچوں انگلیوں کے ناخن گوشت سے الگ ہو کر مڑ گئے تھے کہنی سے اوپر اور جہاں سے بازو کاٹا گیا تھا' اور جہاں شانے کی ہڈی نکلی ہوئی تھی۔ اسکے نیچے' یعنی بازو کی مچھلی پر دانتوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے معلوم ہوا کہ یہاں سے تھوڑا سا گوشت دانتوں سے توڑ کر کھایا گیا تھا۔

گھر کے پیچھے سلیٹر قے پر قے کر رہا تھا چند ثانیوں بعد ہی بیری بھی اس کا ساتھ دینے کے لئے اس کے قریب آکر کھڑا ہوا۔

طبیعت سنبھلی تو سلیٹر لالٹین لے کر ملاحوں کی قیام گاہ میں پہنچا اور بڑھی کے پاس سے کلہاڑی لے آیا۔ اس کے علاوہ زمین کھودنے کے لئے اور کوئی آلہ ان کے پاس نہ تھا۔ ڈے اور جرمی اس کے ساتھ آئے اور بیری کی مدد سے اس نے اور ڈے نے بھنے ہوئے بازو کو دوبارہ پتوں میں لپیٹا اور اسے لے کر اسے دفن کرنے کے لئے جنگل کی طرف چلے۔

جب وہ واپس آئے تو نہ وہ اور نہ ہی سلیٹر اس کھانے کی طرف متوجہ ہوئے جسے وہ ادھورا چھوڑ کر اٹھے تھے۔

"اب تو میرا کھانا بھی حرام ہوگیا سالا" ڈے نے کہا "اپنی عمر میں' میں نے قسم قسم کے

کھانے کھائے ہیں اور دیکھے ہیں۔ لیکن بھنا ہوا انسانی بازو' میرے خدا' کپتان بیری! میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ ایسا کھانا بھی میں کبھی دیکھوں گا۔"

اس رات سلیٹر کی نیند ایسی روٹھی کہ بہت دیر میں اس کے پاس آئی۔

وہ اپنے بستر پر اور بند مکان کی گرمی میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم کے ایک ایک مسام سے پسینہ پھوٹ رہا تھا اور وہ کھوپڑی اڑی لاش اور پکا ہوا بازو جس کی کھال پھٹ گئی تھی اور گوشت جھانک رہا تھا اور وہ بھنے ہوئے گوشت کی بو بھی محسوس کر رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ ان دونوں لاشوں میں سے کس کا بازو تھا وہ۔ اور وہ لڑکی .... وہ اس کا باعث تھی۔ تنہا وہی نہیں بلکہ وہ دونوں' سلیٹر اور لڑکی' اس کا باعث تھے۔ کیا اس لڑکی نے بھی اس خاص الخاص ضیافت میں شرکت کی تھی؟ بے شک و شبہ یہ ضیافت ہی تھی کیونکہ آرگو کے لوگ رات گئے تک گاؤں کی طرف سے آتی ہوئی رنگ رلیوں کی آوازیں سنتے رہے اور الاؤ کی روشنی اور دھوئیں کے موٹے موٹے ستونوں میں جگنوؤں کی طرف اڑتی ہوئی چنگاریاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ دونوں لاشوں کا گوشت بھونا اور کھایا جا رہا تھا۔ یادگار رات تھی وہ۔

اور آدھی رات کے بعد سلیٹر کو نیند آ گئی۔ اور اس نے خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ زندہ ہے' پوری طرح سے زندہ ہے اور جزیرے کی وہ حسینہ اسے زندہ ہی نگل رہی ہے۔ صرف اس کی آنکھیں ہیں جو لڑکی نے نہیں کھائیں اور وہ دور کھڑا اپنی ان آنکھوں سے اپنے آپ کو نگلے جاتے دیکھ رہا ہے۔ وہ ذرا بھی تکلیف محسوس کئے بغیر لڑکی کے لذیذ جسم میں اتر رہا ہے' اس کے جسم میں ڈھل رہا ہے۔ اسکا مادہ تبدیل ہو رہا ہے۔ لڑکی اسے کھا رہی ہے اور وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ وہی مسکراہٹ جو لڑکی نے اس دن سلیٹر پر نچھاور کی تھی جب وہ اسے لے کر گاؤں کی طرف چلا تھا۔

ایک دم سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ کانپ رہا تھا ایک لمحے تک خواب نہایت ہی بھیانک حقیقت بنا رہا۔ وہ پسینے میں شرابور تھا لیکن اس کی جلد جل رہی تھی۔ وہ یوں ہی پڑا رہا اور جب تک اس نے انتہائی خوف کے عالم میں چیخ کر حرکت نہ کی تب تک وہ یوں محسوس کرتا رہا جیسے کسی قسم کے روغن میں پڑا ہوا ہے اور پگھل رہا ہے۔

وہ بستر میں سے نکل آیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور مکان کے گھپ اندھیرے میں ایک ستون کا سہارا لے لیا۔ اور پھر بڑی سرعت سے' جیسے اگر ذرا بھی تاخیر ہوئی تو وہ گر کر مر جائے گا' اس نے دروازے پر سے تختہ ہٹایا اور باہر آ گیا۔ پو پھٹنے میں ابھی دیر تھی اور اس کے نتھنوں میں کسی چیز کے جلنے کی بو تھی۔ ایک دفعہ ایک تیز اور صاف چیخ نے پچھلی

رات کی خاموشی میں شگاف ڈال دیا۔
وہ ملاحوں کی اندھیری اور خاموش قیام گاہ کے قریب سے گزرتا ہوا ساحل پر پہنچ
وہاں کھڑا سمندر کی طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ دن طلوع ہوا اور روشنی نے نیچے ا
سمندر کو اور مونگے کی چٹانوں کو چھولیا اور دن آہستہ آہستہ جزیرے پر چڑھا۔
اگر اس اتوار کے واقعات نے جزیرے والوں کے دلوں میں سفید فاموں کے
عزت و احترام کے جذبات دوچند کردیئے تھے تو سفید فاموں کے دلوں سے جزیرے وال
اعتبار اٹھا دیا تھا۔ سلیٹر ابھی ساحل پر ہی کھڑا ہوا تھا کہ آرگو کے ملاح کشتی پر کام
آگئے دن بھر ایک خاص قسم کی دہشت اور خوفناک شک ان پر جیسے کوڑے برساتا رہا
ایسی تندہی سے کام کرتے رہے کہ سلیٹر اور بیری اپنے اختیارات استعمال کر کے بھی
سے ایسا کام نہ لے سکتے۔ ڈے نے جو کچھ دیکھا تھا اس نے اس کی تفصیلات ملاحوں
دی تھیں۔ بڑھئی اور بادبان تیار کرنے والا اور دوسرے ملاح اپنے اپنے کام میں جٹے
کہ کشتی کو جلد از جلد طویل بحری سفر کے قابل بنا دیں اور پھر وہ سب کے سب اس
سوار ہو کر جزیرہ انیاتا سے اور اس کے آدم خور باشندوں سے دور نکل جائیں۔
ساتھیوں کو اسی تندہی سے کام کرتے دیکھ کر سلیٹر کو خوش اور مطمئن ہونا چاہئے
لیکن وہ نہ تو خوش تھا اور نہ مطمئن بلکہ وہ دن اس کے لئے بے حد پریشان کن تھا۔
غیر معمولی طور پر خاموش تھا اور اس صبح اس نے ایک درجن سے زیادہ الفاظ نہ کہے
سلیٹر اور ڈے نے کشتی کے متعلق جو بھی تجویز پیش کی اس نے بغیر کسی حجت کے قبول
لی۔ اس بات نے سلیٹر کو چکرا دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بیری وہ آدمی نہ تھا کہ کشتی کے
حصے کو کیبن بنا دینے کی تجویز پر خاموش رہتا کیونکہ ملاح تعداد میں زیادہ تھے اور پھر
کے آدھے حصے کو کیبن بنا دیا جاتا تو اس میں ان سب کا سمانا بہت مشکل تھا۔ لیکن بیری
یہ تجویز بھی بغیر کسی اعتراض کے قبول کرلی۔ سلیٹر کو بیری میں ایک عجیب قسم کی بے
نظر آرہی تھی جیسے اسے مستقبل کی جھلک نظر آگئی تھی۔ ایسا مستقبل جو امید افزا نہ تھا
جس میں امید کے لئے کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ اس کی ساری دلچسپی ختم ہو چکی تھی ا
ملاحوں کو کام کرتے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ پرائے ہوں۔
کیا یہ ماتھے پر کی چوٹ کا اثر تھا؟ سلیٹر نے سوچا یہ دوسرا دورہ تو نہیں تھا جس نے
کو ان لوگوں سے سراسر بے تعلق کردیا تھا اور وہ اپنے آپ کو آرگو والوں سے الگ
رہا تھا؟ سلیٹر نے اکثر آدمیوں کو ایسا بے تعلق بنتے دیکھا بھی تھا اور سنا بھی تھا یا پھر
بھنے ہوئے گھناؤنے بازو کا اثر تھا؟ وہ کسی بھی آدمی کو بجھا دینے کے لئے کافی تھا خصوصاً

اسی کے لئے جو نہ صرف پہلے سے علیل ہو بلکہ جو اس کا سبب بھی ہو۔ تو کیا اب بیری
اپنے پچھلے فیصلے پر۔ اس جزیرے پر اترنے کے فیصلے پر نظرثانی کررہا تھا؟ کیا اسے اپنی غلطی
کا، اس سے بھی بڑھ کر اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا؟
بیری کے متعلق سوچتے سوچتے خود سلیٹر بے حس ہوگیا اور اس کا مزاج بھی بجھ گیا اور
وہ سوچنے لگا کہ جہاز کی تباہی سے خود اس پر کتنا اثر ہوا تھا۔ دو وحشیوں کے قتل اور لڑکی
نے اس پر کیا اثر ڈالا تھا۔ لڑکی کا خیال بار بار اسے آرہا تھا' وہ بار بار اس کے تصور میں آکر
کسی طور پر اسے اس حد تک ابھار رہی تھی کہ آج تک کسی دوسری عورت نے اسے یوں
نہ ابھارا تھا لیکن اس تصور کو یہ حقیقت گھناؤنا بنا رہی تھی کہ یہ لڑکی آدمیوں کا گوشت
کھاتی تھی۔ ایک دفعہ جب وہ کشتی کی دیوار پر سے جھکا اس کے پہلو کی مرمت ہوتے دیکھ
رہا تھا تو اسے اپنا خواب یاد آگیا اور اس نے لڑکی کو وہ بھنا ہوا بازو پکڑے اسے کھاتے
دیکھا۔ سلیٹر کو متلی ہوئی اور اس نے بمشکل قے روکی۔
پھر اسی سہ پہر کو ایک واقعہ ہوا جس نے سلیٹر پر ظاہر کردیا کہ بیری کتنا زیادہ مضطرب
تھا۔ دوپہر کے وقت ڈے نے درخواست کی کہ کشتی کے پہلوؤں پر لگانے اور بریسٹ ہک
لگانے کے لئے مڑی ہوئی ... لکڑیوں کی ضرورت ہے چنانچہ چند آدمی مڑی ہوئی ٹہنیاں لانے
کے لئے جنگل میں بھیج دیئے جائیں۔ سلیٹر نے یہ درخواست بیری کے سامنے پیش کی تو اس
نے اس بات میں سر ہلا دیا۔
"لیکن ذرا جلد بھیج دینا ان لوگوں کو اور تاکید کردینا کہ جلدی ہی واپس آجائیں۔ سلیٹر
نے ڈے سے کہا' کیونکہ اس جزیرے پر اندھیرا ایک دم سے اتر آتا ہے اور کیا پتہ ہمارے
آدمیوں کو کتنی دور جانا پڑے۔"
سلیٹر اور بیری کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ڈے پھر آگیا۔
"میں ولکن سن اور پارکون کو بھیجنا چاہتا ہوں" اس نے کہا۔
"اچھی بات ہے۔ میں کپتان سے پوچھ کر تمہیں بتاؤں گا۔ سلیٹر نے جواب دیا اور اس
جگہ پہنچا جہاں بیری کھڑا ا۔ یلیسا ہاکن اور لیڈ ۔یٹر ڈوئل کے زیر نگرانی کام کررہے تھے۔
"کپتان!" سلیٹر نے کہا "بڑھئی لکڑی لانے کے لئے پارکون اور ولکن سن کو جنگل میں
بھیجنے کی اجازت چاہتا ہے۔"
سلیٹر نے خیال کیا کہ بیری نے اس کی بات سنی نہیں کیونکہ اس نے نہ تو کوئی جواب
دیا اور نہ ہی اس کی طرف دیکھا۔ ڈوئل نے بیری کی طرف اور پھر سلیٹر کی طرف دیکھا۔
بیری نے قدرے توقف کے بعد دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"کپتان! بڑھئی لکڑی لانے کے لئے.....

وہ اس سے آگے نہ کہہ سکا کیونکہ کپتان نے اس کی طرف گھوم کر کر ختگی سے پوچھ
لکڑی؟ کاہے کی لکڑی؟"

"کشتی کے پہلوؤں اور بریسٹ ہک بنانے کے لئے۔

بیری کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ سیلٹر نے ڈوئل کی نظریں اپنے جسم پر رینگتی محسوس
اور لوگوں نے ان دونوں کی باتیں سننے کے لئے اپنا کام روک دیا۔

"جیسے بھیجنا چاہے بھیج دے" کپتان نے ایک دم سے کہا۔ یہ اس کا کام ہے
نہیں۔

اور اس نے گھور کر دیکھا جیسے اسے توقع تھی کہ وہ احتجاج یا بحث کرے گا۔ جو
سیلٹر کی نوک زبان پر تھا لیکن وہ خاموش رہا اور ساحل پر اتر گیا۔

بہرحال بیری کی حالت جیسی بھی تھی ایک گھنٹے بعد بدل گئی اور وہ ساحل پر آیا ج
لوگ کشتی پر کام کر رہے تھے اور جب پارکون اور ڈلکن سن لکڑیاں لے کر واپس آ
اس نے لکڑیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"جوناس ڈے! تم نے سچ کہا تھا' بے حد مضبوط لکڑی ہے یہ "وہ بولا" اس کے بار
میں' میں تم سے متفق ہوں کہ یہ لکڑی کشتی میں لگائی جائے گی تو وہ خاصی مضبوط ہو جا
گی۔ تمہارا کیا خیال ہے مسٹر سیلٹر؟"

وہ لوگ دن بھر کا کام پورا کر کے واپس آئے تو اندھیرا اتر چکا تھا۔ سیلٹر اور بیری
پاویل کی تیمارداری کی اور پھر اپنی قیام گاہ کی طرف چلے۔ قیام گاہ کی طرف جاتے ہو
سیلٹر سوچ رہا تھا کہ پچھلا واقعہ کپتان کو کس حد تک یاد ہے۔ جب وہ قیام گاہ پر پہنچے تو کپ
بیری نے کہا۔

"لکڑی لانے کا خیال بے حد عمدہ تھا۔ کس کی تھی یہ تجویز؟"

"بڑھئی کی۔"

"ہم۔ اور کہاں سے لائے؟"

"پتہ نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں انہیں زیادہ دور نہ جانا پڑا ہوگا۔"

"وہ زیادہ دیر غائب نہیں رہا۔"

"ڈے خود نہیں گیا تھا۔"

"نہیں گیا؟ تو پھر کون گیا تھا؟"

"پارکون اور ڈلکن سن"

"آ۔ ہا۔ تو یہ بات ہوئی۔"

لیکن اگر بیری کے اس بھولے پن نے سیلٹر کو الجھن میں ڈال دیا تھا تو ابھی اس کی
طرف سے سیلٹر کے لئے اور بھی الجھن اور پریشانی میں پڑنا مقدر ہو چکا تھا اس شام بیری
نے اپنے خیالات کے اس پہلو کو نمایاں کردیا جو سراسر غیر متوقع تھا اور سیلٹر کو احساس ہوا
کہ اگر یہی پہلو کپتان کے دماغ میں جم کر رہ گیا تو پھر اسکے بہت برے نتائج ظاہر ہوں گے۔

سمندری طوفان کا ذکر آ گیا۔ بعد میں سیلٹر کو یاد نہ رہا کہ دونوں میں سے کس نے
طوفانوں کی بات کی ابتداء کی تھی۔ اور بیری نے کہا۔

"سال کے اس موسم میں یہاں کے سمندر طوفان بن جاتے ہیں۔ یہ لعنت ہے یہاں
کی۔ اور پھر ہماری کشتی میں۔ جو کسی قابل نہیں ہے۔ اس موسم میں یہاں کا سمندر عبور
کرنا بے حد خطرناک ہے۔ سیلٹر! جزیرے والے ہمارے دوست بن گئے ہیں چنانچہ جب
تک یہ طوفانی موسم ختم نہیں ہو جاتا ہمارا یہیں رہنا کیا مناسب نہیں؟ اس موسم کے بعد
اگر ہم روانہ ہوئے تو پھر طوفانوں سے سابقہ پڑنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوں
گے۔" بیری کی یہ تجویز ایسی نرالی اور خلاف توقع تھی کہ سیلٹر کے منہ سے بے اختیار نکل
گیا۔

"یہ آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں؟"

بیری ان لوگوں میں سے نہ تھا جو بے نتیجہ قیاس آرائیاں کرتے یا ہوائی قلعہ بناتے
ہیں۔ وہ جو سوچتا تھا اس پر عمل کرتا تھا اور اس سے کچھ بعید نہ تھا۔

"بے شک میں سنجیدہ ہوں۔ اور تم کیا سمجھتے ہو کہ میں مذاق کر رہا ہوں اس نے غصے
سے کہا۔

"میرا مطلب یہ نہ تھا کپتان" البتہ آپ کی بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

"آ۔ ہم" بیری نے سیلٹر کی صفائی قبول کرتے ہوئے نرمی سے کہا"

میرے خیال میں' میں نے یہ بات فوری طور سے گویا تمہارے سر پر دے ماری۔
بہرحال مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر غصہ کیا۔ خیر تو اب تمہارا کیا خیال ہے۔

"موسم کے گزر جانے کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ لیکن جتنے زیادہ
دنوں تک ہم یہاں قیام کریں گے جزیرے والوں سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کے
امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے۔ اپنے ساتھیوں کی حالت آج دیکھی نا تم نے۔
میں نہیں کہہ رہا کہ وہ جزیرے والوں کے دشمن بن گئے ہیں۔ اب تک تو ایسا نہیں
ہوا۔ لیکن اس بھنے ہوئے بازو کے واقعہ نے انہیں شک میں ڈال دیا ہے اور جزیرے

والوں کے لئے ان کے دلوں میں جو جذبہ پہلے تھا وہ اب نہیں رہا۔"

"ہاں۔ یہ میں نے بھی محسوس کیا۔"

"چنانچہ بہتر یہی ہے کہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل چلنے کے اپنے پچھلے ارادے
قائم رہیں۔ اب حالات وہ نہیں رہے جو پہلے تھے۔ جس شیطان کو ہم جانتے ہیں اور ج
شیطان سے ہم واقف نہیں ان دونوں میں فرق ہے۔ اور جس شیطان سے ہم واقف نہ
اس سے بچنے کے لئے ہمیں یہاں سے بھاگ لینا چاہئے ہوسکتا ہے کہ طوفان سے ہ
سامنا ہوجائے لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ نہ ہو۔ سوائے اسکے ہم اور کیا کرسکتے ہیں کہ
سے دعا کرتے رہیں کہ وہ ہمیں طوفان سے بچائے لیکن اکثر چھوٹے چھوٹے جہازوں
اس سے بھی طویل فاصلے بخیر و خوبی طے کئے ہیں۔ اس کے برخلاف یہ کون کہہ سکتا ہے
طوفان اس جزیرے پر نہیں آئے گا اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ اگر طوفان آیا تو ہمار
کل سازو سامان کو تباہ د برباد نہ کردے گا۔

بیری نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھا خلاء میں گھورتا رہا۔

"طوفانوں کا موسم گزرنے کا انتظار اگر ہمیں کرتا ہے تو پھر ہمیں یہاں تین یا چار مہ
تک قیام کرنا پڑے گا۔ بیری کی خاموشی سے حوصلہ پاکر سلیٹر نے کہا' اور یہ بڑا طویل انتظا
ہے۔ اور اس عرصہ میں ہمارے ساتھیوں کا کیا کپتان؟ اگر وہ غصے ہو کر بے اختیار ہو گ
تو؟ کشتی کے تیار ہونے کے بعد اگر انہوں نے یہاں سے نکل جانا چاہا اور ہم نے انہیں
روکنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا کپتان؟ وہ بے قابو ہوجائیں گے' شاید بغاوت
کردیں گے اور اگر ایسا ہوا تو مجھے تعجب نہ ہوگا اور نہ ہی میں انہیں الزام دوں گا۔ میں
نہیں کہتا کہ میں ان کا ساتھ دوں البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ ایسا کرنے میں وہ حق بجانب ہو
گے۔ چنانچہ اختلاف ہوگا۔ ضرور ہوگا اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اس شیطان کو اپنا لیڈ
جیسے ہم جانتے ہیں۔ یعنی سمندر اور وہ بھی جلد از جلد' بیری آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا
دروازے کی طرف چند قدم بڑھا' رکا اور گھور کر سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"اولیور! ساتھیوں کی قیام گاہ پر سے دواؤں کا بکس لے آؤ گے جاکر؟ سردرد کے لئے
میں ذرا دوائی کھانا چاہتا ہوں۔"

"سر اب بھی تکلیف دے رہا ہے؟"

"ہاں" بیری نے یوں کہا جیسے سلیٹر کے اس سوال سے اس کے دل کو دھکا پہنچا ہے
تکلیف تو ہوگی تمہیں لیکن اگر وہ صندوق لے آؤ تو میں تمہارا مشکور ہوں گا۔"

"تکلیف کا ہے کی۔ ابھی لئے آتا ہوں۔"

لیکن ابھی وہ دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ بیری نے کہا۔

"اگر تمہیں زحمت ہو مسٹر تو میں دوا کے بغیر ہی کام چلا لوں گا۔"

اب یہ وہی کپتان بیری تھا۔ ارادے کا پکا۔ اور اس کے ارادے کی پختگی اس کے لہجے
سے ظاہر تھی۔

سلیٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بیری سے جھگڑا کرنا نہ چاہتا تھا چنانچہ اس نے یوں ظاہر
کیا جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ اس قیام گاہ سے فی الحال باہر چلا جانا چاہتا تھا کہ
ہائی میں اطمینان سے صورت حال پر غور کرسکے کیونکہ اس کا یہ شک یقین میں تبدیل
ہو رہا تھا کہ بیری کا دماغ چل گیا ہے۔ اس کے آثار تو کم از کم ظاہر ہو چلے تھے۔

نواں باب

تین دن بعد آنے والے خطرے سے سیلٹر کو آگاہ کیا گیا۔ اور یہ اطلاع دینے والی لڑکی تھی جسے سیلٹر نے بچایا تھا اور جو اس کے خیالات میں بس گئی تھی۔

وہ بوڑھا' جسے سیلٹر نے لڑکی کے ساتھ ساحل پر کھڑے دیکھا تھا' لڑکی کا باپ تھا۔ اب جنگ کرنے کے قابل نہ تھا' یعنی اس کا جنگجوئی دور ختم ہو چکا تھا تاہم آویلا مصاحبوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اکثر مصاحب اس کے گھر آتے اس ساتھ بیٹھتے اور آویلا کے دربار میں جو نئی باتیں ہوتیں ان کے متعلق تبادلہ خیال کرتے چنانچہ یوں لڑکی دو اہم باتوں سے واقف ہوئی اور یہی لڑکی جزیرے پر کی وہ پہلی ہستی جسے ان دو باتوں میں تعلق نظر آگیا۔

یہ ان کے کام کا چوتھا دن تھا۔ سہ پہر کے وقت کڑک اور گرج کے ساتھ بارش ہو پڑی لیکن آرگو والے بارش میں بھی کام کرتے رہے اور شام کا اندھیرا اترنے کے بعد دیر تک کام میں جتے رہے جس پر خود سیلٹر کو بھی تعجب ہوا۔

ساحل کی ڈھلان پر کھڑے اور ساحل پر قریب بیٹھے ہوئے جزیرے والے انہیں کام کرتے دیکھتے اور آپس میں حیرت سے باتیں کرتے رہے۔ بڑھئی کے ہتھیاروں نے انہیں مسحور کر دیا تھا اور یہ انہیں اپنے لئے حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھے بے شک وہ دیوتاؤں کے ہی ہتھیار تھے کیونکہ ان کی دھاریں تیز اور چمکیلی تھیں اور یہ ہتھیار نہایت ہی سخت لکڑی کو یوں کاٹ دیتے تھے جس طرح سیپ کی دھار پکے ہوئے نرم رتالو کو کا

دیتی ہے۔ اس قسم کے ہتھیاروں سے وہ لوگ ایسے مکانات اور ڈونگے بنا سکتے تھے جو صرف دیوتا ہے بنا سکتے ہیں۔

بیری کی طبیعت اب' سیلٹر کے اندازے کے مطابق' نسبتاً بہتر تھی۔ وہ اب بھی سر درد کی شکایت کرتا اور دوائی کھاتا تھا لیکن اب وہ کام میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا اور ایک دن پہلے اس نے سیلٹر کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ یہاں سے جلد از جلد نکل چلنا ہی مناسب ہو گا۔

"طوفانی موسم کے گزر جانے کا انتظار میں یہاں رکے رہنے کا میرا خیال احمقانہ تھا۔ چنانچہ کشتی کے تیار ہوتے ہی ہم یہاں سے نکل چلیں گے خواہ موسم کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے کہا۔

پاویل کی حالت اچھی نہ تھی تاہم وہ زندگی سے چپکا ہوا تھا۔ بیری نے اس کی دوا میں بھی الکوحل اور افیون کا مرکب ملانا شروع کر دیا تھا۔ اس سے پاویل کو اور کوئی فائدہ چاہے نہ ہوتا ہو بہر حال اس مرکب سے اسے سکون مل جاتا تھا۔ لائٹ نے بیری سے اس کی دعاؤں کی کتاب مستعار مانگ لی اور برستے اور گرم دن میں وہ کئی دفعہ کھانا پکاتے پکاتے اٹھ کر پاویل کے پاس آ بیٹھتا اور دعائیں پڑھتا۔ پاویل کی رنگت اب خاکستری ہو گئی تھی اور اس پر کوئی دوسرا رنگ نہ آتا تھا۔

اس شام سیلٹر بیری کے ساتھ پاویل کی تیمارداری کے لئے نہ ٹھہرا۔ بڑھئی ڈے کمپاس کا ناپ چاہتا تھا کہ اسکے لئے بکس بنا سکے اور چونکہ سارے ہی آلات بیری کے ذاتی سامان کے ساتھ رکھے ہوئے تھے اس لئے سیلٹر ڈے کے لئے کمپاس لانے ان کی قیام گاہ کی طرف چلا۔ ابھی دن کی روشنی پوری طرح پھیلی ہوئی تھی جب وہ قیام گاہ پر پہنچ گیا' وہ دروازے میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ اس نے ایک آواز سنی جیسے کوئی پرندہ بول رہا ہو۔ وہ ٹھٹھک گیا کیونکہ ایسی آواز اس نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ وہ کان لگائے کھڑا رہا۔ وہ آواز پھر آئی۔ عجیب سی آواز تھی جو کچھ سیٹی اور کچھ پکار سی تھی۔ وہ چند ثانیوں تک کھڑا رہا اور پھر جھک کر قیام گاہ میں داخل ہو گیا۔ وہ کپڑے میں لپٹا ہوا کمپاس نکال کر اپنے ہاتھ میں لے رہا تھا کہ وہی آواز پھر آئی۔ وہ جس حالت میں تھا اسی حالت میں منجمد ہو گیا اور سننے لگا۔ یہ آواز بار بار آنے لگی۔ اس میں بلاوا تھا۔ اصرار تھا۔ اس نے کمپاس دوبارہ کپڑے میں لپیٹ کر صندوق میں واپس رکھا اور باہر آ گیا۔

یہ آواز اس راستے کی طرف سے آ رہی تھی جو قیام گاہ کے پچھواڑے تھا۔ اس نے آواز دینے والے کو پکارنا چاہا لیکن پھر اپنا یہ ارادہ بدل کر راستے پر چل پڑا۔ وہ راستے کے

"وہ موڑ مڑ چکا تھا کا دفعتاً" اسے یاد آیا کہ وہ نہتا تھا۔ اس نے اپنی رفتار دھیمی کر دی اور
سوچنے لگا کہ واپس جا کر پستول لے آئے لیکن اب وہ پکار زیادہ دور نہ تھی چنانچہ وہ ہرچہ باد
باد کہہ کر آگے بڑھ گیا البتہ اس نے پٹکے میں اڑسا ہوا چاقو ذرا آگے کی طرف کھینچ لیا کہ
بوقت ضرورت آسانی سے اور فوراً نکسیٹ سکے۔

اور یکبارگی ہی وہ لڑکی کے سامنے تھا۔ وہ اس کے عین سامنے اور اس سے کوئی سات
فٹ دور کھڑی ہوئی تھی۔ ان کی آنکھیں چار ہوئیں تو سلیٹر نے دیکھا کہ لڑکی نے اسے
پہچان لیا تھا۔ وہ پلٹی اور آگے والا موڑ مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس نے کوئی اشارہ
نہ کیا تھا لیکن اس کی ایک ایک حرکت سلیٹر کو اپنے پیچھے آنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ سلیٹر
نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا وہاں کوئی نہ تھا اور نہ ہی وہ کسی کو آتے سن رہا تھا چنانچہ لڑکی کا
یہ بلاوا اس کے لئے ہی تھا۔ اور وہ اس طرف چل پڑا جس طرف لڑکی گئی تھی۔

سو گز چلنے کے بعد لڑکی اسے پھر دکھائی دی۔ یہاں جنگل گھنا نہ تھا جھاڑیاں گنجان تھ
تھیں اور وہ یہاں اس کی منتظر کھڑی تھی اور بار بار گردن گھما کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ سلیٹر
کو آتا دیکھ کر وہ راستہ چھوڑ کر جنگل میں گھس گئی۔ سلیٹر بھاگ کر اس جگہ پہنچا تو ایک
درخت کی لچکدار لرزتی ہوئی شاخ نے اسے بتایا کہ لڑکی کس طرف گئی تھی۔ سلیٹر گھاس کی
ڈھلان اتر کر ایک ایسے چھوٹے سے رتیلے میدان میں پہنچا جو چاروں طرف سے درختوں
اور جھاڑیوں سے گھرا ہوا تھا اور راستے پر سے گزرنے والے کو نظر نہ آتا تھا۔ درختوں
سے زرد پھولوں کی بیلیں لٹک رہی تھیں جنہوں نے ایک پردہ سا تان رکھا تھا۔

وہ درختوں میں سے نکل کر بیچ میں چھٹے ہوئے رتیلے میدان میں آ گیا۔ لڑکی میدان کے
انتہائی سرے پر چوکنی اور بھاگنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک
ٹہنی تھی۔

وہ لڑکی کی طرف بڑھا۔ جیسے جیسے وہ اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا اس کا خون سنسنا
جا رہا تھا اور ایک عجیب طرح کی کشش اور جذبہ اس کے ان تمام گھناؤنے خیالات پر غالب
آ رہا تھا جو اس نے اس لڑکی کے متعلق قائم کیے تھے۔ اس کی آنکھیں لڑکی کے حسن کو
نگل رہی تھیں۔ اس کے آدھ کھلے ہونٹوں میں سفید اور خوبصورت دانت موتی کی لڑیوں
کی طرح چمک رہے تھے۔ اس کا سر فخر و غرور سے اوپر سے اٹھا ہوا تھا اور آنکھیں باداموں
کی شکل کی اور بے حد خوبصورت تھیں۔ اس کے جسم سے صندل کی بھینی بھینی اور مست
کن خوشبو اٹھ رہی تھی۔

چند ثانیوں تک وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور

پھر سلیٹر نے اسے اپنا وہ نام بتایا جو آویلا نے لیا تھا۔ "اولیور" لڑکی نے خوبصورت پرندے
کی طرح اپنا سر ایک طرف جھکا دیا۔ سلیٹر آگے بڑھ کر اور بھی اس کے قریب ہو گیا اور
ایکبار پھر اپنا نام دہرایا۔ تیسری دفعہ اس نے اپنا نام لیا تو لڑکی کی آنکھوں میں فہم کی چمک
آ گئی اور اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر تقریباً سرگوشی میں اپنا نام بتایا۔

"سیاوا"۔

"سیاوا؟" اس نے پوچھا"۔

"لو۔ ادی سیاوا"۔

"سیاوا" سلیٹر اس سے آگے کچھ کہہ نہ سکا اور اپنی معذوری پر جھنجھلا گیا۔ لڑکی نے
اس کی پریشانی دیکھی تو مسکرائی۔ یہ وہی یا قریب قریب وہی مسکراہٹ تھی جو لڑکی نے اسے
اس وقت عنایت کی تھی جب وہ اسے وحشیوں سے بچا کر گاؤں کی طرف لئے جا رہا تھا اور
جس طرح کوئی خاص بو ماضی کی کوئی سنسنی یاد دلا دیتی ہے اسی طرح اس مسکراہٹ نے سلیٹر
کو اس کے وہ بھیانک خواب یاد دلا دیا اور ساتھ ہی ساتھ وہ اس لڑکی کو حاصل کرنے کے
لئے بے تاب ہو گیا۔ عجیب طرح کی اور ناقابل برداشت جنسی کشش تھی اس لڑکی میں۔
ایک طرف اس احساس سے پیدا شدہ کراہت کہ یہ لڑکی آدم خور تھی اور دوسری طرف
اسے حاصل کرنے کا سلگتا ہوا جنسی جذبہ۔ ان دو متضاد جذبات نے سلیٹر کا دماغ اس بری
طرح سے چکرا دیا کہ اسے خوف ہوا کہ وہ پاگل ہو جائے گا۔

لیکن دیوتاؤں کی ولی کیفیت معلوم کر لینے والی وہ کون ہوتی ہے؟ تاہم وہ بہت سے
مردوں کو اپنی طرف اسی طرح دیکھتے دیکھ چکی تھی جس طرح کہ یہ سفید جاندار اسے دیکھ رہا
تھا۔ لیکن وہ ان لوگوں سے بھاگتی رہی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ وہ اس سے کیا کرنا چاہتے
تھے وہ ان سے بچنے کے لئے جزیرے کے ویران مقامات میں جا کر پناہ گزیں ہوئی تھی کیونکہ
وہ اپنے آپ کو مردوں کے سپرد کرنے کے لئے آزاد نہ تھی۔ وہ ایک سردار کے بیٹے کے
لئے مانگی جا چکی تھی، وہ اس سے منسوب ہو چکی تھی۔ اور اس سلسلے میں پہلا "ٹابو آ" پیش
کیا جا چکا تھا۔

لیکن بادلوں میں سے اترا ہوا یہ سفید دیوتا اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے بہرحال
حاصل کر کے رہے گا۔ اور سلیٹر کی بھوکی نظر نے اس کی روح کو اندر ہی اندر ایک
موڑ دے کر کمزور سا کر دیا اور اس کا مستحکم ارادہ ڈھے گیا۔ تاہم وہ ڈری نہیں۔ کیا اسے
دیوتا نے موت سے بچایا نہ تھا؟ چنانچہ اس کے بدلے میں وہ اسے بچانا چاہتی تھی۔

وہ آگے بڑھی اور اس طرح جس طرح، عورت بچے کو ہاتھ پکڑ کر لے آتی ہے سلیٹر کو

اس جگہ لے آئی جہاں ریت ہموار تھی اور جہاں گھاس نہ تھی۔ اس قطعہ کے کنارے پر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور سلیٹر کو اپنے سامنے اسی طرح بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

سلیٹر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر اور اس سے کوئی ایک ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ اب سیاوا پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی اور اپنی خوبصورت آنکھیں سلیٹر پر جمائے رکھیں۔ اس کے جسم سے اٹھتی ہوئی صندل کی خوشبو نے سلیٹر کے جذبات میں آگ لگادی۔ اس کی انگلیوں کی پوریں سیاوا کو چھونے کے لئے سنسنانے لگیں اور وہ اسے آغوش میں لینے لے لئے بے قرار ہوگیا۔ بڑی کوششوں سے وہ اپنے آپ کو روک سکا۔

اس نے ایک ہاتھ کی ہتھیلی سے ریت ہموار کی اور ٹہنی سے اس پر کچھ بنانے لگی۔ اس نے چند انچ لمبی دو سیدھی لکیریں بنائیں اور انہیں اس طرح ملادیا کہ انسان کا خاکہ بن گیا۔ یہ شکل ان گھڑی سی تھی لیکن پہچانی جاتی تھی کہ آدمی کی ہے۔ سیاوا نے اب سلیٹر کی طرف یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھا کہ وہ سمجھا یا نہیں۔ سلیٹر نے اس بات میں سر ہلادیا تو وہ پھر جھک گئی اور شکل میں جو سر تھا اس پر سلیٹر کا ہیٹ بنادیا۔

اس نے سلیٹر کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر کہ وہ سمجھ رہا ہے وہ پھر خاکہ بنانے لگی۔

اس دفعہ اس نے لکیروں سے جو آدمی بنایا وہ لیٹا ہوا تھا۔ سلیٹر نے دیکھا اور الجھ گیا۔ اس نے سوچا کہ سیاوا کی مراد شاید نیند سے ہے۔ لیکن وہ آگے کی طرف جھک گئی، اپنی آنکھیں آدھی بند کیں، آہستہ آہستہ سانس لینے لگی جس سے اسکی چھاتیاں اٹھنے اور گرنے لگیں پھر اس نے ٹہنی زمین پر رکھ دی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر کراہنے لگی جیسے اس کے پیٹ میں سخت درد ہو۔

سلیٹر سمجھ گیا۔ سیاوا کا مطلب پاویل سے تھا۔

اس نے پھر ٹہنی اٹھائی اور پہلے خاکوں سے ایک فٹ دور دوسرا خاکہ بنایا۔ اس کے سر پر اس نے ہیٹ نہ بنائی بلکہ جیسے بال بنائے اس سے سلیٹر نے سمجھ لیا کہ یہ خود سیاوا تھی چنانچہ اس نے پہلے ڈرائنگ اور پھر خود سیاوا کی طرف اشارہ کیا لیکن اس نے نفی میں سرہلایا اور خاکے میں اس علامت کا اضافہ کردیا جو اس کی تذکیر کا صاف صاف ثبوت تھا۔ مرد کے اس خاکے کے قریب اس نے دوسری تصویر بنائی اور اس کے سر کے نیچے، جہاں سینہ ہونا چاہئے، ایک دوسرے کے قریب دو دائرے بنا دئے۔ تصویر مکمل کرکے اس نے سلیٹر کی طرف دیکھا اور خود اپنی چھاتیوں کی طرف اشارہ کیا اور پھر خاکے کے دائروں کی طرف اور اسے وہ الفاظ بتائے جو ان علامتوں کے لئے تھے اور یوں سلیٹر نے مرد اور عورت اور تندرست اور بیمار کا الفاظ معلوم کئے اور سیکھے۔

اب اس نے پاویل کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے نمبر کے خاکوں میں، جو خود اس کی قوم کو ظاہر کر رہے تھے، اس نے لیٹے ہوئے آدمی کی تصویر بنائی جیسی کہ پاویل کی بنائی تھی۔ کئی منٹوں کے بعد سلیٹر سیاوا کا مطلب سمجھنے میں کامیاب ہوا۔ جزیرے کا ایک باشندہ بیمار تھا۔ لیکن اس کے آگے وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔ لیکن سلیٹر کو ٹہنی سے چھو کر اس نے ایکبار پھر پاویل کے اور پھر باشندے کے خاکے کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بعد اس نے جزیرے کے دوسرے اور پھر تیسرے اور پھر جوتے باشندے کی تصویر بنائی۔ یہ سب کے سب لیٹے ہوئے تھے اور باشندوں کے ان تمام خاکوں کو اس نے اس خاکے سے ملادیا جو پاویل کا تھا۔

سیاوا ایک دم سے گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔ سلیٹر بھی اٹھ کھڑا ہوا اس نے بھی ایک آواز سنی تھی لیکن وہ تصویروں کا خط پڑھنے اور سمجھنے کی۔۔ کوشش میں اسقدر مشغول تھا کہ اس نے اس آواز کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تھا۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس ہرنی کی طرح جس نے خطرے کی بو پالی ہو۔ اسے یوں خوفزدہ دیکھ کر اس کے قریب پہنچا لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ سلیٹر کی انگلیاں اس کے تیل لگے چکنے جسم پر پھسلیں اور وہ جا چکی تھی۔ بیل پر سے ایک سرد پھول ٹوٹ کر گرا۔

سلیٹر ایک لمحے تک بے حرکت کھڑا رہا اور پھر اس احساس کے ساتھ کہ سیاوا کے پیچھے جانا فضول تھا، وہ پلٹا اور ریت پر کے خاکوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اب دن کی روشنی ختم ہو چکی تھی اور وہ خاکوں کے قریب گھٹنوں کے بل جھکا ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ الجھ کر اس نے ریت پر سے خاکے مٹانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ یکلخت اس کی سمجھ میں آگیا۔ سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ اس کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا ہی رہ گیا۔ وہ کانپتا ہوا اٹھا اور جنگل میں سے نکل کر راستے پر آگیا۔

قیام گاہ کے باہر کپتان بیری اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کہاں گئے تھے مسٹر؟ میں تو آدمیوں کو تمہاری تلاش میں روانہ کرنے ہی والا تھا۔
ایں، کیا ہوا؟ تمہارا رنگ تو یوں اڑا جارہا ہے جیسے تم نے بھوت دیکھ لیا ہو"۔

"ہاں۔ دیکھا ہے کپتان" سلیٹر نے سنجیدگی سے کہا "ہم سب کا بھوت دیکھا ہے۔ آؤ۔ اندر چلو اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا ہوا"۔ سلیٹر تفصیلات سننے کے بعد بیری نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جزیرے والے ان دو لاشوں کو کھانے کی وجہ سے بیمار ہوئے تھے۔

"بشرطیکہ اس لڑکی نے سچ کہا ہو" بہرحال یہ تم اتنے یقین سے تو نہیں کہہ سکتے ہو سکتا ہے کہ تم نے اس کے بنائے ہوئے خاکوں اور اشاروں کو غلط سمجھا ہو۔

"کپتان! میں بیوقوف اور گدھا نہیں ہوں"۔

"یہ میں نے کب کہا کہ تم بیوقوف اور گدھے ہو۔ لیکن جزیرے والوں کی زبان بولی اور سمجھ نہیں سکتے چنانچہ ہو سکتا ہے کہ تم نے اسکا مطلب غلط سمجھا ہو۔

"اس نے اتنا صاف صاف بتایا ہے کہ غلط سمجھنے کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا"۔

"تو پھر یہ وہ لاشیں کھانے کا نتیجہ ہے"۔

"یہ ماننے کے لئے میں تیار نہیں ہوں۔ یہ لوگ آدم خور ہیں اور آدمی کا گوشت کھانے کے عادی چنانچہ دو لاشوں کا گوشت کھا کر اتنے بہت سے آدمی بیمار نہیں ہو سکتے۔ میں سچ کہتا ہوں کپتان کہ لڑکی نے بڑے یقین سے کہا ہے کہ بیماری جو ان لوگوں کو لگی ہے پاویل کی ہی ہے"۔

"پاویل کی بیماری کا علم اسے ہونا تو خیر دور کی بات ہے وہ پاویل سے ملی تک نہیں"۔

"ہاں۔ لیکن لوگ اس سے مل چکے ہیں"۔

"کون لوگ؟"۔

"دو آدو آ اور آویلا"۔

"سنو اولیور۔ یہ سب بکواس ہے۔ اگر یہ بیماری کسی قسم کی چھوت کی بیماری ہے یا وبا ہے تو پھر ہم سب اس میں کیوں مبتلا نہیں ہوئے؟ ایں! کیوں نہیں ہوئے؟"۔

"کپتان! یہ نہ تو میں سمجھ سکتا ہوں اور نہ سمجھا سکتا ہوں۔ نہ ہی میں نے اس کا دعویٰ کیا ہے اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جزیرے والے بیمار ہو گئے ہیں۔

"یہ کیا گھاس کھا رہے ہو تم۔ یہاں لوگ پہلے بیمار نہیں ہوئے؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جزیرے کے لوگ آج پہلی دفعہ بیمار ہوئے ہیں؟"۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں" سلیٹر نے سنجیدگی سے کہا "کہ اس وقت جو بھی بیمار ہے وہ پاویل کی بیماری میں مبتلا ہے۔ یعنی ھمچش میں بشرطیکہ پاویل کو ھمچش ہی ہو"۔

"لیکن یہ کس مردود نے کہا ہے کہ جزیرے والے ھمچش میں مبتلا ہیں؟"۔

"اس لڑکی نے"۔

"میں کہتا ہوں لعنت بھیجو اس لڑکی پر۔ تم نے اسی کی رٹ لگا دی ہے"۔

"تو پھر میں سمجھ لوں کہ اس نے اطلاع دے کر ہمیں خبردار کیا ہے تو تم کوئی اہمیت نہیں دے رہے ہو؟"۔

"میں اسے خطرے سے خبردار کرنا سمجھتا ہی نہیں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ

لوگ پہلے بھی بیمار ہوئے ہیں اور جو عادت انہیں ہے۔ یعنی آدمی کا گوشت کھانے کی۔ اس کی وجہ سے وہ اکثر بیمار رہتے ہوں گے۔

نہیں مسٹر! وہ لڑکی اور اس کے ساتھ تم بھی مجھے یہ کہہ کر خوفزدہ نہیں کر سکتے کہ پاویل کی بیماری ان لوگوں میں پھیل گئی ہے چنانچہ ہوشیار اور خبردار۔ پاویل کے ساتھ ہم جزیرے والوں سے زیادہ رہے ہیں چنانچہ اس سے اس کی بیماری سے ہم زیادہ واقف ہیں نہ کہ جزیرے والے۔ نہیں" اور اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"یہ غلط ہے۔ اور بفرض محال اگر ایسا ہو بھی تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"۔

"یہاں سے بھاگ سکتے ہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے ابھی؟" بیری کا چہرہ ایک دم سے بگڑ گیا' کشتی تیار ہونے سے پہلے ہی؟"۔

"اگر یہاں رہنے میں خطرہ ہے تو بے شک"۔

"سنو مسٹر سلیٹر! جب تک کشتی تیار نہیں ہو جاتی ہم یہاں سے نہ جائیں گے"۔

بیری نے الفاظ آہستہ سے کہے تھے لیکن اس کے لہجے میں سکون نہ تھا۔ غصے نے اس کا سکون درہم برہم کر دیا تھا اور اس کے ماتھے پر ایک رگ دھڑک رہی تھی اور پھر جو وہ بولا ہے تو اس کی آواز بلند تھی اور وہ تقریباً چیخ رہا تھا۔

"اور یہ میں دوبارہ نہ کہوں گا۔ سنا تم نے؟ اپنی کپتانی میں میرا سابقہ جتنے رنڈیوں کے نوں سے پڑا ہے تم ان سب میں بازی لے گئے"۔

مارے غصے کے اس کے گلے میں پھندے پڑ گئے۔ اس کا سر چکرا گیا اور چہرہ بگڑ گیا۔

"سنا تم نے سلیٹر؟" وہ چیخا "اب دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ خدا کی قسم میں تمہیں زنجیروں میں بندھوا دوں گا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے"۔

خود اپنے غصہ کو دبا کر' دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر اور بیری کی اس فوری تبدیلی سے حیران ہو کر سلیٹر دروازے کی طرف چلا۔ وہ دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ بوڑھے کپتان کی گلو گیر چیخ سنائی دی۔

"مسٹر"۔

سلیٹر ٹھٹھک گیا۔ اس نے گھوم کر پیچھے دیکھا۔

"سمجھ گئے تم؟" یہ سوال کپتان کے غصے کے عروج کا سوال تھا۔ آواز پتلی اور مردہ تھی۔ اس میں نہ تو غصے کی گرمی تھی اور نہ جوش۔ بیری ایک ستون پکڑے کھڑا تھا اور اس کی نگاہیں سلیٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہم یہاں سے نہیں جارہے ہیں۔"
"اور اگر لڑکی نے سچ کہا ہے تو؟"۔
بیری اس کا سوال 'معلوم ہوتا ہے' سمجھنے سے قاصر رہا۔
"کیا کہا تم نے؟ اس نے پوچھا۔
اس کا پراگندہ دماغ تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہا تھا۔ حقیقت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔
"میں نے کہا ہے کہ اگر لڑکی نے سچ کہا ہے تو"۔
"ہاں"۔
"تو پھر۔ تو پھر۔ ہمارا خدا ہی حافظ و ناصر ہوگا۔ ہاں خدا ہی ہماری حفاظت اور مدد کرے گا"۔
اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپایا' زمین پر بیٹھ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔
کپتان بیری ایک ٹوٹا ہوا انسان تھا۔
بوڑھے کپتان کی ڈھارس بندھاتے بندھاتے شام ہوگئی۔ اندھیرا اتر آیا۔ سلیٹر نے لالٹین جلائی۔ بیری کو پلیٹ فارم پر لٹایا' اس کے پٹکے کا بکسوا کھولا اور اسے برانڈی کافی مقدار پلادی۔
بیری کے بدلتے ہوئے مزاج نے سلیٹر کو پریشانی میں مبتلا کردیا تھا کیونکہ جب وہ گویا ہوش میں ہوتا تھا تو ہر چیز اور ہر بات سے قطعی بے تعلق رہتا تھا اور صرف چند باتیں یاد رکھ کر دوسری سب کچھ بھول جاتا تھا۔ اور برانڈی پیتے وقت اس نے سلیٹر کی طرف ایسی گرم جوشی اور پیار سے دیکھا کہ اسے یقین نہ آیا کہ یہ بوڑھا وہی ہے جو ابھی چند منٹوں پہلے ہی اسے رنڈی کا جنا کہہ کر دفع ہو جانے کا حکم دے رہا تھا۔ آخر میں اس نے بیری کو الکحل اور افیوں کا مرکب دیا اور جو وہ سوگیا تو سلیٹر باہر آیا اور پاویل کی خیرت معلوم کرنے کے لئے دوسرے مکان کی طرف چل دیا۔
جری پاویل کے قریب سو رہا تھا۔ مکان میں اور کوئی نہ تھا۔ باربر اور پارکون باہر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ڈوئل اور دوسرے ساحل پر پہرے داروں کے ساتھ تھے اور دن بھر کی گرمی کے بعد رات کی خنکی اور سرد ہوا کے مزے لے رہے تھے۔
سلیٹر باہر آیا تو باربر نے پوچھا۔
"پاویل کی طبیعت۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"۔

مایوس کن ہے صاحب۔ حالانکہ اس کا اعتراف کرتے دل دکھتا ہے لیکن کوئی امید نہیں۔
جب تم اندر گئے تو میں پارکون سے یہی کہہ رہا تھا" اور پھر ایک لمحہ کے وقفہ کے بعد اس نے اضافہ کیا۔
"ان سالے جشیوں کا یوں آنا۔ عجیب بات ہے صاب"۔
"انڈینوں کا آنا؟"۔
"ہاں"۔
"کیا مطلب ہے تمہارا باربر؟"۔
"پاویل کو دیکھنے آئے تھے جس طرح"۔
"اس کے متعلق میں کچھ بھی نہیں جانتا" سلیٹر نے کہا اور پارکون نے ایکدم سے اس کی طرف دیکھا۔
"کپتان بیری نے نہیں بتایا تمہیں؟" باربر نے پوچھا۔
"نہیں تو۔ کیا ہوا تھا؟"۔
"کمال ہے" باربر سلیٹر کے سوال سے الجھ گیا "پارکون! تم موجود ہی تھے چنانچہ بتاؤ جو تم جانتے ہو"۔
"ہاں" پارکون نے کہا لیکن اب وہ سلیٹر کی طرف نہیں بلکہ اس چٹائی کی ایک سلوٹ کی طرف دیکھ رہا تھا جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔
"تم بتاؤ باربر"۔
"ہاں بتاتا ہوں۔ یہ آج شام کا واقعہ ہے جب تم بڑھئی کے لئے کمپاس کی ناپ وغیرہ لینے گئے تھے۔
تو کپتان بیری یہیں تھے۔ خیر تو انڈین کھانا لے کر آئے جیسا کہ ہر شام آتے ہیں فرق صرف اتنا تھا کہ اس دفعہ وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ وہ کھانا باورچی خانے میں لے گئے اور میں نے انہیں لائٹ کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرتے سنا۔ خدا جانے وہ کیا کہہ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد باہر آئے تو دوسرے انڈین بھی آگئے۔ یہ بوڑھے تھے۔ جزیرے کے بزرگ۔ اہم ہستیاں۔ اور پھر وہ بغیر کچھ کہے اور بغیر اجازت لئے دوڑتے ہوئے اندر گھس پڑے اور پاویل کو دیکھنے لگے۔ انہیں یوں اندر جاتے دیکھ کر کپتان بیری چونکے اور ان کے پیچھے ہی اندر پہنچے۔
انڈین زیادہ دیر نہ ٹھہرے البتہ انہوں نے پاویل کو بڑے غور سے دیکھا اور پھر باہر نکل

کر کچھ کہے بغیر گاؤں کی طرف چلے گئے۔

اگر سلیٹر لڑکی کی بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا تو اب اس کی تصدیق ہو چکی تھی۔ لڑ نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا اور اسکا ثبوت اب اسے مل چکا تھا۔ اور بیری کو بھی مل چکا لیکن وہ اسے جھٹلا رہا تھا۔ تو جب انڈین پاویل کو دیکھ رہے تھے تو کیا بیری نے سمجھ لیا تھا پاویل سے ان کی دلچسپی کا سبب کیا ہے؟ یقیناً سمجھ لیا تھا۔ اور ڈویل نے اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا تھا؟ اس وقت وہ ساحل پر کون سے منصوبے گڑھ رہا تھا؟"۔

دسواں باب

دوسری صبح کپتان بیری کی طبیعت پوری طرح بحال تھی۔ وہ رات بھر گہری نیند سویا اور تازہ دم معلوم ہوتا تھا۔ حالانکہ اس کی زبان اب بھی لڑکھڑا رہی تھی لیکن، سلیٹر نے دیکھا، اس کے چہرے پر سے فالج کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ سلیٹر پر ایک بات بہر حال ظاہر ہو گئی کہ بیری کی ایسی حالت فکر و پریشانی کیوجہ سے ہو جاتی تھی۔ اس کے دماغ پر کوئی بوجھ نہ ہوتا تو وہ اچھا رہتا تھا۔ چنانچہ اسے فکر و پریشانی سے دور رکھنا ضروری تھا۔ اور سلیٹر نے بیری کے پاس ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔

وہ لوگ ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے، جرمی بچا کھچا واپس لے جانے ابھی نہ آیا تھا کہ بیری نے، جو باہر کھڑا ہوا تھا سلیٹر کو آواز دے کر کہا کہ جوان سردار آرہا ہے۔ اور دو آدو کو آتے دیکھنے سے پہلے ہی سلیٹر نے سمجھ لیا کہ کچھ گڑ بڑ ہے۔

اور سب لوگ باڑھ کے باہر ٹھہر گئے اور دو آدو آ تین آدمیوں کے ساتھ اندر آیا۔ دو آدو آ کی حرکتوں میں شائستگی ضرور تھی لیکن روکھی پھیکی۔ وہ بیری اور سلیٹر کے سامنے اور ان سے چند قدم دور آ کھڑا ہوا۔ اس نے گاؤں کی طرف اشارہ کر کے آویلا کا نام لیا۔ معلوم ہوا کہ آویلا نے اسے بھیجا تھا کہ بیری اور سلیٹر کو اپنے ساتھ لے آئے۔

آویلا نے بھی خوش خلقی سے ان کا استقبال کیا لیکن اس کی سرد مہری صاف ظاہر تھی۔ اس نے انہیں بیٹھ جانے کو نہ کہا بلکہ ہوا یہ کہ ان دونوں کو آویلا کے حضور پہنچا ہی گیا تھا کہ وہ انہیں لے کر باہر آ گیا اور اس مکان میں لے آیا جو "رارا" کے کنارے پر تھا۔ دو آدو آ اور چند دوسرے سردار ان کے پیچھے تھے۔ وہ سب کے سب خاموش تھے۔ سلیٹر کو ایسا معلوم ہوا جیسے انہیں مقتل کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ کپتان بیری سینہ تانے

سر اٹھائے چل رہا تھا۔

سلیٹر کو، اپنی قمیض کے نیچے، پستول سرد اور بوجھل معلوم ہوا۔

وہ کافی بڑا مکان تھا جس کے سامنے پہنچ کر آویلا ٹھہر گیا۔ اس مکان کی ساخت اور اس پر کی سجاوٹ سے پتہ چلتا تھا کہ یہ کسی بلند رتبہ شخص کا گھر ہے۔ دروازے پر پہنچ کر آویلا نے آواز دی اور پھر بیری اور سلیٹر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اندر داخل ہوا۔ ان کے پیچھے دو آدو آ تھا۔ دوسرے لوگ باہر ہی ٹھہر کر آپس میں باتیں کرنے لگے۔

مکان کے اندھیرے میں پہلے تو سفید فاموں کو کچھ دکھائی نہ دیا اور جب ان کی نظریں اندھیرے کی عادی ہوئیں تو وہ اس بوڑھے کو دیکھ سکے جس کی طرف آویلا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ دیوار کے قریب چٹائیوں کے انبار پر پڑا ہوا تھا۔ آویلا آگے بڑھ کر اس کے قریب گیا اور نیچی آواز میں اس سے کچھ کہنے لگا۔ بوڑھا غور سے سنتا رہا اور پھر اس نے آویلا کے پیچھے کھڑے ہوئے بیری اور سلیٹر کی طرف دیکھا۔ اس کی بوڑھی آنکھوں میں غیر معمولی غیر فطری چمک تھی اور مکان کی فضا میں ایک قسم کی ناخوشگوار اور مرطوب بو تھی۔ آویلا نے گھوم کر بیری کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ سلیٹر آگے بڑھ کر بیری کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ بیری فرش پر ایک گھٹنا ٹیک کر بوڑھے کے قریب بیٹھ گیا۔

بوڑھے کو ایک نظر دیکھتے ہی سلیٹر پر ظاہر ہو گیا کہ یہ پاویل کے مرض میں مبتلا تھا وہ کبھی دبلا پتلا تھا لیکن اب تو ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا جس پر خشک کھال کھنچی ہوئی تھی۔ اسے بخار بھی تھا اور جس چٹائی پر وہ لیٹا ہوا تھا اس پر قے کے دھبے تھے۔ اسکا پیٹ پھول گیا تھا اور حیرت انگیز حد تک کشتی کی شکل بن گیا تھا، ہونٹ خشک تھے اور ان پر کی پپڑیاں اکھڑنے لگی تھیں۔ وہ کہیں اوپر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ہذیان بکنے لگا۔

بیری سلیٹر کی طرف گھوم گیا۔

"ہم اس سے کچھ پوچھ ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا ہوا اسے؟"۔

سلیٹر کا جو خیال تھا وہ ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا۔ وہ ہونٹ چبانے لگا۔

"میں بتاؤں کہ میرا کیا خیال ہے؟" بیری نے بوڑھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ پاویل کے ہی مرض میں مبتلا ہے"۔

بیری اٹھ کر کھڑا ہوا اور اس نے چاروں طرف دیکھا۔

"یا اس سے ملتا جلتا کوئی مرض، اس نے اضافہ کیا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" سلیٹر نے کہا۔ بیری نے حقیقت کو قبول کر لیا تھا اور اس پر اسے تعجب تھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ یہ مرض اسے پاویل سے ملا ہے تاہم یہ مخصوص
جو غالباً انہی لوگوں سے مخصوص ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ پہلے پہل کوئی جزیرے
اس میں مبتلا ہوا ہو اور اس سے یہ وبا پھیلی ہو۔ ہم اسے دوا دیتے ہیں حالانکہ دوا
کچھ زیادہ یقین نہیں ہے لیکن کیا پتہ اسے افاقہ ہو جائے۔ ایک طرح سے یہ ان لو
دھوکہ دینا ہے تاہم کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہیئے۔

اولیور! تم ان لوگوں کی بولی ایک حد تک سمجھ سکتے اور انہیں سمجھا بھی سکتے ہو۔
کو یہ سمجھانے کی کوشش کرو کہ ہم دوا لا رہے ہیں بوڑھے کے لئے"۔

ان چند الفاظ کے ذریعہ' جو اس نے سیاوا سے سیکھے تھے' سلیٹر نے آویلا کو یہ
کی کوشش کی کہ وہ واپس آئینگے۔ پھر وہ باہر آگئے۔ جزیرے والے عجیب نظروں
کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بیری کے لئے سلیٹر کے دل میں جو خدشہ تھا وہ اس نے سمجھا نہ تھا۔ سلیٹر کی مدد
ہی بیری نے یہ یقین کر کے اپنے آپ کو اطمینان دلایا تھا کہ ہر چند کہ بوڑھا پاویل
مرض میں مبتلا تھا تاہم یہ مرض اس نے پاویل سے ہی حاصل کیا تھا۔

"یہ ایک اتفاق ہے اولیور" بیری نے اطمینان سے کہا "بلکہ میں تو یہاں تک ک
کہ جب ان جزائر کا سمندری راستہ کھل جائے گا تو ہمارے ملک کی زیادہ سے زیادہ
یہاں پہنچیں گی اور جزیرے والے ان کا علاج بھی تلاش کرلیں گے کیونکہ تم جانو یہ
نرے بیوقوف بھی نہیں ہیں"۔

سلیٹر نے بیری کی اس بات کو تسلیم نہ کیا کیونکہ اگر جزیرے والوں کے لئے یہ م
اور انوکھا نہ ہوتا تو ان کے پاس اس کا علاج' ظاہر ہے کہ موجود ہوتا۔ سلیٹر نے بوڑھے
گھر میں جڑی بوٹیاں اور دوائیں تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔ بلکہ
نے جو کچھ دیکھا تھا وہ لوگوں کے چہروں پر کے وہ جذبات تھے جو صاف پتہ دے رہے
یہ مرض ان کے لئے بالکل نیا تھا اور وہ اس سے خوفزدہ تھے۔

ایک گھنٹہ بعد وہ دونوں بوڑھے کے گھر میں واپس پہنچ چکے تھے۔

اب وہاں عورتیں بھی آگئی تھیں جو مکان کے انتہائی سرے پر بیٹھی ہوئی تھیں
جب بیری اور سلیٹر بوڑھے کو دوا دے رہے تھے تو خوف اور شک سے انہیں دیکھ
تھیں۔ معلوم ہوتا ہے بوڑھے کو دوا بد ذائقہ معلوم نہ ہوئی کیونکہ وہ اسے پی کر بیر
طرف دیکھ کر کمزوری سے مسکرایا۔ سلیٹر اور بیری باہر آئے تو دو آدو آ منتظر کھڑا تھا
انہیں دوسرے گھر میں لے گیا۔ یہاں دو مریض اور تھے۔ ان میں سے ایک کو سلیٹر نے

وہ وہی شخص تھا جس نے پہلے والے چھوٹے جزیرے پر جرمی کا چاقو گھسیٹنے کی کوشش
کی تھی۔ گھر کی فضا غلاظت اور قے کی بو سے بوجھل تھی۔ موت کی سی خاموشی میں انہوں
نے ان مریضوں کو دوائیں دیں۔ سلیٹر نے جب اس سپاہی کو' جسے وہ چھوٹے جزیرے پر
قتل ہار دینے والا تھا' دوا دی تو اس سپاہی کا' ہاتھ خوف سے کانپ رہا تھا اور وہ بمشکل اپنا
پیالہ اٹھا کر ہونٹوں تک لے جاسکتا تھا۔ سلیٹر نے ایک ہاتھ اس کے سر کے پیچھے رکھا اور
دوسرے ہاتھ سے اس کے پیالے والے ہاتھ کو سہارا دیا اور یوں اسے دوا پلائی۔

اس صبح انہوں نے کل دس آدمیوں کا علاج کیا۔

بے حد سرعت سے پھیلتے ہوئے مرض نے سیاہ فاموں کو وحشت زدہ کردیا۔ ایک کے
بعد دوسرا گھر اس کی زد میں آرہا تھا۔ یہ بیماری گھر گھر پہنچ رہی تھی۔ اس نے پورے
جزیرے میں تباہی مچادی اس نے جزیرے والوں کو اس حد تک بد دل اور مایوس کردیا کہ
جو بیمار نہ تھے' ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر بیٹھے تھے کہ بیماری انہیں بھی اپنی آغوش میں
لے لے۔ لوگ ان باغوں کی طرف سے بے پروا ہوگئے تھے جن میں سبزی ترکاریاں اگائی
جاتی تھیں۔ اور وہ گڑھے' جو مچھلیاں پکڑنے کے لئے تھے' خالی نہ کئے گئے۔ مکھیاں گھر کی
دیواروں پر رینگنے لگیں۔ اور پھر لوگ مرنے لگے۔ وہ اپنی ہی غلاظت میں پڑے' بدبودار
گھروں میں' مرنے لگے۔ یا گھر کے باہر بھٹکتے ہوئے گر کر مرجاتے۔
کمزور اور لڑکھڑاتے ہوئے۔ اور جہاں گر کر مرتے وہیں پڑے پڑے سڑنے اور گلنے
لگتے۔

سلیٹر کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ وہ جزیرے والوں کے کھنچے ہوئے بھیانک چہرے دیکھتا
اور ان کی سرخ پھولی ہوئی آنکھیں دیکھتا کیونکہ اکثر کیسوں میں اس وبا کے ساتھ مریض
آشوب چشم میں بھی مبتلا تھے۔ کئی ایک مریضوں کو موت بڑی تکلیف سے آتی تھی۔ ان
کے ہاتھوں اور پیروں کے جوڑ اکڑ جاتے' انہیں ہچکیاں آنے لگتیں' پیٹ میں ایسی مروڑین
اٹھتیں کہ ان کا پورا بدن اینٹھ اینٹھ جاتا اور پھر اسی حالت میں وہ کئی گھنٹوں تک زندہ
رہتے۔ موت نہ آتی۔ وہ تڑپتے رہتے۔ وہ لوگ جو کچھ کہتے سلیٹر سمجھ نہ سکتا یا بہت کم
سمجھتا البتہ وہ جو کچھ کہتے وہ ہذیانی بکواس ہوتی۔

اس وبا میں جزیرے والوں کی جو فطرت ظاہر ہوئی اس نے سفید فاموں کو عموماً اور
سلیٹر کو خصوصاً چونکا دیا کیونکہ وہ دوسرے ملاحوں کی بہ نسبت بیری کے ساتھ گاؤں میں اکثر
آتا جاتا رہتا تھا۔

اس نے ایک بوڑھے کو کسی دوسرے کے پیالے میں تھوکتے دیکھا کہ وہ بھی اس وبا کا

شکار بن جائے۔ "واکاسا بیری" اس نے دیکھا کہ بیمار کو خود اس کے گھر والے ہی گھ
باہر نکال رہے تھے کہ وہ دوسروں کو کھانے کو اس بوڑھے کی طرح وبائی نہ کر دے
نے تندرست لوگوں کے بالوں کو گچھے بنا کر اور انہیں پتوں میں لپیٹ کر درختوں
باندھے جاتے دیکھا کہ یہ بدروح ان تندرست لوگوں پر بھی جن کے یہ بال تھے، حملہ
ہو۔

"واکاڈراوُنیکاوُتاکا" نوکاکا۔ کی رسم بھی عام تھی۔ اس میں یہ ہوتا تھا کہ مرد کے
اور عورت "لیکو" کے سرے کو کسی منتر سے "مرض زدہ" کر دیا جاتا۔ اس منتر سے
والے مرد یا لیکو والی عورت کی موت یقینی تھی الا یہ کہ اس منتر کا اتار کیا جائے۔

سفید فاموں نے اکثر جزیرے والوں کو نہایت ہی خوف کے عالم میں مرتے دیکھا
ان مرنے والوں نے اب تک کسی دوسرے انسان کو قتل نہ کیا تھا چنانچہ "ٹولو" میں
دوسری دنیا میں انہیں غلاظت میں لوٹنا تھا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ چنانچہ یوں ہوا کہ
لوگوں میں ذرا بھی قوت تھی وہ دوسری دنیا کے عذاب سے بچنے کا علاج کرنے چل پڑ
لڑکھڑاتے اور گرتے پڑتے کسی بیمار بچے یا بوڑھی عورت کے پاس جاتے اور گلا گھونٹ
ڈنڈے مار مار کر اس کا خاتمہ کر دیتے۔ اور یوں دوسری دنیا کے عذاب سے اپنے آپ
صرف بچا لیتے بلکہ اس دنیا کی ذلت سے بھی بچ جاتے یعنی "ڈیٹورو" (بزدل) کے خ
سے بھی بچ جاتے۔

وہ بچے، جو خود اپنے لئے غذا تلاش کرنے کی عمر کو نہ پہنچے تھے، جھاڑیوں میں
بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے۔ عورتیں مردہ بچوں کو جنم دے رہی
یا زندوں کو جنم دیتیں تو انہیں دودھ نہ پلاتیں۔ حتیٰ کہ اس درخت کے، جسے سوواڑا
کہتے تھے، پتوں کا عرق بھی ان کے حلق میں نہ ٹپکاتیں حالانکہ جزیرے والوں کا یہ اعتقا
کہ یہ عرق بچے کے پیٹ میں سے وہ خوراک بذریعہ قے نکال دیتا ہے جو اس نے ماں
رحم میں کھائی تھی۔

ان نوزائدہ بچوں کو یونہی ڈال دیا جاتا وہ روتے رہتے یہاں تک کہ ہمیشہ کے
خاموش ہو جاتے۔ سلیٹر نے دیکھا کہ ان نوزائدہ بچوں کی لاشوں کو سور بھنبھوڑ ر
تھے۔

عورتیں وہ جڑی بوٹیاں جمع کر رہی تھیں "جنھیں" وائی نی واکولوٹو" کہتے تھے درا
کے پتے، جڑیں، تنوں کی چھال اور جھاڑیوں کی شاخیں۔ وائی نی واکولوٹو" کے کھانے
ان کے اعتقاد کے مطابق حمل گر جاتا تھا اور رحم میں اگر بچہ مکمل ہو چکا ہو تو وہ بھی

ہوتا تھا۔ وہ "کالا کالا اور لیسوتو" جھاڑی کے خاردار پھولوں کی تلاش میں دلدلوں میں گھس رہی تھیں، ان کے پتوں کا عرق نچوڑ کر پی رہی تھیں، وہ "لیسوتوسی" جھاڑی کے پتے چبا رہی تھیں "ڈرارنا" جھاڑی کی شاخیں چبا رہی تھیں، "بوآبوآوا" درخت کی چھال کو پانی میں بھگو کر پی رہی تھیں اور "ساٹیستی" درخت کے پھل۔ جو عموماً چمگادڑوں اور بڑہ بگلوں کی غذا ہیں، کھا رہی تھیں۔

لیکن حمل گرانے کی یہ ترکیبیں ناکام رہیں تو جزیرے کی عورتوں نے دوسری اور یقینی ترکیب سے اپنے پیٹ کے بچے ضائع کئے۔

"سوگوئے" کی ترکیب سے۔

ایک صبح پو پھٹنے سے کچھ پہلے ہی سلیٹر کی آنکھ کھل گئی۔ گھر میں سخت گرمی تھی اور وہ اپنی چٹائی پر کروٹیں بدلنے لگا اور ایکبار پھر اس نے سوچا کہ آرگو والوں کو اس جزیرے پر روک کر انہیں موت کی طرف لئے جا رہا تھا۔

وہ اٹھا اپنا پستول لیا اور باہر آ گیا۔ ساحل کی ڈھلان کی چوٹی پر اسے دو انسانی سائے نظر آئے۔ یہ کشتی کے پہرے دار تھے۔ پہلے جب بھی اسکی آنکھ کھلی تھی یا اسے نیند نہ آئی تھی وہ ان پہریداروں کے پاس ہی باتیں کر کے وقت گزارنے گیا تھا۔ لیکن اس دفعہ وہ انکے پاس نہ گیا بلکہ ڈھلان کے قدموں میں اور ناریل کے درختوں کے سائے میں چل پڑا ساحل کی دوسری ڈھلان کی طرف اور بے حد خاموشی سے کہ کوئی اس کے پیروں کی چاپ سن نہ سکے۔ ناریک کے پیڑوں تلے اندھیرا تھا اور وہ راستہ تلاش کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جزیرے پر کی مکمل خاموشی اور صبح سے پہلے کی خنکی اسے فرحت بخش رہی تھی۔

وہ گاؤں سے دور جا رہا تھا اور خاصا فاصلہ طے کر چکا تھا کہ اس نے آوازیں سنیں۔ اب وہ بڑی احتیاط سے، پھونک پھونک کر قدم رکھتا، آگے بڑھ رہا تھا۔ اور یکایک وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں ساحل میں ایک گہری دراز تھی۔ یہاں پانی بہت زیادہ اتھلا تھا اور چھوٹی سی کھاڑی میں پھیل گیا تھا۔

اور اب آوازیں صاف اور بلند سنائی دے رہی تھیں۔

یہ عورتوں کی آوازیں تھیں اور ان سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت سی عورتیں ہیں۔ ان کی تیکھی آوازوں اور لہجے کا اتار چڑھاؤ اس خاموشی میں صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔ تاہم یہ وہ آواز تھیں جنہیں قصداً دبایا جا رہا تھا جیسے وہ کوئی راز کی بات کہہ رہی تھیں جیسے اسرار بیان کر رہی تھیں۔ درختوں کے نیچے بچھے ہوئے ریت پر ذرا بھی آواز پیدا کئے بغیر سلیٹر آگے بڑھا۔ اب نیا دن جزیرے کو چھونے لگا تھا۔ پہلے درختوں پر سے اور پھر زمین پر

سے اندھیرے کا پردہ اٹھنے لگا۔ کھاڑی کے قریب پہنچنے سے پہلے وہ زمین پر لیٹ گیا اور سینے کے بل رینگتا ہوا ریت کے ایک ابھار تک پہنچ گیا اور پھر جھانک کر اس کے دو طرف دیکھا۔

اور اس نے صبح کی دھندلی روشنی میں ان عورتوں کو دیکھا۔ وہ تعداد میں تیں قریب تھیں' اب وہ خاموش تھیں اور بوڑھی... عورتوں کے گرد جمع تھیں۔ ان میں ایک بہت زیادہ بوڑھی تھی جس کے استخوانی جسم پر خشک چھاتیوں کے دو جھریوں پڑے چیتھڑے لٹک رہے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ میں کوئی چیز لئے ہوئے تھی لیکن سلیٹر دیکھ نہ سکا وہ کیا چیز تھی۔ وہ ٹخنوں ٹخنوں گہرے پانی میں کھڑی تھیں۔

روشنی میں مزید اضافہ ہوا اور سلیٹر نے دیکھا کہ وہ ساری عورتیں' جو ٹخنوں گہرے میں کھڑی تھیں' جوان تھیں اور سب کو ہی چند مہینوں کا حمل تھا۔ جوان عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور آپس میں کچھ کہنے لگیں۔

دونوں بوڑھی عورتیں گھٹنوں گہرے پانی میں منتظر کھڑی تھیں۔

جو عورت دوسری عورتوں میں سے نکل کر سب سے پہلے آگے بڑھی وہ قبول صورت اور سڈول جسم کی تھی جس کی رانیں بھری بھری اور کمر سیدھی تھی۔ وہ لیک پہنے ہوئے تھی بلکہ مردوں کی طرح اس نے کمر سے کپڑا باندھ رکھا تھا۔ دوسری عورتیں اسے دیکھ لگیں اور سمٹ کر ایک دوسرے کے قریب آگئیں جیسے ایک دوسرے کے جسم کے لمس سے اپنی ڈھارس اور ہمت بندھا رہی ہوں۔

بوڑھی عورتوں کے سامنے پہنچ کر اس جوان عورت نے اپنے دونوں ہاتھ کمر سے بندھے ہوئے کپڑے کی گرہ پر رکھے اور اسے ایک ایسی مروڑی دی کہ گرہ کھل گئی۔ کپڑا اس کی رانوں پر سے نیچے پھسل کر سطح آب پر گر کر تیرنے لگا۔ بوڑھی عورتوں نے کپڑا جس کا ایک سرا جوان عورت کی ران سے لپٹا ہوا تھا' گھسیٹ لیا۔

اب وہ بالکل برہنہ کھڑی تھی۔ اس نے اپنی ٹانگیں پھیلائیں اور آہستہ آہستہ پانی میں اکڑوں بیٹھنے لگی یہاں تک کہ پانی اس کی ناف تک آگیا۔ یوں بیٹھتے وقت وہ اس عورت پر جو زیادہ بوڑھی اور چڑیل جیسی تھی' نظریں جمائے ہوئے تھی۔ بڑھیا چڑیل کے ہاتھ میں سلیٹر اب دیکھ سکتا تھا' ایک پتلی چھری تھی۔ جوان عورت جب پانی میں بیٹھ گئی تو بڑھیا چڑیل اس کے سامنے بیٹھی۔ پہلے ایک گھٹنہ ٹیک کر اور پھر دوسرا گھٹنہ ٹیک کر۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے جوڑ اکڑ گئے تھے اور بڑی دقتوں سے وہ یوں بیٹھنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ پانی بڑھیا کی خشک چھاتیوں تک آرہا تھا۔ بڑھیا نے جوان عورت سے کچھ کہا اور

اپنے دونوں ہاتھ پانی کے اندر ڈال کر اس کی طرف بڑھادیئے۔ لڑکی کا پورا جسم تن گیا' شانے کھنچ گئے اور اس کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

اور اب سلیٹر سمجھ گیا کہ وہ بڑھیا کیا کررہی تھی۔

اس کام میں زیادہ دیر نہ لگی لیکن سلیٹر کو ایسا معلوم ہوا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں اس عرصے میں لڑکی صرف ایک دفعہ چیخی۔ اس کے چہرے میں اس کا کھلا ہوا منہ سلیٹر کو اندھیرا سوراخ سا معلوم ہوا۔ بڑھیا کے شانے ہل رہے تھے اور اس کے بازو پانی میں غرق آگے پیچھے ہل رہے تھے جیسے وہ کوئی چیز آگے پیچھے ڈھکیل رہی یا کسی چیز میں داخل کررہی اور نکال رہی ہو۔ ایک دفعہ۔ جب لڑکی چیخی تھی۔ دوسری بڑھیا' جو لڑکی کا کپڑا پکڑے کھڑی تھی۔ بڑبڑائی اور اس نے سرہلایا تھا۔

اور پھر وہ کام ہوگیا۔

بڑھیا چڑیل بدقت تمام اٹھکر کھڑی ہوگئی۔ چھری اس کے دائیں ہاتھ میں لٹک رہی تھی۔ لڑکی بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے پیٹ کی طرف دیکھنے لگی جو اب ابھرا ہوا نہ تھا۔ دوسری بڑھیا نے کپڑا اس کی طرف بڑھادیا' اس نے کپڑا پکڑا اور اسے اپنے پیچھے پانی پر گھسیٹتی ہوئی کمزور ٹانگوں سے کنارے کی طرف چلی۔ دوسری لڑکیاں اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ ان کے قریب پہنچی لیکن رکے بغیر اور ان کی طرف دیکھے بغیر ان کے قریب سے نکل چلی گئی۔

یہ انتہا تھی۔ توبہ۔ سلیٹر کا معدہ الٹنے لگا اور اسکے بدن میں تھرتھری پڑگئی۔ بچہ گرانے کا یہ طریقہ... "سااوکونے" بہت زیادہ ظالمانہ تھا۔

سلیٹر اب برداشت نہ کرسکا۔ وہ کانپتا ہوا اٹھا' اس کے معدہ بغاوت پر آمادہ تھا۔ سلیٹر چند ثانیوں تک کھڑا اپنے آپ پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا اور جب وہ پلٹ کر وہاں سے جارہا تھا تو دوسری حاملہ عورت بڑھیا چڑیل کی طرف جارہی تھی جو لیسولوسی بھاڑی کی ٹہنی لئے منتظر کھڑی تھی۔

اس دن پھر بارش ہوئی اور جب وہ لوگ اس برستی بارش اور اس میں کام کررہے تھے تو سلیٹر کو یوں محسوس ہوا جیسے جزیرہ انہیں بھینچ رہا ہو۔ چاروں طرف سے سمٹ رہا ہو۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا ڈوبل یا آرگو والوں میں سے کوئی بھی اس طرح محسوس کررہا تھا جس طرح وہ خود محسوس کررہا تھا۔ وہ لوگ آپس میں کوئی بات چیت نہ کررہے تھے۔ جو کچھ کہا جاتا تھا کام کے سلسلے میں کہا جاتا تھا اور وہ بھی بہ وقت ضرورت۔ ان لوگوں پر پانی چڑھ دوڑتا تھا اور بارش اور پسینہ انہیں پریشان کررہا تھا اور لوگوں کے مزاج بگڑے ہوئے تھے اور سلیٹر

نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنے دل میں بیری کے خلاف نفرت کا جذبہ محسوس کیا اور کئی دفعہ
اس غصہ سے وہ بے قابو ہو گیا۔ ان کے پاس کشتی تھی لیکن وہ اسے استعمال نہ کرسکتے تھے
اس جزیرے سے رخصت نہ ہوسکتے تھے جس پر انہوں نے وبا پھیلائی تھی' ان لوگوں سے
دور نہ جاسکتے تھے جو انہیں ختم کردینے والے تھے کیونکہ انہوں نے جزیرے والوں پر عذاب
نازل کیا تھا۔

صبح ڈوئل نے ولکن سن کے ایک تھپڑ رسید کردیا کیونکہ اس نے برما توڑ دیا تھا اور
جب وہ ولکن سن کو گالیاں دے رہا تھا تو سلیٹر نے اس کا غصہ دیکھا اور اس کے دوسرے
سارے تفکرات دور ہو گئے دوسرے تمام خدشات کہیں دبک گئے۔ ڈوئل کے غصے کے
سامنے کسی دوسری چیز کی کوئی حیثیت نہ رہ گئی۔

اور پھر یوں ہوا کہ اس دن جب وہ لوگ دوپہر کا کھانا کھا چکے تو ڈوئل ولکن سن کے
پاس آیا۔ اس کے بشرے پر اداسی اور سنجیدگی تھی۔

"میں نے تمہیں مارا ولکی" ڈوئل نے کہا۔

اس تھپڑ نے ولکن سن کی بائیں آنکھ کے قریب ایک انچ لمبی خراش پیدا کردی تھی۔
اور اب سلیٹر نے ولکن سن کی آنکھوں میں انتہائی خوف دیکھا اور اس نے وہ جذبہ بھی سمجھ
لیا جو ڈوئل کے دل میں اپنا کام کررہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ڈوئل اپنے کئے پر پشیمان تھا
تاہم وہ جانتا تھا کہ ڈوئل اظہار افسوس کرنے کے قابل نہ تھا اور ڈوئل کے منہ سے نکل
گیا۔

"یہ سب اس لعنتی جزیرے کی وجہ سے ہے۔"

بارش تھم گئی تھی اور شام گرم تھی۔ سلیٹر بیری سے قیام گاہوں پر پہرا لگانے کی بات
چیت کرچکا تھا اور اس رات سنتری مقرر کرنے تھے۔ اپنی قیام گاہ پر اور بیری کے پاس جانا
سلیٹر کو بہت مشکل معلوم ہورہا تھا' وہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ بارش کا پانی درختوں کے
پتوں پر سے ٹپک رہا تھا' فضا میں مٹی کی سوندھی بو تھی اور خود اس کا دل مایوسی سے بوجھل
ہورہا تھا۔ اور اب اسے اپنے آپ میں ایک تبدیلی کا احساس ہوچلا تھا۔ اس کے دل سے
بیری کا احترام کم ہوتا جارہا تھا اور وہ خود بیری سے دور ہوتا چلا جارہا تھا۔ اس کا تعلق بیری
سے دم بہ دم ختم ہو رہا تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ قریب ہورہا تھا۔ کس کے قریب؟ ڈوئل
کے؟ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اس نے سوچا۔ لوگوں کے قریب' خدا کے قریب۔ کسی کے بھی
قریب' سوائے بیری کے' حتیٰ کہ لائٹ کے لئے بھی وہ دل میں دوستانہ جذبات محسوس کررہا
تھا حالانکہ وہ جب دیکھو تب دعائیں ہی بڑبڑاتا رہتا تھا اور پاویل کو سنایا کرتا تھا۔ اور پاویل؟

پاویل جو اب موت کی سرحد پر پہنچ چکا تھا پاویل جو زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا تھا
جس کا مایوس اور عذاب میں مبتلا دماغ حقیقت سے ناطہ توڑ چکا تھا' جس کی سانس میں متلی
آمیز بو تھی جیسی کہ گاؤں کی فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور جسے سلیٹر نے اس دن دروازے کی
طرف اس طرح رینگتے دیکھا تھا کہ اس کے پیچھے پتلی غلاظت کی ایک لکیر سی کھنچتی جارہی
تھی۔

"پاویل! مرجاؤ' مرجاؤ پاویل' پروردگار! اس غریب کی مٹی عزیز کر اور اسے تکلیفوں
سے نجات دلا۔ اور میرے رب! اگر تو ہم سب کو زندہ رکھنا چاہتا ہے تو ہمیں اس جزیرے
سے' اس ہرے جہنم سے نکال' سلیٹر نے اتنے خلوص اور ایسے سچے دل سے دعا پہلے کبھی نہ
مانگی تھی۔

"مسٹر!"

سلیٹر ٹھٹھکا' وہ راستے سے ہٹ آیا تھا اور سامنے بیری کھڑا ہوا تھا مکان کے
دروازے کے سامنے۔

"اولیور سلیٹر! اس کے دل نے ایک دم سے کہا۔ اس ساری مصیبت کی جڑ یہ ہے۔
بیری نہ کہ پاویل"۔

"راستے کے سرے پر سے آواز آرہی ہے۔ یہ اسی لڑکی کی آواز ہے۔ سنو؟" بیری نے
کہا۔

اس دفعہ سیاوا کی آواز میں بڑی تاکید تھی۔ سلیٹر اس کے پیچھے ہی پیچھے جنگل میں چھپتے
ہوئے اس رتیلے میدان میں آگیا جہاں ان دونوں نے پہلے "باتیں" کی تھیں۔ وہاں پہنچتے
پہنچتے اس نے لڑکی کو جالیا۔

وہ اپنے دونوں ہاتھ آگے لمبے کر کے اس کے قریب پہنچا اور اب وہ دونوں اتنے
قریب تھے کہ ان کے جسم ایک دوسرے سے چھو رہے تھے اور پھر اس نے سیاوا کو اپنی
طرف کھینچا اور ایسا کرتے ہوئے اس نے کراہت نہیں بلکہ ایک طرح کا بے اختیار کردینے
والا جذبہ محسوس کیا۔ سیاوا کا سر اس کے سینے پر ٹک گیا اور اس نے لڑکی کے گداز جسم کا
دباؤ اپنے جسم پر محسوس کیا۔ وہ سیاوا کے دل کو دھڑکتے محسوس کررہا تھا۔ وہ اس کی چھاتیوں
کی سخت گولائیاں اپنے سینے پر محسوس کررہا تھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی یہ سلیٹر نہ سمجھا البتہ وہ
شیریں آواز میں بغیر رکے کچھ کہہ رہی تھی جیسے کوئی پرندہ چہچہا رہا ہو۔ سلیٹر نے آہستہ سے
اس کا سر اوپر اٹھایا' اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لایا اور پھر اسکے ہونٹ سیاوا کے
ہونٹوں کو تلاش کرنے لگے۔

لیکن سیاوا نے اپنا منہ ہٹا لیا اور سلیٹر کو آہستہ سے پیچھے دھکیل دیا۔ پھر اس کے ہاتھ سلیٹر کے شانوں پر سے ہٹ گئے اور وہ خود کے بازوؤں میں سے پھسل کر ریت پر بیٹھ گئی۔ چند ثانیوں تک وہ دونوں اسی حالت میں رہے۔ وہ نیچے بیٹھی سر اٹھائے اس کی طرف اور وہ کھڑا سر جھکائے سیاوا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور پھر سیاوا نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

دن کی آخری روشنی میں وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ایک دوسرے کو سمجھانے اور سمجھنے کی کوشش کررہے تھے' لکیریں کھینچ رہے تھے' خاکے بنا رہے تھے اور سمجھنے کی دیوانہ وار کوشش کررہے تھے کیونکہ اب سلیٹر نے سیاوا کی شدید سنجیدگی سے معاملے کی نزاکت کو محسوس کرلیا تھا۔

اس نے یہ تو دیکھا کہ سیاوا اسے کسی دیوتا یا دیوتا کے سر سے متعارف کروا رہی تھی۔ اس نے جو خاکا بنایا تھا وہ یوں تھا کہ لوگ کسی چیز کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس معاملے میں ایک پجاری شامل تھا اور سیاوا نے اسے پجاری کا مقامی لفظ سکھایا۔ سیاوا نے آسمان کی طرف دیکھا اور جب پہلا ستارہ .... نمودار ہوا تو اس نے اس کی طرف اشارہ کیا اور پھر ریت پر پانچ نوکوں والے ایک ستارے کی تصویر بنا کر اس کے پیچھے ایک لمبی لکیر کھینچ دی۔ سلیٹر نے غور سے دیکھا اور یہ سمجھنے میں کامیاب ہوگیا کہ یہ لکیر ستارے کی دم تھی۔ وہ دم دار تارا بنانے کی کوشش کررہی تھی۔ لیکن کسی نے ایسا تارہ نہ دیکھا تھا۔ کم سے کم اس نے نہ دیکھا تھا اور اگر آرگو والوں میں سے کسی نے دیکھا تھا تو اس سے کیوں نہ کہا؟

بہرحال سیاوا کا مطلب دم دار تارے سے ہی تھا کیونکہ جب خود اس نے چھڑی لے کر دم دار تارے کی تصویر اپنے طور پر بنائی تو سیاوا نے اس بات میں سر ہلایا اور اس کی آنکھوں میں چمک آگئی کیونکہ اس نے دیکھا کہ سلیٹر نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ ایکبار پھر وہ اس علامت کی طرف متوجہ ہوئی جو اس نے بنائی تھی اور وہ لفظ کہا جو اس نے پجاری کے لئے استعمال کیا تھا اور سلیٹر کو بھی سکھایا تھا۔

اب اس نے اپنے دونوں ہاتھ حلق پر رکھے' اسے دبانے کی نقل کی' اپنا منہ کھولا اور دیدے گھمائے جیسے حقیقت میں اس کا دم گھٹ رہا ہو۔ سلیٹر نے سمجھ لیا کہ وہ گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کا ذکر کررہی تھی۔ سیاوا نے جب دیکھا کہ سلیٹر نے اسکا مطلب سمجھ لیا ہے تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی اٹھا اور اسے آغوش میں لینے کے لئے اپنے بازو پھیلا دیئے لیکن وہ اس کی آغوش میں سے نکل گئی' بھاگ کر میدان کے کنارے پر پہنچی اور جنگل میں گھس کر غائب ہوگئی۔

"میں تو صرف اتنا کہہ سکتا ہوں مسٹر سلیٹر" کپتان بیری نے کہا "کہ اگر وہ دم دار تارا تھا' اور اس میں مجھے شک ہے' تو پھر وہ زیادہ دیر تک نمایاں نہ رہا ہوگا ورنہ ہم میں سے کسی نہ کسی کو ضرور دکھائی دیا ہوتا کیا کہا تم نے کہ وہ جنوبی افق پر تھا۔

"وہ جنوب کی سمت ہی اشارے کرتی رہی تھی۔"

"تو پھر پہرے داروں کو کیوں نظر نہ آیا۔ ایں؟"

"یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ شاید وہ سو گئے ہوں۔ لیکن اہم بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ہمیں پجاری کی طرف سے خطرہ ہے۔"

"بٹے" اس نے پجاری کو کہا ہے۔ وہ اب بھی مریضوں کی تصویریں بنا رہی اور انہیں ہمارے ساتھ جوڑ رہی ہے۔ یعنی ہم ہیں اس کا باعث' اور یہ دم دار تارا اونٹ کی کمر پر آخری تنکا یا اس معاملے کا نکتہ عروج ہے۔ یہ اشارہ ہے اس کا کہ اس سے پہلے کہ ہم مزید شرارت کریں ہمارا خاتمہ کردیا جائے۔"

"سلیٹر! تم پاگل ہوگئے ہو کہ ایسی اوٹ پٹانگ باتوں پر یقین کرلیتے ہو۔" بیری نے کہا اور ایک عجیب' مصنوعی ہنسی ہنسا" مجھے یقین نہیں آتا بلکہ میرے لئے شرم کی بات ہے کہ میرا نائب کپتان ایسی بے سروپا باتوں پر یقین کررہا ہے۔ مسٹر سلیٹر! اگر تم یہ یقین کررہے ہو کہ دم دار تارا ان سے کہہ رہا ہے کہ اٹھو اور سفید فاموں کا خاتمہ کردو۔ تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تم اپنے حواس میں نہیں رہے۔"

سلیٹر نے سمجھ لیا کہ بیری سے بحث کرنا فضول ہے۔ بیری نے خطرے سے خبردار رہنے کی اطلاع کو قبول نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا بلکہ وہ یہ کررہا تھا کہ اس کا مذاق اڑا کر خطرے کے ثبوت کو جھٹلا رہا تھا۔"

رات کافی گزر چکی تھی جب انہیں دم دار تارا دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے ابھرا اور ستاروں کے جھرمٹ میں سے نکل کر جنوبی آسمان پر چھا گیا۔ سلیٹر نے اسے دیکھا اور پھر اندر آکر اپنی چٹائی پر لیٹ گیا لیکن سو نہ سکا۔ اس کی جلد سے اور اس کی قمیض سے سیاوا کے جسم کی بو اور صندل کی خوشبو لپٹی ہوئی تھی اور یہ دونوں چیزیں اسے پریشان کررہی تھیں۔ اس کے دل میں ہلچل مچا رہی تھیں۔

گیارھواں باب

اس رات اگر بیری نے چپکے سے کشتی میں سامان لاو دیا ہوتا' اگر وہ اپنے آدمیوں کو راتوں رات ساحل پر لے آیا ہوتا' اگر پو پھٹنے سے کچھ ہی پہلے اس نے کشتی سمندر میں ڈال دی ہوتی اور اگر... سورج کی پہلی کرن کے ساتھ مونگے کی چٹانوں کے اس پار نکل گیا ہوتا اور ساتھ ہی گھومنے والی توپ کا اور ہر ملاح کی بندوق کا رخ جزیرے کے ساحل کی طرف کردیا ہوتا' اگر اس نے سمندر کے خطرات سے ٹکر لینے کا فیصلہ کرلیا ہوتا' اگر اس نے کسی دوسرے جزیرے پر کشتی مکمل کرلینے کا ارادہ کرلیا ہوتا یا اگر وہ نامکمل کشتی میں ہی روانہ ہوگیا ہوتا تو وہ نہ ہوتا جو ہوا اور ان کے بچ جانے کی امید بندھ جاتی لیکن اس نے ایسی کوئی بات نہ کی بلکہ مکمل کشتی میں روانہ ہونے پر باضد رہا اور اسی ضد میں اس نے دوسرے دن سلیٹر کو مطلع کیا کہ وہ اور تین دن جزیرے پر ٹھہریں گے تاکہ تب تک سب سے پچھلے مستول کا نچلا مربع بادبان تیار ہوجائے۔ اس نے کہا (درمیانی مستول لگائے جانے کے لئے تیار تھا) اور عرشے کی درازیں بند کردی جائیں۔

ایک بار پھر دن طلوع ہوا۔ گرم اور کڑک گرج والا۔ بادلوں کے دل کے اور بند ہوا والا دن جس کی فضا میں ایسا امس تھا کہ ذرا سا کام کرنے سے آدمی پسینے میں نہا جاتا تھا۔

گاؤں اب' ایسا معلوم ہوتا تھا' موت کا اور سڑاند کا عادی ہو چکا تھا۔ گاؤں پر اداس اندھیرا چھایا ہوتا' گھروں میں جیسے ٹھوس بدبو ہوتی جو ان لوگوں کے جسموں سے چمٹ جاتی جو اندر داخل ہوتے چنانچہ جب بھی بیری اور سلیٹر مریضوں کو دوائیں پلا کر لوٹتے تو پہلے سیدھے سمندر کا رخ کرتے کہ نہادھو کر اس بدبو سے چھٹکارا حاصل کریں۔

اس صبح' جس کا ذکر ہورہا ہے' جب وہ ایک بڑے گھر میں داخل... ہوئے تو اس کے اندھیرے میں سے ایک دبی ہوئی چیخ ابھری۔ یہ ایک جوان عورت تھی۔ وہ چت لیٹی ہوئی تھی ہاتھ کے سرہانے ایک مرد بیٹھا ہوا تھا جس نے عورت کے شانے دبا رکھے تھے دوسرا مرد اس کے اوپر اوندھا لیٹا ہوا تھا تقریباً لب بہ لب اور سینہ بہ سینہ۔ عورت کی عمر پچیس برس سے زیادہ نہ تھی اور اس کا جسم بھرا بھرا' تقریباً موٹا تھا اور وہ تندرست معلوم ہوتی تھی۔ اس کی ٹانگیں مڑی ہوئی تھیں اس طرح کہ گھٹنے اس مرد کے کولھوں کے پیچھے اوپر اٹھے ہوئے تھے جو اس کے اوپر تھا۔ بیری اور سلیٹر اس کے قریب آئے تو اس نے ان کی طرف دیکھا لیکن اس نے کسی حرکت سے یا اشارے سے ظاہر نہ کیا کہ وہ ان کی مدد چاہتی

ہے۔ دونوں مردوں نے بھی ان کی طرف دیکھا' اس مرد نے' جو عورت کے اوپر تھا' سرہانے بیٹھے ہوئے مرد سے کچھ کہا۔ اس پر سرہانے بیٹھے ہوئے مرد نے عورت کے شانوں پر اپنے جسم کا پورا بوجھ ڈال دیا اور یوں اسے دبائے رکھا۔ وہ مرد' جو عورت پر تھا' آگے کی طرف جھک گیا' اس کی کلائیاں عورت کی بڑی بڑی چھاتیوں پر ٹک گئیں اور اس کے پنجوں نے عورت کا گلا پکڑلیا۔

بیری کے منہ سے ایک چیخ سی نکلی۔

"میرے خدا! اولیور! یہ لوگ اس عورت کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ لڑکی کا منہ کھل گیا' اس کے ہونٹ پھولنے لگے' زبان باہر نکل آئی اور آنکھیں پھٹ گئیں اور اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آواز نکلی۔

بیری پلٹا اور سلیٹر کو ایک طرف دھکیلتا ہوا باہر نکل گیا۔

لڑکی کا جسم چند جھٹکوں کے بعد ساکت ہوگیا تو اس کے اوپر لیٹا ہوا مرد اس پر سے اتر آیا اور لڑکی کی گردن میں پڑی ہوئی اور ایک گول موٹی سے چیز میں پروئی ہوئی ڈوری اس نے کھینچ لی۔ اب وہ سلیٹر کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اس کی اس مسکراہٹ میں خوف بھی تھا اور گستاخی بھی۔ سفید فام ناخوش معلوم ہوتا تھا۔ ہوا کرے۔ گلا گھونٹنے والے نے اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا۔

بے حد شریفانہ کام کیا تھا اس نے۔ کیونکہ یہ سردار کی ان ستائیس بیویوں میں سے تھی جو پہلے مری تھیں۔ ان میں نو اس کے علیل ہونے سے پہلے ٹھکانے لگادی گئی تھیں اور دوسری اٹھارہ بیویوں کو بعد میں اس کے پاس بھیج دیا گیا تھا کہ وہ "بولو" میں سردار کی دل بستگی کا سامان بنیں۔ بے شک گلا گھونٹنے والے نے بڑی عزت کا کام کیا۔

سلیٹر باہر آیا تو وہاں بیری بدحواس کھڑا تھا' چاروں طرف دیکھ کر آپ ہی آپ بڑ بڑا رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں دحشت تھی۔

"اولیور! یہ لوگ دوزخی ہیں لیکن دوزخ بھی انہیں قبول نہ کریگی۔ اب ہماری باری ہے۔ اب ہمارے گلے گھونٹے جائیں گے۔ پادیل۔ وہ بیمار ہے اور۔ اور۔ اس کا دھیان رکھنا کیا پتہ یہ دوزخی لوگ اس کا خاتمہ کردیں۔ ہاں۔ ان لعنتی لوگوں سے کچھ بعید نہیں۔

اور پھر وہ آرگو کے متعلق بکنے لگا کہ کس قدر خوبصورت جہاز ہے وہ اور یہ کہ وہ لوگ جلد ہی اس میں سوار ہوکر روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن سلیٹر کچھ سن نہ رہا تھا۔ وہ راستہ بھول کر اندرون گاؤں کے کنارے پر پہنچ کر سمندر کی طرف مڑ چکے تھے۔ بیری اب خاموش تھا اور سر جھکائے جیسے کسی سوچ میں غرق چل رہا تھا۔ ان کے دائیں طرف سے

اور کہیں آگے سے بہت سی آوازیں آرہی تھیں اور جب اس جگہ کے قریب پہنچے تو سیلٹر نے دو مکانوں کے درمیان سے' جو کوئی پچاس ساٹھ گز دور تھے' ایک آدمی کو بھاگ کر نکلتے دیکھا۔ وہ جنگل میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ انہوں نے چیخیں سنیں جن میں ایک عورت کی آواز بھی تھی اور پھر مردانی آواز۔

لیکن یہ تیز بدبو تھی جس نے قدم روک دیئے۔ بیری نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا سر اوپر اٹھایا اور اپنی نیم حقیقی اور نیم خواب کی دنیا میں سے بھیانک حقیقی دنیا میں آگیا۔ سیلٹر اپنی قے روکنے کی دیوانہ وار کوشش کر رہا تھا۔

اس نے دائیں طرف دیکھا تو اسے درختوں کے درمیان کچھ لوگ چلتے پھرتے نظر آئے۔ لیکن وہ کیا کر رہے تھے یہ وہ ٹھیک سے نہ دیکھ سکا کیونکہ درخت اور جھاڑیاں بیچ میں حائل تھیں اور پھر دوسری چیخیں بلند ہوئیں اور ساتھ ہی رحم طلب التجا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" بیری نے تقریباً رونی آواز میں پوچھا۔

"تم یہیں ٹھہرو کپتان۔ میں دیکھتا ہوں جاکر۔

"نہیں اولیور! ان سوروں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

لیکن سیلٹر آگے بڑھ چکا تھا۔

چند آدمی کھڈ کے قریب کچھ جدوجہد کر رہے تھے۔ ان میں کے زیادہ تر مرد تھے صرف چھ یا سات عورتیں تھیں۔ کھڈ کے کنارے کے قریب تین مردوں نے ایک ادھیڑ عمر کی عورت کو پکڑ رکھا تھا اور اسے کھڈ کی طرف دھکیل اور گھسیٹ رہے تھے۔ وہ چیخ رہی تھی اور ہاتھوں اور پیروں کے پنجوں سے زمین پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک مرد اس کے کولھوں پر اپنا ایک پیر رکھے اسے دھکیل رہا تھا۔ سیلٹر قریب پہنچا تو ایک لڑکی' جو بالکل برہنہ تھی اور تقریباً بچی تھی' کھڈ میں سے نکل کر کنارے پر رینگ آئی۔ پہلے اس نے اپنے سر ابھارا اور کھڈ کے کنارے پکڑ کر اپنا دھڑ اوپر گھسیٹ لیا۔ ایک لمحے تک وہ چاروں طرف دیکھتی رہی اور پھر خوف سے کچھ بڑبڑاتی ہوئی وہ کھڈ کے کنارے پر آئی اور بیٹھ گئی۔

وہ اسقدر کمزور ہو رہی تھی کہ آگے نہ بڑھ سکتی تھی۔

دماغ الٹ دینے والی بدبو اس کھڈ سے اٹھ رہی تھی۔

اور یہ کھڈ۔ کھلی ہوئی قبر تھی۔

بیری نے چیخ کر کچھ کہا اور کچھ مبہم الفاظ بڑبڑاتا لڑکھڑاتی ٹانگوں سے آگے بڑھا۔ اس مرد نے' جو ادھیڑ عمر کی عورت کو دھکیل رہا تھا' اسے دیکھا اور چیخ کر دوسروں کو مطلع کیا۔

دوسرے بھی بیری کی طرف دیکھنے لگے اور اس عورت نے بھی' جو لفظ بار بار دہرا رہی

تھی' اسے دیکھا اور چونکہ مردوں نے اسے چھوڑ دیا تھا وہ بیری کی طرف رینگنے لگی۔ لیکن ایک مرد نے لپک کر اسے پکڑلیا اور چونکہ بیری بدستور آگے بڑھ رہا تھا اس مرد نے چیخ کر کچھ کہا' دوسرے مردوں کو ادھر ادھر دھکیلا اور عورت کو ایکدم سے اٹھا کر کھڈ کی طرف پھینک دیا۔ چیختی ہوئی عورت کھڈ کے کنارے پر کے مٹی کے ڈھیر پر گری اور بے سدھ پڑی رہی۔ اسے پھینکنے والا مرد ایکدم سے آگے بڑھا اور اپنے ایک پیر سے عورت کو کھڈ میں لڑھکا دیا۔ پھر وہ خود کھڈ میں اس عورت پر کودا اور اب اس پر کھڑا کھڈ کے کنارے پر سے بیری اور سیلٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہی کنارے پر بیٹھی ہوئی لڑکی کے جسم میں ایکدم سے قوت آگئی اور وہ کھڈ سے دور ہٹنے لگی اسے کھڈ کے قریب سے ہٹتے دیکھ کر ایک مرد اس کی طرف لپکا اور ادھر سے سیلٹر اس پر جھپٹا اور عین کھڈ کے کنارے پر دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ وہ دونوں قبر کے کنارے پر ڈولتے رہے اور پھر سیلٹر اپنا توازن برقرار کرنے میں کامیاب ہوگیا اور ایک ہاتھ سے جزیرے والے کا سر پیچھے دھکیل کر دوسرے ہاتھ سے ہتھیلی کے پہلو کی ایک زبردست ضرب اس کے حلق پر لگائی۔ جزیرے والے نے سیلٹر کو چھوڑ دیا اور اس ضرب کی تاب نہ لاکر دوسری طرف گھوم گیا۔ مارے خوف کے اسکی آنکھیں پھٹ گئیں۔ سیلٹر نے جلدی سے پستول گھسیٹ کر اسکے دستے کی ضرب جزیرے والے کی کنپٹی پر لگائی۔ وہ لڑکھڑاکر قبر میں گرا اور سیلٹر دوسرے آدمی کی طرف اور پھر تیسرے کی طرف گھوم گیا۔ وہ دھڑادھڑ ان کی کنپٹیوں پر پستول کے دستے مار رہا تھا۔

اس عرصے میں بیری پستول گھسیٹ کر فیر کرچکا تھا اور اب وہ خالی پستول سے جزیرے والوں کے سروں پر میکانکی طور پر ضربیں لگا رہا تھا جو خوف سے چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

ایک لمحہ بعد وہاں کوئی نہ تھا سوائے ایک بڑھیا کے جس کے پیر ٹخنوں پر سے آپس میں بندھے ہوئے تھے اور جو قبر کے دوسرے کنارے پر پڑی ہوئی تھی۔ سیلٹر نے اس کے قریب بیٹھ کر وہ رسی کاٹ دی جس سے اس کے پیر بندھے ہوئے تھے۔ بڑھیا چل نہ سکتی تھی' رینگ سکتی تھی چنانچہ بغیر کچھ کہے وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل'.... چوپایوں کی طرح' چل پڑی۔ اس کی خشک چھاتیاں لٹک رہی تھیں اور اس کی مرجھائی ہوئی کھال کے نیچے والوں کی ہڈیاں ہلتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

سیلٹر قبر کے کنارے پہنچا اور جھک کر اندر دیکھا۔ قبر پندرہ فٹ لمبی تھی لیکن نہ تو اتنی چوڑی تھی اور نہ ہی گہری۔ وہ نصف کے قریب سڑتی ہوئی لاشوں سے بھری ہوئی تھی۔

اس کے انتہائی کنارے پر وہ آدمی پڑا ہوا تھا جسے سلیٹر نے ضرب لگا کر گرا دیا تھا۔ اوندھے منہ پڑا ہوا تھا اور مرچکا تھا۔ بیری لڑکھڑاتی ٹانگوں سے سلیٹر کے قریب آیا اور ا پر گر پڑا۔

سلیٹر اسے سہارا دے کر پگڈنڈی پر لے آیا اور چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ لائٹ ا ولکن سن بھاگتے ہوئے آئے۔ ولکن سن' لائٹ اور جرمی قیام گاہ میں تھے کہ انہوں ۔ بیری کے پستول کا دھماکا سنا۔ انہوں نے جرمی کو ڈوئل اور دوسرے ساتھیوں کو بلانے ۔ لئے ساحل کی طرف دوڑا دیا اور خود مسلح ہو کر اس طرف بھاگے آئے۔

سلیٹر' لائٹ اور ولکن سن مل کر بیری کو ملاحوں کی قیام گاہ پر لے آئے اور سلیٹر۔ اس جنگ کی تفصیلات خوب نمک مرچ لگا کر اور بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کیں اور ک کہ کپتان نے کس بہادری سے اس سپاہی کو اٹھا پھینکا تھا جس نے اس پر حملہ کیا تھا۔ او اپنے اس جھوٹ کی وجہ سے اس نے یہ ثابت کردیا کہ کپتان پر جو غشی کی سی حالت طار تھی تو بے وجہ نہ تھی بلکہ اس کی اس زبردست زور آزمائی کا رد عمل تھا جو اس نے ام وحشی کے ساتھ کی تھی۔ ملاحوں نے بوڑھے کپتان کی بہادری کی تعریف کی اور احترام ؟ نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگے لیکن جب سلیٹر بیری کی بہادری کا جھوٹا افسانہ بیان کر ر تھا تو ڈوئل عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور سلیٹر یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا ک ڈوئل اس کی باتوں کا شاید یقین نہیں کر رہا ہے۔

اس رات پاویل کی حالت تولہ ماشہ رہی۔ وہ سمندر اور اپنے باپ کے متعلق اور اس "سوزاک زدہ" جج کے متعلق الٹی سیدھی... باتیں بکتا رہا جس نے اسے نیو ساؤتھ ویلس م منتقل کر کے اس کی زندگی برباد کر دی تھی۔ ڈوئل کا مزاج بگڑا ہوا تھا۔ وہ خاموش تھا۔ اس کے سینے میں خطرناک اور وحشیانہ طوفان اٹھ رہے تھے چنانچہ ملاحوں کو اس سے دور ر رہنے میں اپنی خیریت نظر آئی۔ بیری ہر چند کہ سنبھل چکا تھا لیکن کچھ پریشان اور بد حواس سا معلوم ہوتا تھا۔

چنانچہ سلیٹر اسے قیام گاہ پر' جوان دونوں کے لئے مخصوص تھی' لے آیا۔

وہ دونوں رات کا کھانا کھا چکے تو بیری پلیٹ فارم پر چڑھ کر لیٹ گیا۔ سلیٹر اسے الکحل اور افیون کا مرکب دینے جا ہی رہا تھا کہ پارکون بھاگتا ہوا آیا۔ وہ بیری کو پکار رہا تھا۔ پارکون کے ہاتھ میں بندوق تھی اور اس کے پیچھے لیڈ بیٹر تھا جس کی آج پہرہ دینے کی باری تھی۔

"لائٹ صاحب" پارکون نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا "وہ واپس نہیں آیا"۔

"کیا بات ہے۔ ایں؟ کون ہے مسٹر یہ؟" بیری نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"پارکون ہے کپتان" سلیٹر نے جواب دیا "کہتا ہے کہ لائٹ واپس نہیں آیا"۔

"واپس نہیں آیا؟ کیا مطلب؟" بیری پلیٹ فارم سے اتر کر دروازے میں آ گیا' کہاں گیا ہے وہ؟"۔

"کھانا لینے گیا تھا وہ پارکون؟" سلیٹر نے پوچھا۔

"ہاں صاب۔ ہمیشہ کی طرح کشتی کے پہرے داروں کے لئے لیکن وہ واپس نہ آیا اور جب مسٹر ڈوئل نے اس کی خبر لانے کے لئے آدمی بھیجا ساحل پر تو پائن اور ہاکن نے کہا کہ انہوں نے لائٹ کو دیکھا تک نہیں۔

اور جب وہ ملاحوں کی قیام گاہ کی طرف جا رہے تھے تو سلیٹر نا امید تھا۔ اسے امید نہ تھی کہ اب وہ لائٹ کو زندہ دیکھ سکیں گے تاہم تلاش ضروری تھی حالانکہ اس کے نتیجہ میں ملاح خوفزدہ ہو سکتے تھے۔ اس تلاش کی راہبری اگر بیری نے کی تو شاید اس نئی فکر سے اسکا دماغ الٹ جائے گا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ڈوئل وہ کر گزرے گا جس کا منصوبہ وہ گھڑ رہا تھا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سلیٹر نے سوچا۔ کہ ڈوئل بغاوت کیوں کرنا چاہتا ہے۔ کوئی خاص اور ٹھوس وجہ ہوگی۔ اور اگر ملاح اسکا ساتھ دینے کا ہی فیصلہ کرلیں گے۔ کیونکہ جزیرے والے حملے کی تیاریاں کر رہے تھے اور کشتی روانگی کے لئے تقریباً تیار تھی۔

وہ بھی آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ ڈوئل نے کہا۔

"اس سور نے اسے پکڑ لیا ہے"۔

"اس کی تلاش میں تم نے کس کو بھیجا تھا ساحل کی طرف" بیری نے پوچھا۔

"ولکن سن کو"۔

"اس نے اسے وہاں اور آس پاس اچھی طرح سے دیکھا؟"۔

"میرے پاس لالٹین نہ تھی کپتان" ولکن سن نے ڈوئل کے پیچھے سے نکل کر آگے آتے ہوئے کہا۔

"اگر تم مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو یہی کہوں گا کہ اس پر فاتحہ پڑھ لو۔ ڈوئل نے کہا۔

"میں نے تم سے نہیں پوچھا ڈوئل" بیری نے بڑے وقار سے کہا اور پھر سلیٹر کی طرف گھوم گیا۔

"ہم اسے تلاش کریں گے مسٹر۔ ایک بات اور' اب ہم اس مکان میں الگ نہ رہیں گے۔ مسٹر ڈوئل! دو تین آدمیوں کو لے کر جاؤ اور ہمارا سارا سامان یہاں لے آؤ اور سامان کے ساتھ رکھ دو"۔

سلیٹر حیرت سے بیری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کپتان کئی دنوں کے بعد آج پہلی دفعہ پوری

طرح اپنے حواس میں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کی اس تبدیلی سے وہ خوش نہ تھا بلکہ متفکر تھا۔

کیا پتہ یہ آخری سنبھالا ہو۔

"اچھا مسٹر سلیٹر! چلو" بیری نے کہا "پارکون! لالٹین مجھے دو اور مورگنی! تم! بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ لوگ آدھا راستہ طے کر چکے تھے کہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں لائٹ کو گھات لگا کر پکڑا گیا تھا۔ یہاں جدوجہد کی علامتیں نمایاں تھیں۔ راستے کے کنارے پر کپڑے کی چند دھجیاں پڑی ہوئی تھیں، گھاس ایک جگہ سے ہٹی ہوئی تھی جیسے دیر تک اس پر بوجھ رکھ کر اسے دبا دیا گیا ہو اور گاؤں کی طرف کے درختوں کی چند ٹہنیاں ٹوٹ کر لٹک گئی تھیں۔

"خون وغیرہ تو نہیں ہے" پارکون نے کہا۔

"لالٹین کی اندھی روشنی میں خون کے دھبوں کا نظر آنا مشکل ہے"۔

بیری نے کہا، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خون نہیں بہایا گیا۔

"درختوں کی ٹوٹی ہوئی ٹہنیوں سے یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں کہ وہ کس طرف گئے ہیں" مورگنی نے کہا "گاؤں کی طرف"۔

"ہاں یار۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ سالے تعداد میں زیادہ ہوں گے" پارکون نے کہا۔"

"اچھا ساتھیو! میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

اور لالٹین والا ہاتھ اوپر اٹھا کر بیری پگڈنڈی چھوڑ کر جھاڑیوں اور درختوں میں گھس پڑا۔

وہ زیادہ دور نہ گئے تھے کہ بیری ایک درخت کی ابھری ہوئی جڑ سے ٹھوکر کھا کر گرا، لالٹین اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور گری اور بجھ گئی۔ سلیٹر نے لپک کر بیری کو اس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اٹھایا۔

"اس کی ایسی کی تیسی" بیری نے پنڈلی کے اگلے حصے کو سہلاتے ہوئے کہا "لالٹین کی روشنی نے میری نظر خیرہ کردی۔"

"چوٹ تو نہیں آئی؟" سلیٹر نے پوچھا۔ وہ اب بھی بیری کو تھامے ہوئے تھا۔

"آئی ہے پنڈلی کی ہڈی میں۔"

"پارکون! سلیٹر نے کہا "لالٹین تلاش کرو" خدا کرے مل جائے۔"

"اور خدا کرے کہ ٹوٹی نہ ہو" بیری نے کہا۔"

لیکن وہ ٹوٹی نہ تھی۔ ایک منٹ بعد ہی وہ پارکون کو مل گئی۔

"دراڑ پڑ گئی ہے اور تھوڑا سا تیل نکل کر بہہ گیا ہے" پارکون نے لالٹین اٹھاتے ہوئے کہا۔"

اور وہ جب آگے چلے تو سلیٹر نے دیکھا کہ بیری لنگڑا رہا ہے۔"

گاؤں خالی خالی سا معلوم ہوتا تھا۔ صرف چند گھروں میں روشنی نظر آرہی تھی اور دہشت ناک سکون چاروں طرف طاری تھا۔

"یہاں کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے" مورگنی نے کہا۔

بیری چلتے چلتے رک گیا وہ یہ فیصلہ نہ کر سکتا تھا کہ کس طرف جانا چاہیے۔

"تمہارے خیال میں وہ لائٹ کو کہاں لے گئے ہوں گے؟" بیری نے پوچھا "آویلا کے گھر؟"۔

"شاید مندر میں۔"

"اگر اس میں بے چاری کا ہاتھ ہے تو پھر وہ اسے مندر میں ہی لے گئے ہوں گے" سلیٹر نے کہا۔ اس نے بیری کو یہ یاد دلانا ضروری نہ سمجھا کہ سیاوا سے اس کی کیا گفتگو ہوئی تھی۔

"اگر ہم بائیں طرف مڑ کر چلے تو آویلا کے گھر جاتے ہوئے مندر راستے میں پڑے گا۔"

"کس طرف مسٹر؟۔"

"بائیں طرف۔ سلیٹر نے سرگوشی میں کہا۔

"اس گاؤں کے راستوں سے، معلوم ہوتا ہے، تم مجھ سے زیادہ واقف ہو۔ چنانچہ مناسب ہوگا کہ اب تم آگے چلو" بیری کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

چاند طلوع ہورہا تھا اور بے بادلوں کے آسمان میں تارے پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ سلیٹر آگے چل رہا تھا اور اس کے ساتھی چند فٹ پیچھے آرہے تھے وہ خاموشی سے مکانوں کے بیچ کی گلیاں عبور کررہے تھے۔ سلیٹر "رارا" کی طرف جارہا تھا جہاں "بورے کولو" کو دیکھ کر وہ سمت معلوم کرکے آویلا کے گھر کی طرف بڑھ سکتا تھا۔ گاؤں کے بطن میں پہنچے تو وہاں اور زیادہ خاموشی تھی اور دلوں پر کچھ زیادہ ہی خوف طاری ہو رہا تھا۔ اگر پتا بھی کھڑکتا تو وہ ٹھٹھک کر اپنی بندوق سیدھی کرلیتے چند گھروں میں سے بڑبڑانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سلیٹر نے سمجھ لیا کہ یہ مریض تھے جن پر ہذیانی کیفیت طاری تھی۔ گاؤں میں پھیلی ہوئی بدبو مورگنی اور پارکون کے معدے الٹ رہی تھی۔

اب وہ لوگ "رارا" کے قریب پہنچ رہے تھے اور مکانوں کے درمیان اس کا
میدان دیکھ سکتے تھے۔ سلیٹر رک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بائیں طرف سے آگے بڑھنا منا
ہوگا یا دائیں طرف سمندر کے قریب سے۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کرپایا تھا کہ اس مکا
سے' جو ان کے عین سامنے اور کوئی سوفٹ دور تھا' ایک آواز آئی۔ آواز ایسی تھی جیسے
کوئی گرا ہو۔ ایک لمحہ بعد ہی دوسری آواز سنائی دی جو پہلی سے زیادہ بلند تھی۔ اس
فوراً بعد ہی ایک سرگوشی ابھری جس میں تحکمانہ اصرار تھا۔ ان سب نے یہ آواز سنی
سلیٹر کا اشارہ پاتے ہی وہ سب کے سب اسی جگہ گھاس پر اوندھے منہ لیٹ گئے۔"

بیری رینگ کر اس کے قریب آیا۔

"کیا ہو سکتا ہے یہ اولیور" اس نے سرگوشی میں پوچھا" تمہارے خیال میں انہوں
لائٹ کو یہاں رکھا ہے؟۔"

"پتہ نہیں" سلیٹر نے بے چینی کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا" اگر لائٹ
اس گھر میں ہے تو پھر دوسرے بھی اس کے ساتھ ہیں اور یقیناً وہ لوگ نہتے نہ ہوں گے بہ
ہو گا کہ ہم مکان کے کناروں کی طرف ہی گولیاں چلائیں۔"

"تمہارا مطلب ہے۔ شوٹ؟ اولیور؟۔"

"بے شک۔ اگر ضرورت ہوئی تو۔ میں۔ سمجھتا ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ ہمیں دیکھ
گیا ہے۔"

"تو پھر۔ بیری نے اپنا سر آگے بڑھایا یہاں تک کہ اس کے ہونٹ سلیٹر کے کان
چھوگئے۔ واپس چلو۔ ہاں۔ اولیور! واپس چلو اپنے آدمیوں کے پاس۔"

"میرے خدا! سلیٹر نے دل میں کہا" یہ کیا مصیبت ہے۔"

وہ کوئی جواب دیئے بغیر بے حرکت پڑا رہا۔ وہ بیری کی سانس اپنی گردن پر محسوس
رہا تھا اس نے کپتان کے اوپر سے دوسری طرف دیکھا۔ پارکون اور مورگن اپنی بندوقیں
سیدھی کرکے نالیوں کا رخ مکان کی طرف کر رہے تھے۔

سلیٹر کان لگائے وہ آواز سن رہا تھا جو مکان کے پیچھے سے آرہی تھی اور قریب لیٹے
ہوئے کپتان کی کپکپی کو نظرانداز کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ کہیں مکان کے پیچھے سے
شاید "رارا" کے اس پار سے ایک چیخ سنائی دی۔ یہ چیخ نہ زیادہ طویل تھی اور نہ ہی بلند
وہ ایک دم سے خاموش ہوگئی۔

پارکون نے ایک نعرے کا ساتھ اپنا گال بندوق کے دستے پر ٹکا دیا' بیری کا سر ایک
جھٹکے کے ساتھ اوپر اٹھا اور پھر وہ خود اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے ہی لمحے پارکون کی بندو

گرجی۔

یکایک خاموش فضا جنگی نعروں سے تھرا گئی اور مکان کے دونوں طرف سے اچھلتے اور
چیختے ہوئے وحشی نکل آئے۔ یہ سب کے سب جنگجو تھے اور انہوں نے جنگ کے لئے اپنے
جسم رنگ رکھے تھے۔ یہ خلاف توقع بات ہوئی تھی جس نے سلیٹر کو گھڑی بھر کے لئے دم
بخود کردیا۔ اور پھر اس کے منہ سے ایک گالی نکلی اور اس کا پستول گرج گرج کر اس کے
ہاتھ میں زندہ چیز کی طرح اچھلنے لگا اور اس کی گولیاں....وحشیوں کے جمگھٹے میں گھس
گئیں۔

پارکون اور مورگن کی بندوقوں نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ آگے بڑھتے ہوئے
وحشی رک گئے۔ بیری اب بھی احمقوں کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ سلیٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر
جلدی سے اپنی قریب لٹا دیا۔ فوراً ہی فضا تیروں کی سنسناہٹ سے پر ہوگئی۔

"کپتان کا پستول مسٹر" پارکون نے اپنی بندوق بھرتے ہوئے کہا۔

سلیٹر نے بیری کو لڑھکا کر اس کے دو پستولوں میں سے ایک گھسیٹ لیا اور جب وہ اس
کا گھوڑا چڑھا کر کھڑا ہوا ہے تو پارکون اپنی بندوق چلا چکا تھا۔ جزیرے والوں کے لئے یہ
گویا انتہا تھی۔ وہ اپنے ہتھیار پھینک پھینک کر خوف کا عالم میں چیختے ہوئے "رارا" عبور
کرکے بھاگے۔

سلیٹر پستول چلانے کے لئے پیر جما کر کھڑا ہوگیا اور جب اسے دوسری طرف کی
جھاڑیوں کے شگاف میں ذرا سی روشنی دکھائی دی تو اس نے لبلبی دبا دی۔ اس کا فائر اندھا
دھند تھا۔ تاہم گولی نے نشانہ تلاش کرلیا۔ ایک انسانی سایہ لڑکھڑایا' سنبھلا اور پھر روشنی
کے پس منظر میں دکھائی دیا کہ وہ چیخ رہا اور اپنی پشت پر ہاتھ مار رہا تھا۔

خطرہ فی الحال ٹل گیا تھا۔ پارکون ایک بار پھر اپنی بندوق بھر رہا تھا۔ مورگن اٹھ کر
بیٹھ گیا تھا اور اس کا منہ کھل گیا تھا۔ اس نے بیری کی طرف دیکھا جیسے وہ کچھ کہے گا اور
پھر وہ کراہ کر پہلو کے بل بیری پر گرا اور اس کے کھلے ہوئے منہ سے خون بہہ کر بیری کی
داڑھی کو رنگین کرگیا' پھر وہ کپتان کی آستین پر اور پھر گھاس پر ٹپکا۔ بیری چیخا اور سلیٹر نے
اسے سنبھالا اور پارکون نے مورگن کو اس پر سے اٹھایا مورگن کے حلق میں ایک تیر
پیوست تھا۔ پارکون نے مورگن کو آہستہ سے گھاس پر لٹا دیا اور سلیٹر نے کپتان کو اٹھا کر
کھڑا کردیا۔

"ہمارا یہ ساتھی اب پورٹ جیکسن کبھی نہ پہنچ سکے گا" پارکون نے مورگن کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا بیری کو کچھ پتہ ہی نہ تھا کہ کیا ہورہا تھا اور کیا ہوگیا تھا۔ وہ ایک دم سے

گھٹنوں کے بل بیٹھ کر خون سے گیلی گھاس میں دیوانوں کی طرح ہاتھ چلاتے ہوئے بو
"میرا پستول مسٹر۔ میرا پستول۔ نہیں ہے۔ لے گئے۔ وہ کمبخت لے گئے۔"

"میرے پاس ہے۔ سلیٹر نے تلخی سے کہا اور پستول بیری کے ہاتھ میں تھما
احمقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔ پارکون نے سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"لائٹ تھاوہ؟" اس نے پوچھا۔

"تمہارا مطلب اس چیخ سے ہے جو ان کے حملے سے پہلے ہم نے سنی تھی؟"۔

"ہاں۔ وہ لائٹ کی ہی چیخ تھی۔ انڈین کی آواز نہ تھی"۔

بیری پستول لئے بیٹھا تھا۔ پستول کی نالی زمین کی طرف تھی۔ سلیٹر نے اس کی
دیکھا اور سوچنے لگا کہ 'جس طرف سے چیخ کی آواز آئی تھی' آگے بڑھا جائے یا نہ
ہوسکتا ہے کہ وہ لائٹ کی چیخ نہ ہو۔ فی الواقع اب وہ دو تھے۔ وہ اور پارکون اور دشمن
تھے؟ لیکن بات یہیں ختم نہ ہوجاتی تھی۔ اگر وہ آویلا کے گھر کی طرف گئے تو بیری ؟
اسے مورگن کے ساتھ یہیں چھوڑا نہ جاسکتا تھا اور وہ اگر اسے یہیں چھوڑ بھی د
اس کی کوئی ضمانت نہ تھی کہ واپسی تک بیری یہیں رہے گا۔ اور اسے ساتھ لے چلنے
سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔"

اچانک پارکون نے سلیٹر کے بازو پر تھپکی دی۔

"صاحب! میں نے اس مکان پر سے نظریں ہٹائیں نہیں۔ اس میں کوئی ہے سن رہ
ہو تم بھی؟"

سلیٹر نے کان لگا کر سننے کے بعد کہا۔

"کوئی زخمی انڈین ہے"۔

"نہیں صاب" پارکون نے کہا "بلکہ آواز ایسی ہے جیسے کوئی دستک دے رہا ہے۔ کوئ
دیواروں کی نرسلوں کو کھٹ کھٹا رہا ہے۔ یہ لائٹ تو نہیں ہوسکتا کیوں؟"۔

"شاید نہیں"۔

"تو تمہارا خیال ہے اس چیخ کو ہم نے غلط سمجھا تھا؟" پارکون نے کہا' بہرحال تحقیق
کرنے میں ہرج ہی کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر اس میں انڈین ہوئے تو میں انہیں بھون کر رکھ
دوں گا۔

یہ انتقام کا جذبہ نہ تھا جس نے سلیٹر کو جوش دلادیا بلکہ یہ خیال تھا کہ شاید اس مکان
میں لائٹ ہی ہو اور درجن وحشیوں سے ان کی جھڑپ ہوگئی وہ پہرے دار ہوں۔"

"میں دیکھتا ہوں جاکر" پارکون نے کہا اور اپنی بندوق کا گھوڑا چڑھایا۔

"نہیں۔ ہم دونوں چلتے ہیں"۔

"لیکن کپتان بیری"۔

"ہم انہیں یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔"

اور یہ کہہ کر سلیٹر بیری کی طرف گھوما تو بت بن گیا۔ بیری کے پستول کی نالی اس کے
سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

بارھواں باب

جب لائٹ مرا ہے تو اس کے ساتھ جزیرے والوں کے دلوں میں سے سفید فاموں کا خوف جاتا رہا۔ یہ لوگ بے شک دیوتا نہ تھے کیونکہ وہ بھی عام آدمیوں کی طرح مرجاتے تھے۔ اور جزیرے والوں کے دلوں سے انکا خوف نکل گیا تو سفید فام اپنے سب سے بڑے ہتھیار سے محروم ہوگئے گویا۔

لائٹ تنہا تھا اور ساحل کی طرف جاتے ہوئے آدھا راستہ طے کرچکا تھا جب جزیرے والوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ موڑ مڑ کر... پگڈنڈی کے سیدھے حصے پر پہنچ گیا تھا اور کوئی حمد گنگنا رہا تھا اور ڈوئل اس نے اپنا ایک ہاتھ کہنی میں سے موڑ کر کہنی پر ٹکا رکھا تھا۔ وہ پگڈنڈی کے اس سیدھے حصے میں کافی آگے بڑھ چکا تھا جب اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس سے کوئی ساٹھ فٹ آگے ایک وحشی سپاہی راستے کے عین بیچ میں اسکا راستہ روکے کھڑا تھا۔ اسکا بدن رنگا ہوا تھا اور وہ ایک ہاتھ میں خوفناک قسم کا ڈنڈا لئے ہوئے تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ ڈنڈا گھما رہا تھا۔

یہ لائٹ کا خوف تھا جو اس کی موت کا سبب بنا۔

اس کی جگہ اگر باربر' پارکون' ڈوئل یا سلیٹر ہوتا بلکہ جرمی بھی ہوتا تو وہ اس وحشی سے خوفزدہ ہوئے بغیر آگے بڑھتا رہتا اور بے دھڑک اس کے قریب سے نکل کر آگے بڑھ جاتا اور یوں خود اس وحشی کے دل پر ہیبت و رعب طاری کردیتا اور اسے بھگا دیتا۔ کیونکہ اگر لائٹ خوفزدہ تھا تو وحشی سہا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے اس ہستی کا راستہ روکے نہ کھڑا تھا جو آسمانوں سے اترا تھا بلکہ یہ "بٹے" (پجاری) کا حکم تھا' یہ اسی کی مرضی تھی اور "بٹے نے بھی یہ حکم انتہائی مایوسی اور مجبوری کے عالم میں دیا تھا کیونکہ جزیرے والوں کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہوچکا تھا اور انہوں نے پجاری سے کہہ دیا تھا کہ یا

تو وہ انہیں ان لوگوں سے نجات دلائے جنہوں نے جزیرے والوں کو اس عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا یا مرنے کے لئے تیار ہوجائے کہ اس کی جگہ بہتر پجاری کو لایا جائے"۔

"بٹے" کے دشمن بھی تھے اور رقیب بھی چنانچہ اس نے اپنا عہدہ' مقام اور عزت اور وقار قائم رکھنے اور دشمنوں اور رقیبوں کو موقع نہ دینے کا فیصلہ کرلیا۔

لیکن لائٹ ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا اور دیوقامت وحشی کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے یوں خوفزدہ ہوجانے سے سپاہی کی ہمت بندھی اور وہ ایک قدم لائٹ کی طرف بڑھا۔ قیام گاہ کی طرف بھاگنے کے لئے لائٹ گھوما تو اس طرف دوسرا وحشی کھڑا ہوا تھا۔

وہ ساحل کی طرف جانے کے لئے گھوم گیا لیکن پھر قیام گاہ کی طرف واپس جانے کے لئے اس طرف گھوم گیا اور جب جزیرے والے اس کے قریب آئے تو اس نے ڈول پھینک دیا۔ اسے چھونے والا پہلا آدمی... پیچھے سے آیا اور پھر راستے کے دونوں طرف کی جھاڑیوں میں سے جزیرے والے نکل کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ اسے پچھاڑ دیا گیا اور ایک جناتی پنجے نے اس کا منہ دبا دیا۔ اس نے اسے کاٹنے کی کوشش کی۔ یہ اس کی موہوم سی جدوجہد تھی۔ لیکن نہ زبردست پنجے نے اس کے جبڑے پوری قوت سے دبا دیئے۔ اسے بیلوں کی رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ منہ پر کپڑا باندھ دیا گیا۔ لائٹ بے ہوش نہ ہوا تھا۔ وہ پوری طرح سے اپنے حواس میں تھا اور اس نے اس باغی گروہ کے سرغنے کو پہچان لیا۔ یہ دو آدو آ تھا۔

آویلا کے گھر پر خود آویلا' بٹے' جزیرے کے بزرگ' نچلے درجہ کے سردار اور "بٹے" کے ماتحت دوسرے پجاری جمع تھے ناریل کے نصف خولوں میں ناریل کا تیل تھا اور اس میں ریشوں کی بتیاں جل رہی تھیں جن کی روشنی سے آویلا کا گھر بقیہ نور بنا ہوا تھا۔ شہتیروں سے سیپیوں کے سفید سفید جھومر لٹک رہے تھے اور ان میں بھی ناریل کا تیل تھا اور بتیاں جل رہی تھیں۔ آرگو والوں میں سے صرف بیری اور سلیٹر نے اس گھر کو اندر سے دیکھا تھا اور اب اس کی وحشیانہ عظمت نے لائٹ کو دہشت زدہ کردیا۔ وہ بزدلی سے کانپنے اور سمٹنے لگا اور پسینہ میں چمکتے ہوئے وحشت ناک چہرے گھر کے کونوں میں سے نہایت ہی غور سے اس سفید فام کو دیکھنے لگے۔

ان لوگوں نے لائٹ کو آگے دھکیلا اور اب وہ اویلا سے صرف چھ فٹ دور کھڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ پر بندھا ہوا کپڑا اب اسے تکلیف دینے لگا تھا' اس کے چہرے کا نچلہ حصہ درد کررہا تھا اور کپڑا اس طرح بندھا ہوا تھا کہ اس کے گال کھینچ کر اوپر اٹھ گئے تھے اور اسکی وجہ سے اس کی نظر بگڑ گئی تھی اور وہ ٹھیک طرح سے دیکھ نہ سکتا تھا آویلا اپنی

سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا موٹا جسم قدرے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا اور وہ صرف اپنی زندگی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ آویلا کی زندگی ایک موڑ بلکہ نقطہ انقلاب تک پہنچ گئی تھی۔ لائٹ چاہے ... ہو، شیطان یا اس کے جیسا ایک انسان آویلا کو احساس تھا کہ آج رات کے بعد اس کی زندگی کا نقشہ بدل جائے گا۔

اور لائٹ کو آویلا مجسم شیطان دکھائی دیا۔ ایک کافر، ایک منکر، وہ دعا مانگنے لگی لیکن ساتھ ہی یہ بھی سوچا کہ اس کی دعا نہ سنی جائے گی۔۔۔ دعا کے الفاظ، دعا کا خیال اس کی کھوپڑی کی دیوار سے ٹکرا رہا تھا اور فقرے قلابازیاں کھا رہے تھے لیکن زبان پر نہ آتے تھے۔ چنانچہ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا اور جتنی شدت سے وہ دعا مانگ رہا تھا اتنا ہی اسے اپنی موت کا یقین ہوتا جا رہا تھا۔

اب آویلا نے حرکت کی، اس کی سرخ سرخ آنکھیں حلقوں میں گھومیں اور اس نے اس بوڑھے کی طرف دیکھا جو دیوار کے قریب اکیلا کھڑا ہوا تھا "بجے" تھا۔

بجے چند سیکنڈ تک بے حرکت کھڑا اپنی ہمت سمیٹتا رہا اور پھر وہ آگے بڑھ کر روشنی میں آگیا۔ اس کی استخوانی کھوپڑی پر، جس پر گومڑیاں تھیں، پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ اس کی کھال خشک اور خاکستری تھی اور حلقوں میں دھنسی ہوئی آنکھیں اتنی سرخ تھیں کہ لائٹ نے ایسی لال آنکھیں پہلے کبھی کسی کی نہ دیکھی تھیں۔ پسینہ اس کی بغلوں میں سے رینگنے لگا، اس کی پیٹھ اور سینے پر سے بہنے لگا یہاں تک کہ اس کی مختصر لنگوٹ گیلی ہو گئی۔

اس نے بولنا شروع کیا اور لائٹ نے اس کے جھریوں پڑے چہرے کی کھال کو اس کے منہ کے کھلنے اور بند ہونے کے ساتھ کھنچتے اور ڈھیلی ہوتے دیکھا۔ اسکے دانت زرد اور زہریلے تھے اور مسوڑے سفید۔

"دیکھو۔ یہ ہے سفید چمڑے والا۔ کائی داوا لاگی "بجے" نے کہا "وہ جو دیوتا بن کر آیا ہے لیکن برائی لے کر آیا ہے۔ یہ ہے وہ جس نے ہمارے معدے کو پانی کر دیا ہے، جس نے ہمارے جسموں کو سڑا دیا ہے، ہمیں کیڑوں کی خوراک بنا دیا ہے جس نے ہمارے جسموں میں موت کا بیج ڈال دیا ہے جو ہمیں مار رہا ہے اور سڑا رہا ہے۔"

"یہ دیوتا نہیں ہیں کیونکہ یہ ہمارے لئے موت لائے ہیں۔ دم دار تارے نے۔ کالو کالو واکا بونانے" ہم سے ایسا ہی کہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہم سے ہماری زندگیاں اس طرح چھین رہے ہیں جس طرح ڈوسینا ہماری عورتیں چرا لے جاتے ہیں۔ انہوں نے راؤ راؤ کو شرمندہ کر دیا ہے یہ لوگ ہمارے جسم اس طرح کھا جاتے ہیں جس طرح بالیمونا

ہمارے بھیجے کھالیں گے۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ پھل سڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ "بوآ" کی طرح ہیں اسے کتنا بھی ہلاؤ اس میں سے میٹھا پانی نہ نکلے گا۔ بلکہ اسے جب کھولو گے تو اس میں سے پانی کی بجائے سڑاند برآمد ہوگی۔ اس کا گودا بھی سڑ کر نیلا پڑ گیا ہوگا۔ ان لوگوں کا خون۔ اور یقین کرو ان کے جسموں میں بھی خون ہے۔ اس ہوس سے سیاہ ہو چکا ہے جسے یہ خود نہیں سمجھ پاتے اور یہی خون اس خوف سے سرد بھی ہے کہ کہیں ہم ان کے خوف کو بھانپ نہ لیں کیونکہ یقین کرو یہ لوگ ہم سے خوفزدہ ہیں چاہے اسے ظاہر نہ کریں۔

میں دیوتاؤں کی آواز ہوں اور ان کا آلہ کار ہوں۔ ان دیوتاؤں کا جو شروع سے ہیں اور آخر تک رہیں گے۔ چنانچہ جو میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو اور ایسا ہی کرو جیسا میں کہوں اور ہم غلاظت سے نجات حاصل کر لیں گے جو ہماری رگوں میں سرایت کر کے ہماری جان لے رہی ہے جس طرح ہم اپنے دشمنوں کی جان لے لیتے ہیں۔"

پجاری خاموش ہو گیا اور لائٹ کی طرف دیکھنے لگا اور اس کی آنکھوں میں اور چہرے پر جو خوف تھا اسے دیکھ کر اس کی ہمت بندھی اور اب وہ آویلا کی طرف گھوم گیا۔

"اور یہ ہے وہ جو کبھی ہم میں سے تھی۔ یہ ہے وہ جس کے پیٹ میں وہ بیج ڈال دیا گیا ہے جو بڑھے گا، بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ایک عفریت کو جنم دے گی اور یہ عفریت پھر ہماری عورتوں میں اپنا بیج ڈالے گا چنانچہ یوں ہم بے خبری میں اس کی پرورش کریں گے جس کو ہمیں نابود کرنا ہے۔

"لیکن پہلے۔" وہ آہستہ آہستہ لائٹ کی طرف گھوم گیا اور اپنا خشک ہاتھ اس کی طرف اٹھا دیا "ہمارے سامنے اس وقت وہ موجود ہے جو ان سفید فاموں میں سے ہے اور تم دیکھ لو گے" اس نے اپنا بازو گرا دیا "کہ یہ شیطان لافانی نہیں ہے"۔

جب پجاری نے آخری الفاظ کہے تو گھر میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لائٹ نے بھی اس خوف کو محسوس کیا اور حشت زدہ ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ "بجے" اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھیں اب ایسی ہو گئی تھیں جیسے پتھر کی دو گولیاں ہوں۔ ایک دم سے اس نے اپنا سر جھکا لیا۔

"اور اب" وہ بولا "میں بڑی قوت والے سے رابطہ قائم کرتا ہوں ایک ثانیے کے توقف کے بعد اس نے نیچی آواز میں کہنا شروع کیا۔"

"اے بڑی قوتوں والے دیوتا! تجھے پکار رہا ہوں اور تیری مدد طلب کر رہا ہوں۔ ہماری رہبری کر کہ ہم اس مصیبت کا اور اس بلا کا خاتمہ کر دیں جو ہمیں برباد کر رہی ہے اور ہمیں

مٹا رہی ہے' ہماری مدد کر کہ ہم اس بلا سے نجات حاصل کر لیں جسے ہماری نسلیں ہزاروں چاندوں تک یاد رکھیں گی۔ اگر تو نے ہماری مدد نہ کی تو ہم نیست و نابود ہو جائیں گے' مٹ جائیں گے' تیرے مندر اجڑ جائیں گے۔ اگر ان سفید فاموں کو ہم نے ختم نہ کر دیا تو یہ اپنی شیطانی گرج سے ہماری عورتوں کے حمل گرا دیں گے اور جن کے حمل نہ گریں گے وہ عورتیں۔ شیطان بچوں کو جنم دیں گی اور یوں ہماری نسل بگڑ جائے گی۔

وہ خاموش ہو گیا اور اپنا بازو اٹھا کر' جس کی کھال لٹک گئی تھی' گھر کی زبردست چھت کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا جسم اکڑنے اور اینٹھنے لگا۔ اس کا جسم تنتا چلا گیا' کھنچتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ انتہا تک کھنچ گیا۔ آویلا کے گھر میں مکمل ترین خاموشی طاری تھی۔ سب کے سب دم سادھے "بڈے" کو دیکھ رہے تھے۔ ایکدم سے اسکا بدن لرزنے لگا جیسے ہوا کے جھونکوں سے نرسل لرزتا ہے۔"

"آ۔ آ۔ آ۔ ای۔ ای۔ ای۔"

اس چیخ نے خاموشی میں شگاف ڈال دیئے۔ سب لرز گئے' سب کے چہرے زرد ہو گئے' اس بھیانک چیخ نے لائٹ کو لرزا دیا اس کی روح تڑپ گئی' اس کے منہ سے ایک خوفناک کراہ نکل گئی اور دھم سے گرا اور چٹائی میں خوف سے منہ چھپا کر ہچکیاں لینے لگا۔

"بڈے" کا اوپر اٹھا ہوا بازو نیچے جھکا اور اب وہ فرش کی طرف۔ اشارہ کر رہا تھا۔ اب وہ بت کی طرح بے حرکت کھڑا تھا' پھر اسکا ہاتھ یوں اوپر اٹھا جیسے وہ اس کے جسم کا حصہ نہ تھا اور اب وہ اس شخص کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو اس دروازے میں اکڑوں بیٹھا ہوا تھا جس نے لائٹ کو لایا گیا تھا۔ وہ شخص اب ہاتھوں' گھٹنوں اور ایڑیوں کے بل کھسکتا آگے بڑھا۔ وہ اپنے آگے آگے پانی بھرا نیلا ناریل۔ لڑھکا رہا تھا۔

"بڈے" منتظر کھڑا رہا یہاں تک ناریل لڑھکتا ہوا اس کے قدموں میں آپڑا۔ اب اس نے ناریل اٹھا کر آویلا کی طرف بڑھا دیا۔ آویلا نے پہلے ناریل کی طرف اور پھر لائٹ کی طرف دیکھا۔ "بڈے" آگے بڑھا اور اب وہ لائٹ کے قریب کھڑا تھا۔ ایک فلک شگاف نعرے کے ساتھ "بڈے" نے ناریل فرش پر دے مارا۔ ناریل لائٹ کے سر سے کوئی ایک فٹ دور گرا اور پھر لڑھکتا چلا گیا۔ پجاری کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ جیسے ہی ناریل ٹھہرا کہ پجاری بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اس نے ناریل کو جیسے دبوچ لیا اور اور اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں کے قریب لے آیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ اسے ہاتھوں میں گھس رہا تھا' اس کی انگلیاں اسکے خول میں دیوتاؤں کی نشانی ٹٹول رہی تھیں۔

اچانک اس نے ناریل پھینک دیا۔

لائٹ نے اپنے جسم کے نیچے مضبوط ہاتھ محسوس کئے جنہوں نے اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے منہ پر بندھا ہوا کپڑا کھولا گیا تو اس کے دل میں امید کی شعاعیں چمک گئی لیکن جب اس نے اس شخص کی' جس نے اس کے منہ پر سے کپڑا کھولا تھا' آنکھیں دیکھیں تو یہ شعاع بجھ گئی۔

دعاؤں کے الفاظ اس کے دماغ میں آنکھ مچولی کھیلنے لگے تو اسے بڑا ہی رحم انگیز خیال آیا کہ یہ وہ خود نہیں ہو سکتا اور یہ کہ وہ بہت جلد یہاں سے چلا جائے گا۔ بالکل آزاد۔ اور گھٹنوں کے بل جھک کر خدا کا شکر ادا کرے گا اور نیم مردہ پاویل کو دعائیں سنائے گا۔ وہ لڑکھڑا رہا تھا۔ اب وہ آویلا کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے پاویل سے نہیں کہا تھا کہ خدا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے؟

اور اس نے جیسے خواب کے عالم میں ڈنڈا بلند ہوتے دیکھا جس کے سرے پر دوہرے لٹو تھے اور خوفناک دندانے تھے۔ اس نے ڈنڈے کو گھومتے دیکھا' آویلا کی بغل میں پسینہ چمکتے دیکھا' آویلا کی خوفناک آنکھیں دیکھیں۔

اور اسے خیال بھی نہ آیا کہ وہ خود تھا جو اس بری طرح چیخ رہا تھا۔

"بڈے" منتظر رہا یہاں تک کہ لائٹ کے جسم نے تڑپنا بند کر دیا پھر وہ بڑے وقار سے' مغرورانہ قدم اٹھاتا لائٹ کی لاش کے قریب جا کھڑا ہوا۔ آویلا پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ میں ڈنڈا لٹک رہا تھا اور اس کی آنکھیں لاش پر جمی ہوئی تھیں۔

"بڈے" جھکا اور اس کا ہاتھ اس خون آلود ملغوبے میں کچھ تلاش کرنے لگا جو ایک منٹ پہلے اس سفید فام ملاح کا سر تھا۔ پجاری نے ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ خون سے سرخ تھا۔ پجاری کے ہونٹ ذرا کھنچ گئے یہ مسکراہٹ ہو سکتی تھی۔ اس نے پھر جھک کر انگلیاں ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور بالوں کے الجھیڑے میں ڈال دیں۔ ایک دفعہ اس نے زیادہ گہرائی میں ٹٹولا۔ اب اس نے ہاتھ واپس کھینچا تو اس کی انگلیوں پر بھورے بھورے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ بھیجے کے ٹکڑے۔

"دیکھو" بڈے نے کہا" یہ دیوتا کا سر نہیں ہے۔

تیرھواں باب

"تم مجھے چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جارہے مسٹر۔ بیری نے کہا۔ اس کا۔ پستول والا ہاتھ ذرا بھی کانپ نہ رہا تھا اور پستول کی نالی سلیٹر کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

بیری کا ایک پستول چلایا جاچکا تھا۔ چنانچہ یہ پستول' جو وہ سلیٹر پر تانے ہوئے تھا' کون سا تھا؟ وہ جو خالی تھا یا دوسرا؟ وہ پارکون کی بندوق کی نالی بھی دیکھ رہا تھا اور جانتا تھا کہ یہ بندوق بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ اس نے پارکون کو بندوق میں بارود بھرتے دیکھا تھا۔

"کہاں جانے کا ارادہ کررہے ہو تم مسٹر؟" بیری کی آواز غیر معمولی طور پر نیچی تھی جو اس کے خطرناک بن جانے کا پتہ دے رہی تھی۔ سلیٹر بولا تو اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔

"ہمارے خیال میں اس سامنے والے مکان میں کوئی ہے۔"

"تو"۔

"ممکن ہے لائٹ ہو۔"

"لائٹ۔"

"ہاں۔"

"کہاں ہے لائٹ؟"

"یہ تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ہوسکتا ہے کہ اس مکان میں ہو۔وہ' جن کو ہم نے مار بھگایا ہے' شاید اس کے پہرے دار تھے۔"

کپتان نے سلیٹر اور پھر پارکون کی طرف دیکھا۔ وہ کوئی فیصلہ نہ کرپایا تھا کہ اب کیا کرے۔ اس کا دماغ جیسے اب آگے کچھ سوچنے کے قابل رہا ہی نہ تھا۔ ادھر سلیٹر سوچ رہا تھا کہ وہ کیوں نہ ایک دم سے آگے بڑھ کر بیری کے ہاتھ سے پستول جھپٹ لے۔ بظاہر بے حد آسان کام معلوم ہوتا تھا۔ تاہم بیری لبلبی دبا سکتا تھا۔

عین اسی وقت مکان میں سے پھر وہی آواز آئی۔ اس دفعہ یہ آواز نسبتاً بلند تھی' زیادہ صاف اور زیادہ طویل تھی۔ بیری نے بھی یہ آواز سنی اور تھکے ہوئے انداز میں سر گھما کر مکان کی طرف دیکھا لیکن پستول کی نالی کا رخ بدستور سلیٹر کی طرف تھا۔ سلیٹر کے لئے یہ موقع غنیمت تھا۔ وہ آگے بڑھا اور پارکون نے اپنی بندوق اوپر اٹھائی۔ بیری ایکدم سے ان کی طرف گھوم گیا لیکن اس نے لبلبی نہ دبائی۔ بلکہ اس کا بدن ایکدم سے ڈھیلا پڑگیا اور اس نے ایک سہمے ہوئے بچے کی طرح سلیٹر کو اپنے ہاتھ سے پستول... گھسیٹ لینے دیا۔ سلیٹر نے نالی ناک کے قریب لے جاکر اس میں سونگھا معلوم ہوا کہ یہ بھرا ہوا پستول

لا۔

"اپنا دوسرا پستول بھی دے دو" اس نے کہا "پارکون اسے بھردے گا تمہارے لئے۔"

سلیٹر کے آخری لفظوں میں بڑی ہمدردی تھی۔ بیری نے اسے دوسرا پستول بھی دے دیا۔

ایک لمحہ بعد ہی کپتان کے ڈھیلے بدن میں جیسے طاقت آگئی وہ اٹھ کھڑا ہوگیا اور جیسے عام حالت میں بات چیت کررہا ہو۔ پوچھا۔

"کیا کہا تھا تم نے کہ اس مکان میں کون ہے؟"۔

"یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن ہوسکتا ہے کہ لائٹ ہو۔"

"لائٹ"۔

"ہاں۔ تمہارا منتظم رسد۔"

"اچھ۔ چھا۔ اور تم دیکھنے جارہے ہو؟"۔

"ہاں۔ میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ ہم......"

"میں تم سے متفق ہوں اولیور۔ لائٹ کو وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اکیلے جارہے ہو؟"۔

"پارکون چل رہا ہے میرے ساتھ اور بہتر ہوگا کپتان کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

پارکون نے پستول بھر کر سلیٹر کو دیا۔ سلیٹر چند ثانیوں تک ہچکچاتا رہا اور پھر اس نے یہ اور دوسرا پستول بھی بیری کو دے دیا کیونکہ اگر بیری ان کے ساتھ جارہا تھا تو پھر اس کا بھی مسلح ہونا ضروری تھا۔

اس نے بیری اور پارکون کو دوسری طرف سے مکان کی طرف روانہ کیا اور خود اس کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے پر بانسوں کی چٹائی رکھی ہوئی تھی۔ سلیٹر نے اسے شانے سے دھکیلا تو وہ اندر کی طرف گری اور پھر اس نے پستول تان کر دروازے میں قدم رکھا اور چٹائی کو روندتا ہوا آگے بڑھا۔

بانس کی کھپچیاں اس کے قدموں تلے چرچرائیں۔ اندر کی فضا متلی آمیز تھی اور اندھیرا گہرا ہورہا تھا وہ دہلیز سے ایک قدم آگے کھڑا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کررہا تھا۔ لیکن گھپ اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ دائیں طرف سے آواز آئی اور وہ پھرتی سے اس طرف گھوم گیا۔ لیکن پھر معلوم ہوا کہ آواز مکان میں سے نہیں بلکہ باہر سے اور اس طرف سے آرہی تھی جس طرف بیری تھا۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ بیری کیا کررہا تھا۔"

سلیٹر نے آہستہ سے لائٹ کا نام لے کر اسے پکارا۔ اب لائٹ کا یہاں موجود ہونا ؟
معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ اسکا پاگل پن تھا کہ اسے یہ خیال آیا۔

"لائٹ! تم یہاں ہو؟" اس نے پھر آواز دی۔

اور جواب میں نرسلوں کی دیوار کے دوسری طرف بیری کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔

وہ باہر نکل جانا چاہتا تھا لیکن یہاں کوئی تھا اندھیرے میں کسی کے حرکت کرنے کی آ
آئی اور وہ بت بن گیا اور پھر وہی آواز سنائی دی جو اس نے' پارکون نے اور بیری نے
تھی۔ دیوار پر ناخن گھسنے کی آواز۔ اور اس دفعہ یہ آواز چونکا دینے والی حد تک صاف ا
بلند تھی۔

باہر پارکون نے چونک کر بندوق سیدھی کرلی کیونکہ آواز مکان کے اس حصے میں۔
آرہی تھی جو اس کے سامنے تھا اور اتنے قریب سے کہ اس نے دیوار کو لرزتے محسو
کیا۔ وہ آواز کی طرف بندوق تان کر تیار کھڑا رہا اور سوچنے لگا کہ یہ سلیٹر کیا کر رہا تھا!

"لائٹ! یہ تم ہو؟" پارکون نے کہا "اگر تم ہو تو دیوار کو لات مار دو۔"

بانسوں کی وہ چٹائی' جس پر سلیٹر کھڑا ہوا تھا آگے سے اوپر اٹھی ہوئی تھی جیسے وہ
پر یا کسی قسم کی ڈھلان پر پڑی ہوئی ہو۔ سلیٹر اپنے قدموں تلے ٹھوس زمین یا مٹی محسو
کر رہا تھا اور بائیں طرف' جس طرف پارکون تھا اور جس طرف سے آواز آئی تھی' چٹائی
اس کے پیچھے جو ڈھلان تھی وہ' اور بھی اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ' بہت سنبھل
سلیٹر بانسوں کی اس ڈھلان پر قدم بہ قدم آگے بڑھا۔ پھر وہ جھکا اور بایاں ہاتھ آگے بڑ
کر اندھیرے میں راستہ تلاش کرتا آگے بڑھا۔ چند قدم بعد بانسوں کی چٹائی ختم ہوگئی ا
اب اس کے پیروں تلے مٹی تھی۔ نرم اور ہموار۔ جواب بھی چھوٹی سی ڈھلان کی صور
میں اوپر اٹھتی چلی گئی تھی۔

وہ آگے بڑھا۔

یکایک اس کے پیروں تلے سے زمین جیسے کھسک گئی اور وہ گرا۔ کوشش کر کے۔
نہیں کس طرح۔ وہ سنبھلا۔ اس نے سوچا کہ وہ اس گڑھے میں گرا ہے جو غالباً جانوروں
پکڑنے کے لئے کھودا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی اس نے اس گڑھے میں کسی دوسرے آدمی
لمس محسوس کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا' ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا دایاں ہاتھ نیچے کیا اور پستو
چلا دیا۔

اس کے پستول کی نالی سے جو نیلا شعلہ لپکا اس کی روشنی میں اسے ایک آدمی کا غیر
متحرک جسم گڑھے کے پیندے میں پڑا دکھائی دے گیا۔ اس کا چہرہ اوپر اٹھا ہوا تھا اور ٹانگیں

مڑی ہوئی اور اس کی پیٹھ کے نیچے دبی ہوئی تھیں۔ سلیٹر کو ایسا معلوم ہوا جیسے یہ
مرے والا اس کی حماقت پر مسکرا رہا تھا۔ اور دوسرا وہم اسے یہ ہوا کہ اس نے گڑھے
کے انتہائی سرے پر کسی اور کو گٹھری بنے پڑے دیکھا تھا۔

پارکون اب بندوق تانے مکان کے دروازے پر آچکا تھا۔ اس نے سلیٹر کو آواز دی۔
بیری اس کے عین پیچھے تھا۔ سلیٹر نے فوراً جواب دیا' انہیں ہوشیار کر کے رک جانے کو کہا
اور پھر کانپتے ہاتھوں سے گڑھے کو ٹٹولنے لگا۔ اس کی انگلیوں نے پہلے کسی قسم کے کپڑے
کو اور پھر اس میں انسان کے جسم کو چھو کر محسوس کیا۔ اس جسم سے صندل کی خوشبو اٹھ
رہی تھی۔

"پارکون! آؤ" اس نے کہا "چکر کاٹ کر آنا۔ یہاں گڑھا ہے اور یہ قبر ہے۔"

اور وہ اچھل کر گڑھے سے باہر نکل آیا اور اس گڑھے کو ٹٹولنے لگا جو کپڑوں میں بندھا
لرز رہا تھا۔ اس نے کپڑے اور اس پر بندھی ہوئی رسیاں کھینچ کر توڑ دیں۔ دوسرے ہی
لمحے وہ ہستی' جو بندھی ہوئی تھی' آزاد تھی' اور انگڑائی لے کر اپنے اکڑے ہوئے اعضا
سیدھے کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے صاب؟" پارکون نے اس کے قریب آکر کہا "لائٹ ہے؟"۔

"نہیں۔" سلیٹر نے اپنی خوشی چھپانے کی کوشش نہ کی "البتہ دوست ہے۔ اچھا۔ اب
آگے آگے چلو احتیاط سے۔ ہم تمہارے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔"

باہر پہنچ کر سیاوا نے تازہ ہوا میں لمبے لمبے سانس لئے اور لڑکھڑائی۔ اگر سلیٹر نے اسے
سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ گر پڑتی کیونکہ سختی اور مضبوطی سے بندھے رہنے کی وجہ سے اس کی
ٹانگیں اکڑ گئی تھیں اور اب جو اس کی ٹانگوں میں خون کا دورہ ایکدم سے شروع ہوا تو
تکلیف کی وجہ سے اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ سلیٹر پر جیسے گری اور پھر اسی کا
سہارا لے کر کھڑی رہی۔

جب وہ وہاں پہنچے جہاں مورگن پڑا ہوا تھا تو پارکون کے منہ سے ایک گالی نکل گئی اور
وہ پلٹ کر مکان کی طرف بھاگا۔

"اب یہ کیا دیوانگی ہے" بیری نے کہا "پارکون! واپس آؤ۔"

لیکن پارکون جا چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے مکان کے عقب سے بندوق کا دھماکا سنائی دیا
اور سلیٹر اچھل پڑا۔

"آہاں۔ مکان کے عقب میں ایک وحشی پڑا ہوا تھا۔ بیری نے بتایا' اس کی ایک
ٹانگ بندوق کی گولی سے ٹوٹ گئی تھی۔"

پارکون واپس آیا اور اپنے ساتھ بارود کی ہلکی سی بو لایا۔ وہ مورگن کی لاش کے ق
آکھڑا ہوا۔ چند ثانیوں تک کسی نے کچھ نہ کہا۔ پھر بیری نے نیچی آواز میں کہا۔"

"پارکون! خدا کی قسم تم سے یہ امید نہ تھی۔"

"تم کہوگے کپتان مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا" پارکون نے سر اٹھا کر بیری کی طرف

"یہ ایک مسیحی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی زخمی کو گولی مار دے۔ لیکن کپتان! ان وحش
نے آج رات ہمارے دو بہترین آدمیوں کی جان لی ہے۔ اب اگر اس زخمی وحشی کو ما
گناہ کیا ہے تو میں دوزخ میں جانے کے لئے تیار ہوں۔"

"کپتان! بہتر ہوگا کہ اب ہم واپس چلیں" سلیٹر نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہاں سے چلے جائیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کشتی۔ اس جزیرے سے نکل چلیں؟"

"ہاں۔ ہم مورگن کو دفن کردیں گے اور صبح ہوتے ہی سارا سامان قیام گاہ سے ا
کر کشتی پر پہنچادیں گے۔

بیری آگے آگے چلا۔ سیاوا اس کے پیچھے تھی۔ سلیٹر اور پارکون مورگن کی ل
اٹھائے ان کے پیچھے آرہے تھے۔

وہ قیام گاہ پر پہنچے تو ڈوئل اور ملاحوں نے بانسوں اور تختوں سے قبر.. کھودی اور
انہوں نے مورگن کو دفن کردیا۔ لالٹین کی روشنی میں بیری نے آخری دعا پڑھی۔ سلیٹر
کی دعا نہ سن رہا تھا۔ اس کے دل میں مورگن کی موت کا غم تھا اور ساتھ ہی ساتھ
کے خلاف نفرت کا جذبہ بھی کہ اسے کی ضد، پاگل پن اور خود مختاری نے انہیں ا
مصیبت میں پھنسا دیا تھا اور دو آدمیوں کی جان اسی کی وجہ سے گئی تھی۔

چودھواں باب

آدھی رات کے ایک گھنٹے بعد آرگو والوں پر حملہ ہوا۔

مورگن کی تدفین کے فوراً بعد ہی آرگو والوں کو اس کی خبر ملی۔ یہ ڈے تھا جس
انہیں مطلع کیا اور اپنی آواز میں خوف چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے پکار کر بولا۔

"مسٹر سلیٹر! جنگل میں لوگ ہیں۔"

"سلیٹر کے لئے یہ بات غیر متوقع نہ تھی۔

"گھر میں جاؤ" سلیٹر نے ان ملاحوں سے کہا جو رک گئے تھے اور ڈے کی طرف

ہے تھے "خدا کے لئے جاؤ تم لوگ، میں دیکھتا ہوں۔" اور وہ خود ڈے کی قریب پہنچا جو
ورگن کی قبر کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"وہ ہیں صاب۔ ڈے نے اشارہ کرکے کہا" وہ۔ وہاں۔ اس بڑے درخت کے سائے
ں جہاں تمہاری قیام گاہ سے راستہ آتا ہے" اور ابھی یہ بات اس نے کہی ہی تھی کہ قیام
کے دروازے پر سے ولکن سن نے انتہائی خوف سے چیخ کر کہا۔

"اور اس طرف بھی۔ وہ سور اس طرف بھی ہیں۔ میرے خدا! ہمیں گھیر لیا گیا
ہے۔"

"ولکن سن! بس خاموش رہو۔ سب لوگ گھر میں گھس جائیں۔ اوٹ میں
ہ جائیں" سلیٹر نے کہا اور جب ملاح ایکدم سے بھاگے تو بولا "گھبراؤ نہیں۔ بھاگو مت۔ ان
شیوں سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

سلیٹر سب کے آخر میں گھر میں آیا۔ سیاوا اس کی منتظر کھڑی تھی۔ سلیٹر نے اسے
استہ سے ایک طرف۔ آگے کی طرف۔ دھکیل دیا۔

مکان کے عین بیچ میں فرش پر لالٹین رکھی ہوئی تھی اور ملاح اس کے گرد جمع تھے۔ وہ
ب کے سب گھبرائے ہوئے تھے۔ باہر سے کسی ٹہنی کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ ولکن سن
ے منہ سے گالی نکل گئی اور کئی ملاحوں نے سلیٹر اور پھر بیری کی طرف دیکھا۔ بیری سلیٹر کی
ف دیکھ رہا تھا ڈوئل اس کھڑکی کے قریب پہنچا جو دروازے کے مقابل تھی اور باہر
ھانکنے لگا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے اولیور؟ بیری نے پوچھا "گھر بچانے کے لئے جنگ کریں؟"

"گھر؟"

"ہاں۔ گھر" بیری نے چڑچڑے پن سے کہا۔ اس کا لہجہ خبطیوں کا سا تھا۔

"ہمیں یہ گھر نہیں چاہئے۔ کشتی چاہئے۔"

"ایں؟"

"میں نے کہا ہمیں یہ منحوس گھر بچانے کے لئے نہیں بلکہ کشتی بچانے کے لئے لڑنا ہے
ن جنگلیوں سے۔"

"کشتی تو محفوظ ہے مسٹر" بیری نے سر ہلا کر کہا "دو آدمی اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور
گھومنے والی توپ اور گولا بارود سے مسلح ہیں۔ یہ وحشی کشتی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

سلیٹر آگے بڑھ کر بیری کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کپتان! ہم اسی وقت یہاں سے جا رہے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے یہاں سے؟ اس گھر سے؟"۔

"ہاں"۔

"لیکن۔ خدا کے لئے۔ ہم گھرے ہوئے ہیں مسٹر"۔

"یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا اور اگر ہم گھرے ہوئے ہیں بھی تو لڑتے بھڑتے جائیں گے۔"

"لیکن ہمارا سامان؟" بیری نے بے چارگی سے چاروں طرف دیکھا "اس کا کیا؟ سا سامان ہے؟"۔

"اتنا زیادہ نہیں ہے کہ ہم ایک ہی پھیرے میں نہ لیجا سکیں۔ کم سے کم ضروری م تو لے جاسکتے ہیں اور بے حد ضروری چیزیں تو کشتی پر پہلے ہی پہنچا دی گئی ہیں۔"

پاویل کھڑکی کے نیچے پڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ غشی کی دنیا سے فی الحال نکل تھا۔ سیاوا سلیٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی اور لالٹین کی روشنی اس کے خوبصورت جسم نشیب و فراز اجاگر کر رہی تھی۔ کئی ملاح بھوکی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے

"لیکن اولیور" بیری کی آواز اب رونی تھی "ہم وہاں۔وہاں کھلے میں ہوں گے۔"

"ہم وہیں ہوں گے جہاں ہمیں ہونا ہے۔ یہ کشتی ہے جو ہمیں یہاں سے لے جا نہ کہ یہ لعنتی گھر"۔

"نہیں نہیں اولیور" بیری نے سرہلایا' کھلے میں نہیں۔ کھلے میں تو ہم وحشیوں کے آسان ہدف بن جائیں گے۔ اور یہ تمہیں سمجھنا چاہئے۔

اور اس نے سلیٹر کی طرف یوں دیکھا جیسے اس نے دنیا کی اہم ترین بات کہی ہو۔ سلیٹر سمجھا تو صرف یہ سمجھا کہ بیری نے بڑی احمقانہ بات کہی تھی۔

اور اب پہلی دفعہ سلیٹر نے سیاوا کو ایک انسان سمجھا نہ کہ ایک ایسی عورت جے حاصل کرنا چاہتا تھا' جو ان کی وفادار تھی اور اب تک ان کی مدد کرتی رہی تھی۔ نہیں اب وہ کوئی غیر نہیں بلکہ انہی میں سے ایک تھی۔ سیاوا اب سلیٹر کی ذمہ داری تھی۔ احساس کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب وہ اسے اپنے ساتھ اس گھر میں لایا تھا لیکن بقیہ صورت حال نہایت ہی صاف تھی۔ چونکہ اب وہ ان میں سے ہی تھی اس لئے اب بھی ان کے ساتھ چلنا ضروری تھا۔ اور یہ خیال وحشیوں کے حملے کی فکر اور بیری کی حما پر غالب آگیا۔ سیاوا نے اپنے آپ کو سلیٹر کی حفاظت میں دے دیا تھا اور اسے بہر حال سلیٹر کا غرض تھا۔

تاہم بیری بہر حال کپتان اور سردار تھا اور سب سے بڑا سوال اس وقت یہ تھا کہ

اگر وحشیوں کا مقابلہ کیا جائے۔ یا باہر نکل کر قسمت آزمائی کی جائے۔"

"کپتان! رات اتنی اندھیری نہیں ہے کہ ہم کشتی میں سوار ہو کر اسے سمندر میں نکل نہ سکیں۔ اور پھر ہمارے پاس توپ ہے۔ اگر وحشیوں نے ہمارے تعاقب میں اگے روانہ گئے تو ہم انکے پرخچے اڑا دیں گے۔"

"گھر چھوڑنا حماقت ہے۔ کوئی تک نہیں ہے اس کا۔ یہ لوگ ہمارے پیچھے پڑے ہیں' لتی کے لئے۔ نہیں۔ نہیں سلیٹر۔ ہم صبح تک یہیں ٹھہریں گے اور جب کافی روشنی ہل جائے گی تو پھر ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔

اور اب پاویل کشتی کے متعلق کچھ بڑبڑانے اور بکنے لگا اور جرمی اس کے قریب پہنچا۔ ان سب میں جرمی تنہا آدمی تھا جس نے اپنی جگہ سے حرکت کی تھی۔ ڈوئل نے اپنا پستول ال لیا تھا۔

"وہ دیکھو مسٹر سلیٹر" ایکدم سے ولکن سن چیخا۔"وہ سور لپکتے چھپتے آرہے ہیں اس طرف۔"

سلیٹر نے سر گھما کر ولکن سن کی طرف دیکھا اور بس۔ البتہ ڈوئل آگے بڑھ کر اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔

"وہ ہیں۔ دیکھا صاب۔ میرے خدا!" ولکن سن نے کہا۔

ولکن سن کی گھبراہٹ چھوت کی بیماری کی طرح دوسروں میں بھی پھیل گئی۔ اور وہ گ ایک دوسرے کی طرف اور سلیٹر' بیری اور ڈوئل کی طرف دیکھنے لگے۔ لیکن بیری نے نہ تو کچھ کہا اور نہ ہی سلیٹر پر سے نگاہیں ہٹائیں۔ پاویل پھر کچھ بکواس کر رہا تھا اور سلیٹر نے محسوس کیا کہ اس کی بکواس میں ان لوگوں کی ساری مجبوری سمٹ آئی تھی۔ اور تب سلیٹر نے فیصلہ کیا کہ اب باگ اپنے ہاتھ میں لینے کا وقت آگیا ہے۔ بیری کی سرداری کا زمانہ ختم ہوا۔

"مسٹر ڈوئل" سلیٹر نے بیری کی طرف سے گھوم کر کہا۔" اس ملاح کو کھڑکیوں پر سے ہائیاں ہٹانے کے کام پر لگا دو۔

ڈوئل نے جنبش نہ کی۔ اس کا چہرہ پرسکون تھا اور اس کا پستول چٹائیوں کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ اب جبکہ سلیٹر نے کل اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے اس کے سارے شکوک رفع ہو گئے تھے۔ جس طرح صاف طور سے اب وہ ہر معاملے کو دیکھ رہا تھا اس پر اسے حیرت تھی۔ خود اس کا مقام' بیری کی نااہلی' ڈوئل کی تنک مزاجی اور سب سے بالا جبلی طور پر سیاوا سے اس کا رابطہ۔ اسے احساس ہوا کہ ڈوئل پر بھی ظاہر ہو جائے گا کہ

اس نے اپنے آپ میں کیا پالیا تھا۔ اس نے جرمی کو آواز دی۔ ڈوئل اپنی جگہ سے
آیا کلیڈ بیٹر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اسے ساتھ لیکر کھ
پر سے چٹائیاں ہٹانے میں مصروف ہو گیا۔
"پاپر کون!" سیلٹر نے کہا "جرمی تمہاری مدد کرے گا چنانچہ تم دونوں مل کر
بندوقیں' کارتوس اور بارود اور چھرے وغیرہ لاکر یہاں فرش پر عین بیچ میں رکھ دو
جرمی۔ اب اگر وحشی حملہ کریں گے تو ہمارے اہم ترین آدمی تم ہوگے کیونکہ
بندوقیں تم بھروگے۔ اپنے حواس قائم رکھنا۔ کچھ بھی ہوجائے گھبرامت جانا۔ بے حد
لیکن بے حد احتیاط سے بندوقیں بھرنی ہیں تمہیں۔ سمجھے؟ غلط... بھری ہوئی بندوقیں
نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اچھا اب جاؤ کام سے لگ جاؤ۔ وکٹن سن! دروازے کے قریب
ہٹ جاؤ اور آگ بجھادو۔ پوری طرح سے بجھادو۔
"آگ بجھادوں! وکٹن سن نے آگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "کس ط
بجھاؤں؟"۔
"کسی طرح بجھادو۔ پیشاب کردو اس پر۔ بار برا!"۔
"صاب؟"۔
"ڈے کو ساتھ لو اور سامان ایسی جگہ ہٹادو کہ وہ ہماری راہ میں حائل نہ ہو۔ کھڑ
کے قریب سے ہٹادو اسے۔ دوستو!" سیلٹر نے اپنی آواز بلند کی کہ سب سن سکیں۔ اس
کی دیواریں ہماری حفاظت بہتر طور پر نہ کرسکیں گی تاہم یہ بھی غنیمت ہیں۔ اور یہ نہ
کہ ہم نہیں جانتے کہ جزیرے والوں کے نشانے کتنے صحیح ہیں چنانچہ خبردار! بے ضرو
اوٹ میں سے باہر نہ آنا اور یہ یاد رکھو جو گولی گوشت میں نہ اتر جائے وہ کچھ زیادہ
نہیں ہوتی۔"
"کہنا آسان ہے لیکن کرنا مشکل" لیڈ بیٹر نے کہا۔
"شاید" سیلٹر نے جواب دیا "لیکن! اگر تم دوبارہ بوسٹن کی ہوا کھانا چاہتے ہو تو مش
کو بھی آسان کرنے کی کوشش کروگے۔"
سیلٹر کو احساس ہوا کہ وہ اپنی اس ذمہ داری سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ سیاہ
طرف دیکھ کر مسکرایا اور جواب میں اس سے موہوم سی مسکراہٹ وصول کی۔ وہ اس
قریب پہنچا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پادیل کے قریب لے آیا اور اشاروں سے ا
سمجھایا کہ اسے پادیل کے قریب ہی رہنا ہے۔ پادیل پھر ہذیان بک رہا تھا۔
"بار برا! یہ صندوق ستون کے قریب رکھدو" سیلٹر نے کہا۔ وہاں۔ پادیل کے ساتھ

صندوق اس کے لئے اوٹ کا کام دیں گے۔ بیری سر جھکائے کھڑا رہا تھا۔ اس کے بشرے
سے عجیب جذبات ظاہر تھے۔"
"دروازے کے بالکل سامنے مسٹر سیلٹر" دروازے میں سے ڈے نے کہا "ایک یہ۔
بھی ہوسکتے ہیں" اس نے اپنا خوف چھپانے کے لئے آواز پر سکون رکھنے کی کوشش کی
اور بدستور باہر کی طرف دیکھتے ہوئے اضافہ کیا۔ تم خود دیکھ لو صاب۔ آ۔ ہاں۔ وہ ایک
اور۔ اور پھر ایک اور۔"
لالٹین اب بھی بیری کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ سیلٹر نے آگے بڑھ کر لالٹین اٹھائی
اور پھونک کر بجھادی۔ اب صرف چاندنی کا اجالا تھا اندر۔
"چھپے ہیں صاب۔"
"یقین سے کہتے ہو؟"
"بالکل یقین سے خدا مجھے سالوں سے۔"
اور پھر سیلٹر نے بھی ان میں سے دو کو دیکھا۔ میدان کے سرے پر وہ ایک سے
دوسرے درخت کی طرف بھاگ کر اس کے تنے کے پیچھے چھپ رہے تھے۔ وہ اٹھ کر بیری
کے قریب پہنچا۔
"کپتان! تم نے بھی سنا جو ڈے نے کہا" اس نے پوچھا۔
اب بیری جو بولا ہے تو ایسا معلوم ہوا جیسے الفاظ ادا کرنے میں اسے تکلیف ہو رہی
ہے۔
"اولیور۔ اب 'اب' کیا ارادہ ہے تمہارا؟ اس نے پوچھا۔"
"یہی کہ ان سواروں سے نپٹ لیا جائے۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔ ہاں۔ جیسا تم کہو" ایک دفعہ نپٹ لو ان سے۔"
اور بیری چند قدم آگے بڑھ کر رک گیا۔ چاندنی پوری طرح سے اس کے چہرے پر
پڑ رہی تھی اور اس کے بال چاندی کے تاروں کی طرح چمک رہے تھے۔"
سیلٹر ایک سیکنڈ تک بیری کی طرف دیکھتا رہا۔"
"ٹھیک ہے دوستو۔ اس نے ملاحوں سے کہا۔ کھڑکیوں کے پیچھے' ہر سوراخ کے پیچھے
جم جاؤ۔ اور اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔"
"اور اگر ہمیں کچھ نظر آجائے تو؟"۔
"گولی ماردو۔"
بیری جرمی کے قریب پہنچا' لڑکے نے بندوق اسکی طرف بڑھادی اور بیری بندوق لے

کر مغربی دیوار کی کھڑکی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

متوقع تاہم غیر متوقع طور پر بندوق کی گرج نے مکان کی خاموشی کے چیتھڑے اڑا دیے اور ایک لمحہ سے بھی کم وقت کے لئے باربر کی بندوق کی نالی سے نکلے ہوئے بارودی شعلے نے کھڑکی کو روشن کردیا۔ بندوق کے دھماکے کے فوراً بعد ہی ایک فلک شگاف چیخ سنائی دی۔

"شاباش! گرادیا سور کو" ڈوئل نے کہا۔

پھر ڈے کی بندوق گرجی۔ اور دوسری بندوق لینے کے لئے جرمی کی طرف گھوما تو ولکن نے چیخ کر کہا۔

"ہم گھر گئے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم گھر گئے ہیں۔"

اور پھر اس نے بھی بندوق چلادی۔

وہ لوگ ہوشیار اور چوکنے کھڑے اس جنگل میں دیکھنے کی کوشش کررہے تھے جو ا کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ولکن سن دوسری بھری ہوئی بندوق لے کر اپنی جگہ واپس آگیا تھا۔ بیری کی بندوق گرجی' دوسری چیخ سنائی دی اور پھر ایک ٹہنی ٹوٹنے کی آ سنی ڈوئل نے اپنی کھڑکی کی طرف سے ذرا سا گھوم کر باربر سے اونچی آواز میں کہا کہ ایک سن لے۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ یہ سالا ہمارا لائق کپتان چیخ رہا ہوتا۔ جب یہ وحشی اس ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہوں گے تو خدا کرے کہ میں اس کے تڑپنے کا تماشہ دیکھنے کے وہاں موجود رہوں۔"

باربر ایکدم سے اس کی طرف گھوم گیا۔"

"لعنت ہو تم پر ڈوئل" اس نے سکون لیکن غصے سے کہا "خدا تم سے سمجھے کہ ایک نمک حرام اور باغی سور ہو"۔

ہر ایک کی طرح سلیٹر نے بھی ڈوئل کی یہ بات سنی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف کیونکہ اب ڈوئل سے نپٹنے اور اس۔ معاملے کا فیصلہ کرنے کا وقت آگیا تھا جسے اب نظر انداز کیا جارہا تھا۔ ڈوئل نے اپنی بندوق چھوڑدی جو دیوار سے ٹک گئی اور وہ سلیٹر انتظار کرنے لگا جو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جرمی بندوقوں طرف لپکا کہ انہیں سلیٹر کے راستے سے ہٹادے۔"

اور عین اسی وقت جزیرے والوں نے حملہ کردیا۔"

ابتدائی فوقیت انہیں حاصل رہی کیونکہ انہوں نے بغیر کسی تمہید کے۔ اچانک حملہ

تھا۔ آرگو والے سلیٹر اور ڈوئل کی زندگی اور موت کے اس مقابلے کے منتظر تھے جو اس بات کا فیصلہ کردینے والا تھا کہ ان کا سردار کون ہے جبکہ زبردست اور خون منجمد کردینے والی چیخوں نے ان کے کانوں کے پردے پھاڑ دیے اور تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ سے گھر کی دیواریں لرز گئیں۔"

"فائر" سلیٹر نے بندوق لینے کے لئے لپکتے ہوئے حکم دیا۔"

اور چند سیکنڈ میں ہی گھر میں دھواں بھر چکا تھا اور فضا بارود کی بو سے بوجھل تھی اور ہوا پستولوں اور بندوقوں کے دھماکوں سے لرزتی پھر رہی تھی اور ان چند سیکنڈ میں ہی صورت حال بدل چکی تھی کیونکہ آرگو والوں نے اپنی گھبراہٹ پر قابو حاصل کرلیا تھا اور حملہ آوروں کے جسموں میں پستولوں اور بندوقوں کی گولیاں متواتر روانہ کر رہے تھے۔ باہر سے ان لوگوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں جنہیں گولیاں لگ رہی تھیں اور وہ لوگ چلا رہے تھے جو خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔"

جتنی تیزی سے آرگو والے بندوقیں چلارہے تھے اتنی ہی پھرتی سے یا تو بندوقیں دوبارہ بھر لیتے تھے یا جرمی سے بھری ہوئی بندوق لے لیتے تھے۔ کئی ایک گولیاں جنگل میں ادھر ادھر گر کر بیکار گئیں لیکن زیادہ تر گولیوں نے اپنے نشانے تلاش کرلئے۔ بغیر دم لئے بندوقیں گرجتی رہیں اور دھوئیں کے مرغولوں میں بارود کے شعلے لپک لپک جاتے تھے دھواں گھر میں سے اڑ کر باہر آیا لڑھکتا ہوا جنگل میں گھسا اور اس نے حملہ آواروں کو پریشان کردیا کیونکہ اس کی بارودی بو اور گلے میں خراش ڈال دینے والی اس کی خصوصیت ان کے لئے نئی چیز تھی۔

سیاوا کونے میں دبکی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں اور کان اس شیطانی چمک اور گرج سے پھٹے جارہے تھے اور بارودی دھوئیں نے اسے کھانستا کھنکھارتا کردیا تھا۔ پاویل نے آنکھیں کھول دیں۔ دھماکوں سے اسے ہوش آگیا تھا اور وہ سیاوا کا سہارا لے کر نیم دراز ہو گیا تھا۔ سلیٹر نے سیاوا کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو اسے سیاوا کے خوف اور گھبراہٹ کا احساس ہوا اور وہ اس کی ڈھارس بندھانے کے لئے مسکرایا۔"

بندوقوں نے جزیرے والوں کی ہمت پانی کردی اور وہ' وہ نہ کرسکے جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ یعنی چاروں طرف سے گھر پر فوری حملہ جو سفید فاموں کو بے بس کردیتا کیونکہ جزیرے والے تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ لیکن انکا خوف اور انکی ناقابلیت ان پر غالب آگئی اور سلیٹر جانتا تھا کہ جب تک وہ بندوقیں چلاتے رہیں گے جزیرے والے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

یہ سلیٹر تھا جس نے سب سے پہلے پہلا جلتا ہوا تیر دیکھا۔

تیر اندھیرے میں سلگتا ہوا آیا دیوار کے ریشوں کو توڑتا ہوا گھر میں گھسا اور اس کے بیروں کے قریب گرا۔ وہ دوسرے جلتے ہوئے تیر آئے۔ جلتے ہوئے تیر چلانے والے اپنے جلتے ہوئے تیروں کی روشنی کی وجہ سے آسان نشانہ تھے۔ ان میں سے ایک آرگو والوں میں سے کسی کی بندوق کا نشانہ بن کر خود اپنے جلتے ہوئے تیر پر گرا اور فوراً ہی اس کا لنگوٹ اس کی ٹانگوں کے درمیان جلنے لگا۔"

اور اب ایکبار پھر سفید فاموں کے گھبرانے کی باری تھی۔"

ایک تیر ڈے کے لگا جو اس کے دائیں کان کے نیچے گردن میں گھس گیا۔ مرتے وقت اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی البتہ وہ سلیٹر پر گرا۔ سلیٹر کے منہ سے ایک گالی نکل گئی تاہم اس نے مرے ہوئے ڈے کو اپنے اوپر سے اٹھایا' فرش پر لٹادیا اور پھر گولیاں چلانے میں معروف گیا۔

ایک پتھر باربر کے کان پر لگا۔ وہ چکرا کر گرا۔ بندوق اسکے ہاتھ میں تھی۔ ایک لمحہ تک وہ فرش پر بیٹھا اپنا بڑا سر ہلاتا رہا اور اپنا کان' جو خون سے سرخ تھا' ایک ہاتھ سے رگڑتا رہا پھر وہ اٹھا' اپنی جگہ پر واپس آیا اور بندوق چلانے لگا۔

پارکون کی چیخ سنائی دی جو بیری کے قریب تھا۔"

"مسٹر سلیٹر! جلدی صاب! باورچی خانے کی عمارت جل رہی ہے۔"

سلیٹر دوڑ کر پارکون کی کھڑکی پر پہنچا۔ شروع میں تو اسے کچھ دکھائی نہ دیا سوائے باورچی خانے کی عمارت کے جو چاندنی میں ایک کالے ٹیلے کی طرح نظر آرہی تھی۔ اور پھر اسے اس دیوار میں' جو ان کی قیام گاہ کے قریب تھی' شعلوں کی دراڑیں سی نظر آئیں اور ساتھ ہی شعلوں کی سرسراہٹ اور خشک لکڑیوں کے چٹخنے کی آوازیں سنائی دیں۔

اس آگ نے پورے میدان کو اجالا دیا تھا اور آرگو والے اس طرف متوجہ ہوگئے تھے چنانچہ سلیٹر نے انہیں گولیاں چلاتے رہنے کا حکم دیا اور خود ان چنگاریوں کا منتظر رہا جو ان کی قیام گاہ میں آگ لگا دینے والی تھیں۔ لیکن وہ چنگاریاں اس طرف نہ آئیں۔ ہوا بند تھی چنانچہ دھواں اور شعلے آسمان کی طرف بلند تھے۔ جزیرے والوں نے یہ آگ قصداً لگائی تھی یا نہیں یہ سلیٹر نہ جانتا تھا البتہ اتنا ضرور تھا کہ جزیرے والوں کے چند آدمی اس میں پھنس گئے تھے۔

چھت کا ایک حصہ شعلے اور چنگاریاں اگلتا اندر کی طرف گرا تو کئی چیختے اور چلاتے ہوئے آدمی بھاگ کر باہر آئے۔ ایک کے بال جل رہے تھے اور وہ دیوانوں کی طرح چیخ رہا

اور اپنے تیل میں چپڑے اور خشک گھاس کی طرح جلتے ہوئے بال دونوں ہاتھوں سے نوچ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے مٹھی بھر جلتے ہوئے بال اس کے ہاتھ میں تھے۔ دوسرے کا لنگوٹ جل رہا تھا اور تیسرا پورا کا پورا سلگ رہا تھا۔

چند منٹوں میں ہی باورچی خانے کی عمارت راکھ ہوچکی تھی البتہ چند ستون بھوتوں کی طرح کھڑے شعلوں کی زبانیں لپکا رہے تھے اور اب' باورچی خانے کی عمارت کے دوسری طرف' جزیرے والوں کی ایک قطار کو دیکھا جاسکتا تھا۔ وہ کھڑے جلی ہوئی عمارت کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"تمہاری ایسی کی تیسی" پارکون نے دانت پیس کر کہا۔

اور اس نے گولی چلادی اور اس سے پہلے کہ وہ بھاگ کر جنگل میں چھپتے بیری نے بھی گولی چلادی۔

باورچی خانے کی عمارت کو آگ لگا دینا اس جنگ کا نقطہ عروج اور ایک اہم نیا موڑ تھا۔ غالباً جزیرے والوں کو امید تھی کہ اس سے سفید فاموں کی قیام گاہ بھی آگ کی لپیٹ میں آجائے گی اور اگر ہوا بند نہ ہوتی تو' سلیٹر جانتا تھا کہ' پھر ان کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ وہ اس قسم کی جلتی ہوئی موت کے خیال سے ہی کانپ گیا۔

بندوقوں کی آخری باڑھ نے رات میں شگاف ڈال دیا۔

اور جزیرے والوں کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ ان کی ساری بہادری اور دلیری کوچ کر گئی۔ آرگو والوں نے چیخ کر کوئی حکم دیئے جاتے سنا جسے کئی آوازوں نے دہرایا۔ یہ حکم سنتے ہی سیاوا اٹھی' دوڑ کر سلیٹر کے قریب آئی اور اس کی آستین کھینچ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اسکے اس بے موقع دخل سے سلیٹر غصہ ہوکر ایکدم سے اس کی طرف گھوم گیا۔ اور پھر وہ سمجھ گیا۔ انہوں نے جو تحکمانہ آواز سنی تھی وہ کوئی اشارہ تھا جسے صرف سیاوا سمجھتی تھی۔ ڈوئل اب بھی پستول چلارہا تھا لیکن جزیرے والے اپنے زخمیوں کو چھوڑ کر جنگل میں بھاگ چکے تھے۔ سفید فاموں نے جنگ جیت لی تھی۔

پندرھواں باب

انہیں کچھ زیادہ جانی نقصان برداشت نہ کرنا پڑا تھا۔ صرف جوناس ڈے مارا گیا تھا اور کئی ایک کو معمولی زخم آئے تھے۔ بیری کی دائیں آنکھ سوج گئی تھی۔ دیوار کا ایک حصہ

ایک پتھر کی ضرب سے ٹوٹ کر اس کی آنکھ پر لگا تھا۔ باربر کا کان زخمی ہوا تھا' ڈوئل کے دائیں بازو پر ایک لمبی خراش تھی جو غالباً تیر سے آئی تھی اور ولکن سن کے گھٹنے پر پتھر لگا تھا جس سے کھال پھٹ گئی تھی۔

ڈے کی لاش دروازے میں پڑی ہوئی تھی۔ سلیٹر اسے وہاں سے ہٹانے کے لئے اس پر جھکا جب ڈوئل اپنے بازو کے زخم پر رومال دبائے ہوئے باہر جانے کے لئے اس کے قریب سے گزرنے لگا تب سلیٹر نے جلدی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور ... دونوں کی نگاہیں ملیں۔ ایک سیکنڈ تک وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رہے۔ جنگ اور ڈے کی موت نے سلیٹر کے اعصاب جھنجھنا دیئے تھے تاہم اس کا وہ احساس برتری اب بھی موجود تھا جو اس نے کمان اپنے ہاتھ میں لیتے ہی محسوس کیا تھا۔ چنانچہ وہ اب بھی ڈوئل کو سبق دینے کے لئے تیار تھا حالانکہ جانتا تھا کہ دست بہ دست لڑائی میں میدان دیوہیکل ڈوئل کے ہاتھ رہے گا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ سارے ملاحوں کی نظریں ان دونوں پر مرکوز تھیں۔ سلیٹر نے بغیر کسی گھبراہٹ یا غصے کے ڈوئل سے کہا۔

"اسے اٹھانے میں میری مدد کرو۔ ہم اسے باہر لے جائیں گے۔"

ایک لمحہ کے لئے ڈوئل نے جنبش نہ کی۔ پھر رومال اپنے بازو پر لپیٹ کر وہ جھکا اور ڈے کی لاش کو شانوں کے نیچے سے پکڑ لیا' سلیٹر نے ٹانگیں پکڑیں اور وہ دونوں لاش اٹھا کر باہر لے گئے۔

سیاوا پاویل کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ جرمی نے ساری بندوقیں بھر کر کمرے کے عین بیچ میں فرش پر رکھ دی تھیں۔ سلیٹر لالٹین جلانے کے لئے واپس اندر آیا اور جب اس نے لالٹین جلائی تو جرمی اٹھ کر پاویل اور سیاوا کے قریب جا بیٹھا اور شرم و حیرت کے ملے جلے جذبات سے لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی برہنگی سے وہ شرم محسوس کر رہا تھا تاہم اس نے سیاوا کی نظر میں' جس سے اس نے جرمی کو دیکھا' شفقت پہچان لی اور اس لڑکی کی دوستی حاصل کرنے کی آرزو اس کے دل میں بیدار ہوگئی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنے دل میں رشک کا ہلکا سا جذبہ بھی محسوس کیا کیونکہ اب' اس نے محسوس کیا' صرف وہی نہیں بلکہ ایک اور ہستی بھی اس کے پیارے سلیٹر کو چاہتی تھی۔

بیری سلیٹر کو لالٹین جلاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی روشنی اس کے چہرے پر رینگ آئی اور پھر پورے مکان میں پھیل گئی۔"

"تم کہو گے سلیٹر کہ میں نے سخت غلطی کی تھی" بیری نے کہا "تم کہو گے کہ میں احمق

ہوں۔ تم کہو گے کہ میں نے موقع کھو دیا اور اس لئے جوناس ڈے کی جان گئی"۔

"نہیں کپتان" میں ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا" سلیٹر نے جواب دیا۔"

"تو دوسرے ضرور کہیں گے" بیری نے کہا اور دروازے میں سے باہر دیکھا۔ ملاح نیم دائرے میں خاموش کھڑے تھے۔ جنگل میں کوئی ہچکیاں لے رہا تھا۔

"تو پھر اب کشتی پر ہی کپتان" سلیٹر نے کہا۔ یہ سوال نہ تھا اور نہ ہی بیری نے اسے سوال سمجھا۔

"ہاں سلیٹر" بیری بڑبڑایا" بہتر ہوگا کہ تم خود کنارے پر جا کر وہاں لوگوں کو تیار کرو۔ باربر! مسٹر ڈوئل سے ایک منٹ کے لئے یہاں آنے کو کہو" اور ڈوئل دروازے کے سامنے نمودار ہوا تو بیری نے نرمی سے کہا "اندر آجاؤ" ڈوئل جھک کر نیچے دروازے میں سے اندر آگیا "ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ مسٹر سلیٹر کشتی کی طرف جا رہے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنے ساتھ کسی کو لے جاؤ" یہ بیری نے سلیٹر سے کہا اس کی طرف گھوم کر اور پھر ڈوئل کی طرف گھوم گیا" مسٹر! لوگوں کو سامان سمیٹنے کے کام پر لگا دو"۔

"بیری نے اس کے شانوں کے اوپر سے دروازے کے باہر دیکھا۔"

"ہم اسے سمندر میں دفن کریں گے۔ وہ بولا۔"

"اس کے لئے ہمیں وزن کی ضرورت ہوگی کپتان" سلیٹر نے کہا۔

"وزن؟" بیری نے سلیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ تو پھر ہم یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے اسے دفن کردیں گے مسٹر سلیٹر! تم کشتی کی طرف جاؤ۔ باربر کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ایلیسا ہاکن اور ولکن سن سے کہو...

"ہاکن کے ساتھ پائن ہے صاحب۔"

"ایں۔"

"ہاکن اور پائن ہیں وہاں پہرے پر۔"

"اچھا تو ان دونوں سے کہو کہ لکڑی کے کنڈے ترتیب سے رکھ دیں کشتی لو سمندر میں ڈالنے کے لئے" بیری نے کہا۔

سلیٹر نے لالٹین فرش پر رکھ دی اور سیاوا کی طرف دیکھا۔ موخر الذکر نے سمجھ لیا کہ وہ جا رہا ہے چنانچہ وہ اس کے ساتھ آنے کے لئے اپنی جگہ سے آگے بڑھ آئی۔ سیاوا کی انکھوں میں التجا تھی۔

"ٹھیک" سلیٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔"

بیری سمجھا کہ یہ لفظ اس سے کہا گیا تھا لیکن سلیٹر نے جرمی کو مخاطب کیا تھا اور جرم
نے سمجھ لیا تھا کہ یہ اسی سے کہا گیا تھا.... دروازے کے باہر نکلتے وقت۔ باربر اس کے پیچ
تھا' سلیٹر نے آخری دفعہ سیاوا کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر اطمینان سے سرہلایا کہ جرمی لڑ
کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور اسکی گود میں بھرا ہوا پستول تھا۔

سلیٹر باربر کو بڑی احتیاط سے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ جب وہ پگڈنڈ
چھوڑ کر ڈھلان کے قریب پہنچے جس کے اوپر سے ساحل شروع ہو جاتا تھا تو سلیٹر نے بار
کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا۔

"احتیاط سے باربر۔ ان لوگوں نے بندوقوں کے دھماکے سن لئے ہوں گے چنانچہ لبلب
پر انگلی رکھے تیار بیٹھے ہوں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہمیں جزیرے والے سمجھ کر ہمیں
اپنی گولیوں کا نشانہ بنا دیں۔"

"آواز دیتے ہیں انہیں" باربر نے جواب میں سرگوشی کی۔"

"ہاں۔ لیکن پہلے ہم خاموشی سے ڈھلان کی چوٹی پر چڑھ جائیں اس طرف سے" سلیٹر
نے ان چند صنوبروں کی طرف اشارہ کیا جو ان کے دائیں طرف اور ساحل کی ریت کے
کنارے پر اگ رہے تھے "باربر! اندھیرے سایوں میں رہ کر آواز دیتے ہیں۔"

سلیٹر نے آہستہ سے آواز دی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں
ٹھنڈک کی لہر دوڑ گئی اور اس نے باربر کو دانت بھینچ کر گالی بکتے سنا۔

"ذرا اونچی آواز میں صاب" باربر نے کہا۔"

سلیٹر نے پھر پکارا۔ پہلے پائن کو پھر ہاکن کو۔ لیکن دونوں میں سے کسی کی طرف سے
جواب نہ آیا۔ پورے ساحل پر۔ کشتی اور اس کے چاروں طرف درختوں کے جھنڈ پر
چاندنی بکھری ہوئی تھی۔

"باربر" سلیٹر نے کہا "بندوق کا گھوڑا چڑھاؤ ہم ایکدم سے دوڑ کر جاتے ہیں۔"

کشتی تباہ کر دی گئی تھی۔ پہلو کے تختے پھٹے ہوئے تھے' اندر کی طرف گرے ہوئے تھے
عرشہ ٹوٹا ہوا تھا اور فریموں میں سے تختے اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ کشتی اب مرمت کے قابل
نہ رہی تھی۔ اور اس کے اگلے حصے پر خون تھا جو جم کر لوتھڑا بن رہا تھا۔ صرف چپوار کی
افقی کڑیاں محفوظ تھیں جو ٹوٹے ہوئے تختوں میں لگی ہوئی تھیں' اور پیندے کے آڑے
شہتیر بھی ٹوٹے ہوئے نہ تھے۔ گھومنے والی توپ' جو بھری ہوئی تھی' بے بسی سے آسمان کی
طرف اٹھی ہوئی تھی۔

یہ عجیب بات تھی کہ جزیرے والے آلات نہ لے گئے تھے۔ زیادہ تر آلات کشتی کے

قریب موم جامے میں لپٹے اسی طرح پڑے ہوئے تھے جس طرح کشتی پر کام کرنے والے
چھوڑ گئے تھے۔

سلیٹر نے گھوم کر سمندر کی طرف دیکھا۔ ساحلی جھیل کا پرسکون پانی چاندنی میں چاند کی
طرح چمک رہا تھا۔ وہ بھی خاموش تھا اور باربر بھی خاموش تھا۔ یہ اتنا بڑا اور ایسا حوصلہ
شکن واقعہ تھا کہ اس کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ سلیٹر نے سمجھ لیا کہ یہ ان
لوگوں کا بس خاتمہ تھا۔ اب فرار کی کوئی امید نہ تھی الایہ کہ وہ نئے سرے سے نئی کشتی
بناتے۔ یعنی بالکل شروع سے۔ یعنی درختوں کے کاٹنے سے لے کر کشتی کی آخری کیل
تک۔

انتہائی مایوسی اس پر مسلط ہو گئی۔ ایک خوفناک برفیلے غیبی ہاتھ نے اس کے دل کو
دبوچ لیا۔ اس خاموشی کو باربر نے توڑا۔

"آلات" اس نے کھنکھار کر حلق صاف کرتے ہوئے کہا۔ ساتھ لے لیں صاب؟"۔

"ہاں" سلیٹر نے جواب دیا۔"

؟صاب! مستولوں کے قریب دیکھا جائے چل کر؟" باربر نے کہا۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور وہ بائیں طرف چل پڑا۔ قینچی دار گھوڑیوں سے کوئی پچاس فٹ دور انہوں نے
کسی کے کراہنے کی آواز سنی۔ سلیٹر کا دایاں ہاتھ' جس میں پستول تھا' ایکدم سے اوپر اٹھ
گیا۔ اس نے دوسرا پستول بھی گھسیٹ لیا۔

"باربر!" اس نے سرگوشی میں کہا "تم یہیں ٹھہرو۔ اور میرا انتظار کرو۔"

وہ احتیاط سے آگے بڑھا اور درختوں کے سایوں کے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا اور اندھیر
میں جھانکنے لگا۔ کراہ کی آواز پھر آئی۔ اس دفعہ زیادہ صاف اور بلند تھی اور پھر اس نے
ریت پر کسی کے چلنے یا گھسٹنے کی آواز سنی۔ وہ آگے بڑھا۔ وہ درختوں کے اندھیرے سایوں
میں تھا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آواز کس طرف سے آئی تھی کہ اس نے
پھر کسی کو حرکت کرتے سنا۔ اس نے اپنا پستول اٹھایا۔ اور سوچا کہ پہلے دائیں ہاتھ کا پستول
چلایا جائے اور پستول چلاتے ہی اچھل کر ایک طرف ہو رہے اور اگر یہاں جزیرے والے
ایک سے زیادہ ہوں تو پھر دوسرا پستول چلائے۔ اور اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی کہ باربر
کی بندوق کا نشانہ خطا نہ کرے۔"

اور وہ اس کے قریب پہنچ گیا اور' وہ اٹھ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ عین اس کے سامنے۔ سلیٹر
کی شہادت کی انگلی کا دباؤ لبلبی پر بڑھ گیا۔ وہ لبلبی دبانے ہی جا رہا تھا کہ اس نے کسی کو لعنت

بھیجتے سنا۔
"کون ہے؟" اس نے پوچھا اور اس کے حلق میں پھندا پڑ گیا۔
کس کی آواز تھی یہ؟ کیا واقعی کسی نے لعنت کا لفظ کہا تھا؟ کہیں اس کے کانوں نے اسے دھوکا تو نہیں دیا؟ کہیں یہ کوئی زخمی وحشی تو نہ تھا جو اپنی بولی میں کچھ بڑبڑا رہا تھا؟ ا
وہ آواز پھر آئی۔ اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس نے اپنے دونوں پستول پ میں اڑسے اور آگے کی طرف بھاگا۔
"باربر! آجاؤ" اس نے پکار کر کہا۔
یہ جیب پائن تھا۔
سلیٹر اور باربرا اسے کچھ اٹھاتے اور کچھ چلاتے قیام گاہ پر لے آئے اور وہاں ملاح نے اسے ایک ستون سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ اسکی بائیں آنکھ کے چاروں طرف خون جم اور خشک ہو کر پھٹ گیا تھا اور بارود نے اس کے گال اور ماتھا سیاہ کر دیا تھا۔
زخمی کو یوں آرام سے بٹھا دیا گیا تو سلیٹر نے ساتھیوں کو وہ داستان سنائی جو یہاں آ وقت راستے میں خود پائن سے اس نے سنی تھی۔
پائن ساحل پر اتر کر پیشاب کر رہا تھا کہ جزیرے والے بحری راستے سے اور کشتی پیچھے سے آئے اور بے خبر پائن پر حملہ کر دیا۔ اس بے چارے کو پتہ بھی نہ چلا کہ ا کس نے مارا اور کس چیز سے مارا۔ پائن نے چند وحشیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔" (اسکا ا یقین تھا) اور پھر پتھر یا شاید پھینک کر مارا ہوا ڈنڈا اس کے ماتھے پر لگا' وہ چکرا کر گرا اور اسے کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔
سلیٹر خاموش ہو گیا اور وہ سب بھی خاموش رہے۔ اور اس خاموشی میں پاویل ہ میں آیا' بڑی دقتوں سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور سہارا لینے کے لئے سیاوا کو پکڑ لیا۔ اس آنکھیں وحشت زدہ اور پھٹی ہوئی تھیں جیسے اس کے چہرے میں دو سفید گول پتھر جڑ ہوئے ہوں اور اس کے ہونٹوں کے دونوں کونوں سے رال ٹپک رہی تھی۔
اور جب وہ بولا ہے تو اس کی آواز حیرت انگیز حد تک جاندار تھی۔
"دوستو! اب نہ تو تم پورٹ جیکسن جاؤ گے اور نہ کہیں اور بلکہ۔۔ اسی جزیرے پ ان آدم خوروں کے درمیان ہی رہو گے اور تمہارا انجام جو ہونا ہے وہ ہو گا۔ یہیں! ا یقین رکھو۔"
اور جیسے اب کچھ کہنے کو باقی نہ ہو وہ پیچھے کی طرف ڈھے گیا' اسکی آنکھیں پھٹی تھیں اور بے نور آنکھوں سے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے پانی طلب ک

لئے سیاوا کو پکڑنے کے لئے اپنا خشک لکڑی جیسا ہاتھ اٹھایا۔ اس کی زندگی کی یہ آخری تھی' اس کا اٹھا ہوا ہاتھ سیاوا تک پہنچنے سے پہلے ہی بے جان سے گرا' اس کی یں بیری کی طرف گھوم گئیں۔ ان میں بے پناہ التجا تھی اور پھر اس کا سر ڈھلک گیا۔
یاوا اٹھ کر کھڑی ہو گئی' وہ کانپ رہی تھی اور وہ ایک ایک کی طرف دیکھ رہی تھی اسے خوف ہو کہ پاویل کا ذمہ دار وہ لوگ اسے سمجھ رہے ہیں۔ سلیٹر نے آگے بڑھ کر ی اٹھائی تو سیاوا دونوں بازو پھیلا کر اسکی طرف دوڑی۔

سولہواں باب

سلیٹر نے تجویز پیش کی کہ پاویل اور ڈوے کو چٹائی ہٹا کر اور قیام گاہ کا فرش کھود کر وہیں دیا جائے۔ قبر کھودنے' دونوں لاشوں کو اس میں رکھنے' مٹی ڈال کر فرش ہموار ے اور اوپر واپس چٹائی بچھانے میں ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ صرف سیاوا کو یہ تدفین عجیب م نہ ہوئی کیونکہ جزیرے میں یہ رواج تھا کہ جو اپنے گھر اور دوستوں میں مرتا تھا اسے یعنی گھر میں ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ لیکن جزیرے والوں میں ایسے خوش قسمت بہت تے۔
بیری کے ہاتھ میں اب بھی دعاؤں کی کتاب تھی جب اس نے ملاحوں میں شراب کرنے کا حکم دیا۔ ڈوئل نے ناپ ناپ کر تقسیم کرنی شروع کی۔ ہر شخص باری باری پنے حصہ کی شراب پینے آگے بڑھ آتا تھا۔ وہ لوگ خاموشی سے اور میکانکی انداز میں کر رہے تھے۔ سلیٹر غور سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس علامت کا منتظر تھا جو یہ رتی کہ یہ لوگ اب عاجز آچکے ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہیں۔ اس نے ڈوئل کی طرف اور خاموشی سے شراب کے ڈونگے بھر کر دے رہا تھا اور ایک کے پاس سے خالی پیالہ اور اسے بھر کر دوسرے کی طرف بڑھا رہا تھا۔ اور تب بیری نے' جو دعاؤں کی کتاب بھی یوں پکڑے ہوئے تھا جیسے وہ کوئی تعویذ ہو' بولنا شروع کیا۔
"تو ہماری کشتی بھی گئی" اس نے اپنی تیکھی اور بلند آواز میں یوں کہا جیسے آدھ بیچ میں ہوئی گفتگو کو پھر شروع کر رہا ہو" تم کہو گے کہ یہ گویا اونٹ کی کمر پر آخری تنکا تم کہو گے کہ یہ آخری نقصان حوصلہ شکن ہے اور اب کوئی امید نہیں۔ لیکن ساتھیو!

ابھی ہم زندہ ہیں اور اب بھی بچ جانے کی امید ہے۔ ہمارے پاس آلات موجود ہیں
ہرچند کہ ہمارا بڑھئی اب ہمارے درمیان نہیں رہا۔ خدا اسے غریق رحمت کرے
ہم کشتی بناسکتے ہیں۔ ہم ماہر ملاح ہیں اور یہ ہم جانتے ہیں اور خدا ہمارا حامی اور مد
یہ بھی ہم جانتے ہیں "اور اس نے دعاؤں کی کتاب کی طرف دیکھا اور پھر د
ساتھیو! یہ ہم جانتے ہیں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

بیری کی آواز شکست کی آواز تھی۔ یہ الفاظ جن میں امید تھی محض سطحی س
جو امید تھی وہ جھوٹی تھی۔ اس میں کوئی گہرائی نہ تھی۔ یہ محض طفل تسلی تھی او
اسکا احساس تھا چنانچہ ملاحوں نے مایوسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بے
سرہلائے۔

"بری کشتی تو موجود ہے ہی۔ یہ نہ بھولو ساتھیو" بیری نے سلسلہ کلام جار
ہوئے کہا۔

"اور آرگو بھی ہے۔"

"میرے خدا!" سلیٹر نے کہا اور بے چینی چھپانے کے لئے اپنے جسم کا بوجھ
دوسری ٹانگ پر منتقل کردیا۔ تاہم اس نے ڈوکل پر سے نگاہیں نہ ہٹائیں اور یہ بھ
کرلیا کہ ڈوکل تک اس کے پستول کی گولی کا راستہ صاف تھا۔ بیچ میں کوئی حائل نہ

"میں یہ نہیں کہہ رہا دوستو' بیری نے کہنا شروع کیا" کہ آرگو ہمارے کسی
ہے۔ نہیں۔ وہ تو بالکل بیکار ہوچکا ہے لیکن۔ بڑی کشتی موجود ہے۔ ہم اسے آر
آئے ہیں اور اسے کچھ زیادہ نقصان بھی نہیں پہنچا۔ ایک دو دن میں ہم اسے بحر
قابل بنادیں گے۔ نہیں دوستو! ہم ابھی مایوس نہیں ہوئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہو
جزیرے والوں نے ہمیں یہاں قید کرلیا ہے' پھانس لیا ہے لیکن یہاں سے بچ نکل
اب بھی ہے۔"

اور اب بیری نے گھوم کر سیاوا کی طرف ہاتھ اٹھادیا۔ سلیٹر ہوشیار ہوگیا ا
نگاہیں ایک سیکنڈ کے لئے ڈوکل پر سے ہٹ گئیں۔

"یہ لڑکی ہمارے ساتھ ہے؟ بیری نے کہا" اور یہ ہمیں اپنی راہبری میں جز
دوسرے سرے تک لے جاسکتی ہے "اس کی آواز اب بلند ہوچکی تھی جیسے وہ ا
چھپانے کی کوشش کررہا ہو۔ وہاں ہم کوئی محفوظ جگہ تلاش کرلیں گے۔ یہ لڑکی ا
ایسی جگہ" وہ اب بھی سیاوا کی طرف دیکھ رہا تھا "اور وہاں ہم بیٹھ کر ایک بیڑا بنا
ہمیں آرگو تک پہنچادے۔"

ہاں۔ یہ ہم کرسکتے ہیں "ہم بیڑا بناسکتے ہیں۔ ہم جزیرے کے دوسرے سرے پر جاسکتے
ہمارے پاس اوزار ہیں اور ہم اب بھی بڑی کشتی میں سوار ہو کر پورٹ جیکسن پہنچ
ہیں۔"

ڈوکل ایک دم سے آگے بڑھا لیکن سلیٹر پہلے ہی سے تیار تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے
ہا کے اور بیری اور ڈوکل کے درمیان آکھڑا ہوا اور اس نے جلدی سے بیری کی
ت کو منقطع کرتے ہوئے کہا۔"

"کپتان بیری! صبح زیادہ دور نہیں ہے اور اگر ہمیں جزیرے کے دوسری طرف پہنچنا
بہتر ہوگا کہ ہم دن نکلنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔"

بیری نے اس کی طرف دیکھا۔ کپتان کی زخمی آنکھ سے پانی بہہ رہا تھا۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ بڑی کشتی" ایں! میں نے کیا کہا تھا کہ امید اب بھی......

لیکن بیری کے بات ختم کرنے سے پہلے ہی سلیٹر ایکبار پھر باگ اپنے ہاتھ میں لے چکا

"مسٹر ڈوکل!" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا" سامان باہر پہنچوا دو اپنی نگرانی میں۔"

اور ملاحوں نے بڑی خوشی اور رضامندی سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ ہر شخص اپنے
کے صندوق یا گٹھریاں دوسری چیز کی طرف لپکا۔ لیکن سلیٹر منتظر کھڑا رہا۔ اس نے
میں خطرے اور بغاوت کی بو پائی تھی۔ اور اس کے دل میں ایک طرح کا خوف اور
دست بہ گریباں تھا جو اس نے اپنے کیبن میں اس وقت محسوس کیا تھا جب آرگو
کی چٹانوں پر ٹک گیا تھا۔ ڈوکل کے لئے احترام اور دوستی کا جذبہ۔ اس نے ڈوکل
چہرے کی طرف دیکھا۔ ڈاڑھی والا' خوبصورت چہرا اور اس کی آنکھیں اتنی ہی تھکی
ہیں جتنی کے سلیٹر کی۔ اسے یاد آیا کہ جب جہاز طوفان میں پھنس گیا تھا تو دیوہیکل
نے کیا کچھ قابل تعریف کام کیا تھا' اسے یاد آیا کہ ڈوکل بھی اسی کی طرح جری کو
تھا اور اسے یاد آیا کہ ڈوکل ایک عمدہ ملاح تھا اور اسے دوست بنانے میں ہی
تھا۔"

اور سلیٹر وہ روک توڑ دینا چاہتا تھا جو خود ڈوکل نے انکے درمیان کھڑی کردی تھی۔ وہ
دوست اور اپنا دست راست بنانا چاہتا تھا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ لوگ سامان باندھ کر' آپس میں تقسیم کرکے اور اسے
روانہ ہوچکے تھے۔

سیاوا ان کی راہبری کررہی تھی۔ وہ آگے آگے ایسی تیز رفتاری سے چل رہی تھی کہ

سلیٹر کو اسے آہستہ چلنے کا اشارہ کرنا پڑا کیونکہ اکثر مقامات پر چاندنی نہ پہنچ رہی تھی
اندھیرے میں راستے سے ایک قدم بھی ادھر ادھر ہٹ جانے سے وہ سب کے سب
میں سے کوئی بھی بیلوں اور جھاڑیوں میں پھنس سکتا یا دلدل یا کیچڑ کے کسی گھرے
گر سکتا تھا۔ ان کے چاروں طرف سے مچھروں کے بادل اٹھ کر ان پر حملہ آور
تھے۔ سیاوا انہیں حتیٰ الامکان وادیوں میں سے نہیں بلکہ ٹیلوں کی ڈھلانوں اور
سے لئے جا رہی تھی کیونکہ یہاں چاندنی تھی۔ ہرچند کہ پورے چاند کی رات نہ
اس کی روشنی راستہ دیکھنے کے لئے کافی تھی۔ سلیٹر نے راستے میں دو دفعہ ستانے
قیام کرنے کا حکم دیا۔ تمام راستے سب خاموش رہے۔ دو دفعہ مختصر سے قیام کے
میں بھی کسی نے کچھ نہ کہا لیکن جیسے جیسے وہ گاؤں سے دور ہوتے جا رہے تھے ان
بندھتی جا رہی تھی۔

جب وہ جنگل اور ٹیلوں کی بھول بھلیاں سے نکل کر ساحل پر آئے تو وہ دا
غروب ہو چکا تھا اور تارے حتیٰ کہ چاند بھی ماند ہو چلا تھا۔ سیاوا انہیں اس ڈھلا
آئی جہاں کوئی پگڈنڈی نہ تھی۔ وہ لوگ سیاوا کے پیچھے ہی پیچھے یہ ڈھلان اتر
چھوٹے سے جنگل میں پہنچے۔ یہاں زمین ہموار تھی اور نرم نرم گھاس اگ رہی تھی
یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اپنا اپنا سامان اتار کر رکھ دیا۔

اس ٹیلے پر، جو ان کے عقب میں تھا، صبح کی پہلی کرن اتری تو سیاوا نے آگے
سلیٹر کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ اسے جنگل کے کنارے پر لے آئی۔ سلیٹر نے اپنے چہرے پر سمندری ہوا
کی اور موجوں کی آواز سنی۔ اور صبح کی روشنی میں اسے مونگے کی وہ چٹانیں صاف
دیں جن پر موجیں ٹوٹ رہی تھیں۔ اور پھر صبح کی روشنی میں اور ساتھ ہی سلیٹر کی
نظر میں بھی اضافہ ہوا اور اب سمندری وسعتیں، افق تا افق اسکے سامنے تھیں۔
لیکن جہاز کی لمبی کشتی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

سترہواں باب

سلیٹر اور سیاوا واپس آئے اور جب سلیٹر نے بتایا کہ بڑی کشتی کا کہیں کوئی پتا
وہ سب کے سب خاموش رہے۔ بیری نے کتنی ہی امید دلائی تھی اور وہ امید کی

میں جگائے رات کے اندھیرے میں طویل فاصلہ طے کر کے اس ٹیلے پر، اس محفوظ مقام پر
آئے تھے لیکن اب .... ان کی امید اوندھے منہ گری تھی۔ اب وہ جان چکے تھے کہ آرگو
نہیں رہا تھا، بڑی کشتی نہیں رہی تھی اور اب اس جزیرے سے فرار ہو کر پورٹ جیکسن
پہنچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اب سب کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ اس جزیرے سے فرار ہو کر
پورٹ جیکسن یا کسی بھی بندرگاہ پر کبھی نہ پہنچ سکیں گے۔

ڈوئل آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہونے لگا۔ اس کی آنکھوں میں .... خوفناک چمک
تھی۔ سلیٹر نے اپنے پیر ذرا سے پھیلا دیئے اور تیار ہو گیا۔ لیکن اب بھی وقت تھا۔ ابھی
شاید وہ گھڑی نہ آئی تھی۔ یا پھر ڈوئل کچھ اور سوچ رہا تھا؟ کیا وہ ابھی اور اسی وقت یہ
معاملہ طے کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا؟ کیا وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس پار یا اس پار؟ یہ عجیب بات
تھی کہ سلیٹر اس وقت بیری کو بھول گیا۔ بیری ماضی کی چیز بن چکا تھا۔ وہ ماضی جو انہیں یہاں
لے آیا تھا۔ اور اب سلیٹر کو جو کچھ کرنا تھا مستقبل کے لئے کرنا تھا۔

اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ اسی وقت سلیٹر کو ڈوئل سے اپنی پہلی ملاقات اپنی تمام تر
تفصیلات کے ساتھ یاد آ گئی۔

بوسٹن کی پرانی بندرگاہ پر آرگو لنگر انداز تھا کہ ایک رات ڈوئل اپنا صندوق اٹھائے
اس پر آیا۔ رات اندھیری طوفانی اور سرد تھی۔ سلیٹر نے ڈوئل سے اس کے تنگ کیبن
میں ملاقات کی اور پھر اپنے کیبن میں آ کر سو گیا۔ ایک گھنٹہ بعد دیدبان نے آ کر اسے جگایا
اور کسی عورت کے متعلق کچھ کہا۔"

سلیٹر نے عرشے پر سے اس عورت کو دیکھا۔ وہ کافی تگڑی عورت تھی جس کا رنگ دبتا
ہوا تھا۔ وہ برستے پانی میں بے پروائی سے کھڑی ہوئی تھی اور اس کے چاروں طرف تختے
چرچرا رہے تھے۔

"یہ نئے نائب کو پوچھ رہی ہے۔ سیکنڈ نائب کپتان کو۔ دیدبان پائرس نے سلیٹر کو مطلع
کیا۔ یہ پائرس خرگوش جیسا پست قامت لیکن بڑے ہاتھوں والا آدمی تھا جو اس کے بعد
کے دوسرے سفر میں دھامپوا کے جزیرے پر غائب ہو گیا اور پھر کبھی نہ دیکھا گیا۔

"کیا چاہتی ہے؟" سلیٹر نے پوچھا۔

"اب یہ میں کیا جانوں، پائرس نے عورت کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اگر انہیں اجرت پہلے
نہ دی جائے تو پھر بچاریوں کو کوئی کچھ نہیں دیتا سوائے دھوکے کے۔ لیکن یہ عورت رنڈی
معلوم نہیں ہوتی۔

"اسے اوپر نہ آنے دینا" سلیٹر نے کہا اور نیچے جانے کے لئے پلٹا۔

"بس یا اور کچھ؟" پائرس نے چیخ کر پوچھا۔"

"میں واپس آرہا ہوں۔"

سلیٹر ڈوئل کے کیبن میں پہنچا۔ وہ بیٹھا اپنے لپٹے ہوئے پستول کھول رہا تھا۔ اس نے ایک پستول ہاتھ میں لے کر چاروں طرف دیکھا۔

"عورت آئی ہے؟" اس نے بڑے اطمینان سے پوچھا۔

"ہاں سلیٹر نے جواب دیا۔"

"اس سے کہہ سکو گے کہ میں اس جہاز پر نہیں ہوں؟ میرا مطلب ہے اگر برا نہ معلوم ہو تو"

"کہہ دوں گا۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے ذرا سا جھوٹ بول دینے میں"

اور وہ جانے کے لئے پلٹا تو ڈوئل نے کہا۔

"وہ رنڈی نہیں ہے"

سلیٹر نے دیکھا کہ یہ الفاظ کہتے وقت ڈوئل کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔"

"میں نے کب کہا کہ وہ رنڈی ہے؟"

وہ کیبن سے نکل کر عرشے پر آگیا۔

"تم نے اس سے یہ تو نہیں کہا کہ ڈوئل اس جہاز پر موجود ہے؟"

سلیٹر نے پائرس سے پوچھا۔

میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔"

"تو پھر اس سے کہو کہ تم نے ایک آدمی تلاش میں بھیج دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

سلیٹر بلند عرشے پر چڑھ آیا اور وہاں سے، نچلے مربع بادبان کے پیچھے سے اس نے اس عورت کی طرف دیکھا جو آگے بڑھ کر گینگ وے کے ماتھے پر لٹکتی ہوئی لالٹین کی روشنی میں آگئی تھی۔ وہ حیرت انگیز حد تک قبول صورت تھی۔ بلند قامت، سڈول اور مضبوط جسم اور آنکھیں بڑی بڑی اور کالی۔ وہ بھیگ کر چوہا ہو رہی تھی، اس کا لباس اس کے جسم سے چپک گیا تھا اور اس شال میں سے، جو اس نے اپنے جسم پر مضبوطی سے لپیٹ رکھی تھی، اس کی بھری بھری چھاتیوں کی گولائیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کے بشرے سے انتہائی مایوسی اور بے چارگی عیاں تھی۔

دوسرے دن علی الصبح آرگو نے لنگر اٹھا دیا۔ گھاٹ پر انہیں رخصت کرنے کے

مختصری بھیڑ جمع تھی اس میں رات والی عورت نہ تھی۔ ڈوئل اس کے متعلق خاموش تھا البتہ سلیٹر اس عورت کے متعلق برابر سوچ رہا تھا کہ ڈوئل نے اسے آخر کیوں چھوڑ دیا ہے۔ یہ چوتھی رات کا ذکر ہے جب سلیٹر کو ڈوئل نے جہاز کے عقبی عرشے پر بلایا۔ وہاں کوئی ان کی باتیں نہ سن سکتا تھا۔ کچھ غصے اور کچھ خجالت سے ڈوئل نے سلیٹر کو بتایا کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی۔ اس نے دس گرہ الفاظ سے زیادہ نہ کہے اور پھر منتظر کھڑا رہا کہ سلیٹر یا تو سرزنش کرے گا یا کچھ پوچھے گا۔

"اوہ۔ مجھے افسوس ہے" سلیٹر نے کہا" بہت اچھی۔ میرا مطلب ہے خاصی قبول صورت تھی وہ"

وہ کچھ اور بھی کہتا، کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا لیکن ڈوئل کے جارحانہ انداز نے اسے خاموش رہنے پر ہی مجبور کر دیا اور دونوں میں دوستانہ اعتبار کا رشتہ قائم نہ ہو سکا۔ اپنی بیوی کو چھوڑ کر بھاگ آنے کے جرم کو سلیٹر نہ تو ڈوئل پر عائد کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی اسے اخلاق کا سبق دینا چاہتا تھا۔ لیکن نیچے آتے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ کیا پتہ ڈوئل نے اس کے متعلق ایسی ہی رائے قائم کر لی ہو۔ کیا پتہ وہ سلیٹر کو محتسب ہی یقین کر چکا ہو۔ بہر حال وہ اس عورت کو نہ بھلا سکا۔ اس کے چہرے پر جو انتہائی مایوسی اور بے چارگی تھی اسے بھی نہ بھلا سکا۔

ڈوئل نے اس عورت کا ذکر پھر کبھی نہ کیا۔

اس کے بعد آرگو صرف ایک دفعہ بوسٹن کی بندرگاہ پر واپس آیا تھا اور تب سلیٹر کو معلوم ہوا کہ وہ عورت مر چکی تھی۔ جس دن آرگو بوسٹن سے روانہ ہوا تھا اس کے دوسرے دن عورت کی لاش گھاٹ کے پلیٹ فارم کے نیچے دو ستونوں کے درمیان پھنسی ملی تھی۔ آرگو اسی پلیٹ فارم سے روانہ ہوا تھا۔ اس عرصے میں پائرس بھی مر چکا تھا اور سلیٹر نے اس رات اس عورت کے آنے کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا۔ چنانچہ یہ ڈوئل کا راز تھا اور سلیٹر اس کا راز دار تھا اس کے باوجود ڈوئل نہ تو جھکا اور نہ نرم پڑا۔ اس کا وہی جارحانہ مزاج قائم تھا۔ سلیٹر کو بھی معلوم ہے کہ وہ عورت مر چکی ہے؟"

اور اب وہ ڈوئل کو آہستہ آہستہ، بہت ہی آہستہ آہستہ کھڑے ہوتے دیکھ رہا تھا جیسے وہ بھی خوفزدہ ہو تاہم اپنے آپ کو روک نہ سکتا ہو۔

"میرے خدا! کیا ڈیل ڈول ہے اس شخص کا" سلیٹر نے دل میں کہا۔

ڈوئل وہ آدمی تھا جو لڑائی کر سکتا تھا اور وہ ذہین اور پھرتیلا بھی تھا۔ سلیٹر نے سوچا کہ کاش وہ جس کے لئے جدوجہد کر رہے تھے اسکا ایک حصہ ڈوئل بھی بن جاتا۔

"کیا ارادہ ہے ڈوئل؟" سلیٹر نے بڑے سکون سے پوچھا۔
یہ تمہیں، معلوم ہے ہی مسٹر سلیٹر، تمہیں اور اس نالائق، جلاد سور کپتان کو بھی۔
ڈوئل کے پہلے الفاظ کے ساتھ ہی دوسرے ملاح اپنی اپنی جگہ سے کئی کئی قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے اور سلیٹر ان کی طرف دیکھ کر ان کا رد عمل معلوم کرنا چاہتا تھا وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کون اسکا طرفدار ہے اور کون ڈوئل کا۔ بیری سلیٹر سے چند قدم دور اور اس کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ تھا کہ سلیٹر اور ڈوئل نے کیا کہا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس آخری مصیبت نے اسے جیسے بالکل ہی نڈھال کر دیا تھا۔
"مسٹر ڈوئل! بہتر ہو گا کہ تم اپنے الفاظ واپس لے لو" سلیٹر نے کہا" یہ تم سنجیدہ نہیں ہو"
"کیوں نہیں ہوں؟ اور میں کچھ بھی واپس نہیں لے رہا۔ اور کیوں لینے لگا؟ بیری نے جہاز مونگے کی چٹانوں میں پھنسا دیا اور اس نے جہاز چھوڑ دیا اور یہ تم بھی جانتے ہو۔ وہ جانتا تھا کہ خشکی دور نہیں تھی۔ ہم سب جانتے تھے۔ اور اگر بیری نے دیوانہ وار کوشش کی ہوتی تو ہم کسی نہ کسی ساحل پر پہنچ جاتے۔
ڈوئل کی دلیل پرزور تھی۔ اس میں سچائی تھی اور اگر کوئی اور وقت ہوتا تو سلیٹر اسے قبول کر لیتا لیکن اب احساس فرض سب پر بالا تھا۔ اسے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا سوائے اپنے فرض کے اور وہ ہر اس شخص سے، پھر وہ کوئی بھی ہو، ٹکر لینے کے لئے تیار تھا جو اس کے اور اس کے فرض کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کرے۔ غرض کہ اسی احساس نے ڈوئل سے صلح صفائی کر لینے کے خیال کو اس کے دماغ سے نکال پھینکا۔ یہ اب بغاوت تھی اور کسی بھی جہاز کے کسی بھی افسر کی طرح سلیٹر اسے برداشت نہ کر سکتا تھا۔
"میں ایک بار پھر کہتا ہوں" ڈوئل کے بڑھتے ہوئے غصے کے مقابلے میں سلیٹر کی آواز پرسکون تھی" کہ تم دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہو۔ کپتان کے متعلق تم نے جو سخت الفاظ کہے ہیں وہ واپس لے لو اور تم ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔ بے شک تمہیں اپنے عہدے سے برطرف کر دیا جائے گا لیکن تم ہم سے الگ نہ ہو گے۔
"میں کچھ واپس نہیں لے رہا۔ نہ الفاظ اور نہ کچھ اور۔ اور وہ بھی تم جیسے اور بیری جیسے بودے آدمیوں کے کہنے سے؟"
"میں یہ آخری موقع دے رہا ہوں۔ اپنے الفاظ واپس لو اور جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل کرو ورنہ خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"حکم کی تعمیل کروں؟ تمہارے اور اس بے وقوف بیری کے حکم کی؟ اس سے بہتر تو میں گولی کھانا سمجھتا ہوں"
ڈوئل نے بیری کی طرف انگلی اٹھائی دور ملاحوں کی طرف گھوم کر کہا؟
"دیکھو اس آدمی کو۔ اس سے زیادہ گنہگار آدمی تم نے اور کوئی دیکھا ہے؟ نہیں دیکھا ہو گا۔ جہنم کے اس طرف تو نہیں دیکھا ہو گا۔ اور یہ کپتان ہے۔ الا یہ کہ" وہ سلیٹر کی طرف گھوم گیا" اس نے تمہیں کپتان بنا دیا ہو مسٹر سلیٹر" یا پھر۔" وہ یکدم سے بقیہ الفاظ نگل گیا اور سر ہلا کر جرمی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا" نہیں۔ اس لڑکے کو بیچ گھسیٹنا مناسب نہیں "یہ جیسے اس نے اپنے آپ سے کہا۔"
سلیٹر چیخ کر ڈوئل سے خاموش ہو جانے کو کہنا چاہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ یہ ایکدوسرے کو گالیاں دینے کا سلسلہ ختم کر دیں اور وہ خلیج پاٹ دیں جو ان کے درمیان حائل ہو چکی تھی۔ لیکن ڈوئل نے اسے موقع دیا ہی نہیں"۔
تم بڑے عیار ہو سلیٹر کہ تم نے بیری کو ہمیں یہ حکم دینے کا شورہ دیا کہ ہم جزیرے کی عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور خود اپنے لئے ایک خوبصورت لونڈیا منتخب کر لی اور ہمیں یہ کہہ کر الو بنایا کہ یہ لونڈیا آدم خوروں کے ارادوں سے تمہیں باخبر کرتی رہتی ہے۔ خدا کرے کہ اس لونڈیا نے تمہیں ایسی جنسی بیماری عنایت کی ہو کہ تم سر سے پیر تک سڑ جاؤ۔ دوستو!" وہ ملاحوں کی طرف گھوم گیا" میں جانتا ہوں کہ یہ ذلیل آدمی سلیٹر کیا چاہتا ہے؟ یہ چاہتا ہے کہ ہم سب پاویل، ڈے اور مورگن کی طرح اس کے راستے سے ہٹ جائیں اور یہ خود اپنی اس چالکٹی لونڈیا کے ساتھ آدم خوروں میں اطمینان اور مزے سے رہ سکے۔ ہاں۔ یہی ہے اس کا ارادہ"۔
جرمی ایکدم سے چیخا۔ یہ غصے اور دہشت کی چیخ تھی۔ سلیٹر کو یقین ہو گیا کہ جرمی ڈوئل پر ٹوٹ پڑے گا۔
"جرمی! تم اس جھگڑے میں مت پڑو" سلیٹر نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ۔ باربر! لڑکے کو دور ہٹا دو اور اس کے قریب رہو"۔
اور تب بیری نے اپنی جگہ سے حرکت کی جیسے اس وقت تک وہ... جانتا ہی نہ تھا کہ کیا کہا جا رہا تھا اور کیا ہو رہا تھا اور اب آخر کار اس کی سمجھ میں کچھ آیا تھا۔
"کیا ہو رہا ہے یہ؟" اس نے پوچھا" یہ تم کیا کہہ رہے تھے مسٹر ڈوئل؟"۔
"میں کہہ رہا تھا" ڈوئل نے کہا" تم سور جلاد ہو۔ تم اور تمہارا یہ۔ یہ۔ آدم خور رنڈی کا یار نائب کپتان"۔

بیری کا منہ کھل گیا' پھر بند ہوا اور پھر کھل گیا لیکن اس سے کوئی آواز' کوئی لفظ نہ نکلا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں کھولتا اور بند کرتا ہوا بیری غیر متوازن ٹانگوں سے بڑھا۔ یہ بڑی دھمکی آمیز حرکت تھی۔ اور ڈوئل اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں پر لٹکائے بوڑھے کپتان کا منتظر اور تیار کھڑا تھا۔

لیکن بیری ڈوئل تک نہ پہنچ سکا کیونکہ سلیٹر نے اپنا بازو لمبا کرکے اس کا راستہ روک دیا۔

"بودے ہو تم بیری' ڈوئل نے کہا اور بوڑھا کپتان یوں کانپ گیا جیسے یہ الفاظ اسے گولی کی طرح لگے ہوں۔ اور ڈوئل نے کہا بودے اور بزدل ہو۔ سالے 'سور' اپنے ساتھیوں کو پھنسا دینے والے خود غرض انسان۔" ڈوئل کے شانے ذرا سے جھک گئے اسکی کمر ذرا سی خم ہوگئی اور اس کا وایاں ہاتھ پستول کی طرف بڑھنے لگا۔ "بیری! تمہاری بزدلی کا دور ختم ہوا۔ اب تمہاری وجہ سے کسی کی جان نہ جائے گی۔ اب تم مزید جلادی نہ کر سکو گے۔"

اور اس نے پستول گھسیٹ لیا۔

ڈوئل فیصلہ کرچکا تھا۔ اسے بیری کو بہر حال گولی مارنی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے لئے اب کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا۔ لیکن اپنے الفاظ سے' اپنے دائیں ہاتھ کی جنبش سے جو پستول کی طرف بڑھ رہا تھا اس نے سلیٹر کو اپنے ارادے سے جیسے باخبر کردیا۔ سلیٹر نے بھی فوراً اس کا ارادہ سمجھ لیا اور اس سے پہلے کہ ڈوئل گولی چلاتا سلیٹر گولی چلا چکا تھا۔

سلیٹر کے پستول کی گولی ڈوئل کے پستول سے ٹکرائی اور اسکا پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور گرپا۔ ڈوئل لڑکھڑایا' سنبھلا اور اچھل کر سیاوا کے پیچھے کھڑا ہوگیا اور تب اس نے اپنا دوسرا پستول کھینچ لیا۔ سلیٹر سیاوا کا چکر کاٹنے کے لئے ایک طرف ہٹ رہا تھا کہ ڈوئل نے پستول چلاویا۔ سلیٹر کی آنکھوں کے سامنے شعلہ سا لپکا اور اس نے اپنے چہرے کے دائیں پہلو پر سلگتا ہوا درد محسوس کیا۔ سیاوا چیخ کر اس کی طرف دوڑی۔

ڈوئل کے پستول کی گولی سلیٹر کی کنپٹی کو چاٹتی ہوئی نکل گئی تھی اور اس خراش میں سے خون بہہ کر اس کے گال پر آرہا تھا۔ لیکن سلیٹر نے اب تک اپنا دوسرا پستول نہ چلایا تھا۔ یہ پستول اب اس کے دائیں ہاتھ میں تھا اور ڈوئل اس کے سامنے تھا اور ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی طرح جھک کر اس نے پستول چلایا تھا۔

"ماردو۔ماردو۔" سلیٹر کا دل کہہ رہا تھا۔ زندہ مت چھوڑو اسے۔ یہ کھلی ہوئی بغاوت ہے"۔

اور سلیٹر کے اٹھتے ہوئے پستول اور اس کے جذبات سے عاری چہرے میں ڈوئل نے سلیٹر کا یہ ارادہ دیکھ لیا"۔

"ماردوں؟ سلیٹر نے سوچا" گولی چلادوں جبکہ وقت گزر چکا ہے؟ اس شخص پر گولی چلادوں جو اب نہتا ہے اور بے بسی سے میری طرف دیکھ رہا ہے؟ تمہارا پہلا نشانہ خطا کرگیا شاید۔ وہی پہلی گولی اس کی موت کی پیغام بر تھی۔ لیکن اب نہیں"۔

ڈوئل کا وایاں ہاتھ' جو خون آلود تھا' اس کے گھٹنے پر لٹکا ہوا تھا اور اس کے بائیں ہاتھ میں خالی پستول تھا جس کی نال زمین پر ٹکی ہوئی تھی' ڈوئل کا جسم آگے کی طرف' سلیٹر کی طرف ذرا سا جھکا ہوا تھا اور اسکی آنکھیں جذبات سے عاری تھیں۔

"اٹھو" سلیٹر نے کہا"۔

ڈوئل نے جنبش نہ کی البتہ اس کا سانس ذرا تیزی سے چلنے لگا اور بس۔ اور تب پہلی دفعہ سلیٹر کو غصہ آگیا۔ وہ آگے بڑھا۔ ڈوئل کی طرف۔ اور اس احساس کے ساتھ کہ وہ اس دیوہیکل باغی کو گولی مار سکتا ہے۔

"اٹھو ورنہ گولی ماردوں گا" اس نے کہا۔

ایک لمحے تک ڈوئل کی نگاہیں سلیٹر کے پستول کی نالی پر جمی رہیں اور پھر وہ اٹھکر کھڑا ہوگیا' اس کا دایاں ہاتھ اس کے پہلو پر لٹک رہا تھا اور اس کی دو انگلیوں سے خون ٹپک رہا تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں بے کار پستول لٹک رہا تھا۔

"پستول پھینک دو"۔

ڈوئل کے ہاتھ کی انگلیاں کھلیں اور وزنی پستول "دھپ' کی آواز کے ساتھ گھاس پر گرا۔ اب وہ منتظر کھڑا تھا"۔

"اب فیصلہ کرنا بیری کا کام ہے" سلیٹر نے سوچا "یا کم سے کم اسے اس کا موقع دینا چاہئے"۔

چنانچہ ڈوئل پر سے نظریں ہٹائے بغیر اس نے بیری سے کہا"۔

"کپتان! فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ کیا سزا دی جائے اسے؟"۔

بیری آنکھیں پھاڑے ڈوئل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے سلیٹر کی آواز سنی' یہ بھی سمجھا کہ اسے مخاطب کیا گیا ہے لیکن ڈوئل کی قسمت کا فیصلہ کرنا اس کے لئے گویا انتہا تھی۔ حتیٰ کہ جواب دینے میں بھی اسے بڑی کوشش سے کام لینا پڑ رہا تھا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو مسٹر" بیری کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ معلوم ایسا ہوا کہ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا اور دوسری طرف گھوم گیا۔ سمندری ہوا کے ایک

جھونکے نے اس کے سفید بال بکھیر دیئے۔

"ڈوئل! تم جا رہے ہو" سلیٹر نے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ڈوئل کی آواز پھٹی ہوئی تھی؟"۔

"وہی جو میں نے کہا۔ تم جا رہے ہو"۔

"مسٹر" بیری نے سلیٹر کا بازو پکڑ لیا"۔

سلیٹر نے غصے سے جھٹک کر اپنا بازو چھڑا لیا"۔

"میں اسے گولی نہ ماروں گا" وہ بولا "لیکن یہ جا رہا ہے" اب یہ ہمارا ساتھی نہیں رہا۔

"ہتھیار ملیں گے مجھے؟" ڈوئل نے پوچھا۔

"ہاں" بارود کی تھیلی۔ گولیوں کی تھیلی نہیں۔ اپنے سامنے پھینک دو۔ اپنے عین سامنے اور ذرا دور"۔

ڈوئل نے ایسا ہی کیا۔

"سلیٹر نے قدرے ہچکچاہٹ کے بعد کہا"۔

"باربر؟"۔

باربر نے جرمی کو چھوڑ دیا اور آگے بڑھ آیا۔

"ڈوئل کی تلاشی لو باربر، لیکن خیال رہے تمہیں کوئی شرارت نہیں کرنی ہے۔ اور تمہارے لئے بھی یہی کہتا ہوں ڈوئل، کوئی شرارت نہیں باربر! دیکھو۔ اس کے پاس زیادہ بارود تو نہیں ہے؟"۔

باربر ڈوئل کی طرف بڑھا۔ اس کے آگے۔

"اس کے پیچھے باربر۔ پیچھے" سلیٹر نے سختی سے کہا۔

باربر نے ڈوئل کی تلاشی لی۔ اس کی جیبوں میں دیکھا اور اس کی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ لیکن اس کے پاس بارود کی دوسری تھیلی نہ تھی۔ صرف گولیاں تھیں۔

"بس ہٹ جاؤ باربر۔ ڈوئل! اب میں تمہیں اشیائے خورد و نوش کا تمہارا حصہ، بندوق اور پستول دے رہا ہوں۔ میں تمہیں زائد گولیاں بھی دوں گا لیکن بارود نہیں"۔

"یہ تو صاف اور صریحاً قتل کرنا ہوا" باربر نے کہا اور سلیٹر کی... طرف ایک قدم بڑھایا۔

"پہلے مجھے کہہ لینے دو" سلیٹر نے ڈوئل کے ایک قدم بڑھنے کے جواب میں ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "میں نے کہا ہے بارود نہیں جب ہم یہاں سے چلے جائیں تو تم واپس

یہاں آسکتے ہو اور اس کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں تمہیں کافی سے زیادہ بارود مل جائے گی جو اس درخت کے نیچے دفن ہوگی۔ اس درخت کی طرف غور سے دیکھو۔ اور اسے یاد رکھو کہ تمہیں مشکلوں کا سامنا نہ کرنا پڑے"۔

اور اب وہ گھڑی آ گئی تھی جس کے خیال سے ہی سلیٹر کا دل دھڑکنے لگتا تھا اور اس وقت بھی اس نے تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔ یہ فیصلہ کن گھڑی تھی۔ وہ گھڑی جو سلیٹر پر ظاہر کر دینے والی تھی کہ وہ کس حد تک صحیح اور کس حد تک غلط تھا۔

"اچھا۔ اب" اس نے قدرے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "تم لوگوں میں سے کوئی جانا چاہتا ہے ڈوئل کے ساتھ؟"۔

لمحے آہستہ آہستہ گزرنے لگے۔ دو آدمیوں نے پہلو بدلا (سلیٹر نے ان کے جنبش کرنے کی آواز صاف سنی) لیکن کوئی آگے نہ آیا اور سلیٹر نے دھڑکتے دل سے پائن کی طرف دیکھا لیکن وہ ان لوگوں میں بھی نہ تھا جنہوں نے پہلو بدلا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور آنکھیں قریب قریب بند تھیں"۔

اب سلیٹر نے ڈوئل کی طرف دیکھا۔

"تم لوگوں کو" اس نے ڈوئل پر سے نظریں ہٹا کر ملاحوں کو مخاطب کیا "ہتھیار بھی دیئے جائیں گے اور ہمارے یہاں سے چلے جانے کے بعد ڈوئل کے ساتھ تمہیں بارود بھی مل جائے گیا۔

"خدایا! سلیٹر نے دل ہی دل میں دعا مانگی" جو بھی ہمارے ساتھ آنا چاہے اس کے دل میں خلوص بھر دے اور جو ڈوئل کے ساتھ جانا چاہے اسے آخری فیصلہ کرنے کی قوت عطا کر"۔

"ڈوئل! مجھے افسوس ہے۔ تم اکیلے ہی جا رہے ہو" سلیٹر نے کہا اور ساتھ ہی اسے اس شخص پر رحم آگیا جسے وہ اس جزیرے پر۔ جسے خود ڈوئل نے "شیطان کا جزیرہ" کہا تھا۔ اکیلا چھوڑے جا رہے تھے"۔

"باربر!" سلیٹر نے کہا۔ اس کا پستول اٹھا لو۔

وہ پستول جو ڈوئل نے اپنی انگلیاں کھول کر زمین پر گرا دیا تھا باربر نے اپنے بائیں ہاتھ میں اور دوسرا پستول دائیں ہاتھ میں اٹھا لیا۔

"باربر! اس پستول کی گولی چل گئی ہے؟" سلیٹر نے پوچھا۔ یہ ایک اتفاق تھا یا خوش قسمتی تھی کہ اس نے اپنے پستول کی گولی سے ڈوئل کا پستول اڑا دیا تھا"۔

باربر نے پستول کی نالی ناک سے لگا کر سونگھا۔

"نہیں صاب! صرف بارود پھٹی ہے"۔

"تو پھر گولی نکال لو"۔

"صاب! فائر کر دینا آسان ہو گا"۔

سلیٹر کو یہ تو توقع ہی نہ تھی کہ باربر اسے دھوکا دے گا تاہم غیر شعوری طور پر اس کا پستول والا ہاتھ اوپر اٹھ گیا۔ باربر نے اسکی یہ حرکت دیکھی اور پھر اپنے دائیں ہاتھ والے پستول کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے باربر" سلیٹر نے کہا "پارکون! پستول کے لئے بارود لاؤ"۔

پارکون آگے بڑھا' باربر نے پستول اس کی طرف بڑھادیا۔ پارکون نے اس کی نالی میں بارود ڈال کر چھوٹی سے سلاخ سے اسے اندر ٹھوک دیا۔

"اب دور ہٹ جاؤ" پارکون بارود بھر چکا تو سلیٹر نے اس سے کہا "باربر! اب۔ زمین میں"۔

ایک دھماکے کے ساتھ پستول باربر کے ہاتھ میں کسی زندہ چیز کی طرح اچھلا اور اس کی گولی نے باربر کے قدموں کے قریب زمین میں چھوٹا سا گول سوراخ پیدا کر دیا۔

"اب بندوق۔ وہی بندوق ہے نا تمہاری" ڈوئل' جو تمہارے پیچھے درخت کے تنے سے لگی کھڑی ہے"۔

ڈوئل نے صرف سر گھما کر پیچھے دیکھا اور پھر سلیٹر کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلادیا۔

"لے آؤ باربر" سلیٹر نے کہا۔

باربر بندوق اٹھا کر اس کا بھی فائر کرنے والا تھا کہ کچھ سوچ کر رک گیا اور جلدی سے سلیٹر کی طرف دیکھا اور فوراً ہی سلیٹر کا پستول والا ہاتھ اوپر اٹھ گیا۔ اسے باربر پر اعتبار نہ تھا۔ اسے کسی پر اعتبار نہ تھا۔ خدا کی قسم کسقدر نازک صورت حال تھی۔ وہ اپنے آپ کو مایوس کن حد تک تنہا محسوس کر رہا تھا۔

"صاب! باربر نے کہا۔

"فائر کر کے بندوق خالی کر دو"۔

"صاب! یہ بارود ضائع کرتا ہے۔ یعنی زمین میں گولی چلانا۔ چنانچہ اجازت ہو تو میں گولی اس سور کے سینے میں اتار دوں"۔

اور اس نے بندوق اٹھائی یہاں تک کہ اس کی نالی ڈوئل کے سینے کے متوازی ہو گئی۔ موخر الذکر نے محسوس کیا کہ باربر حقیقت میں سنجیدہ ہے تو وہ اس کی طرف گھوم گیا اور پھر

ڈوئل کی طرف گھوم گیا۔

"نہیں باربر! گولی زمین میں ہی چلاؤ" سلیٹر نے کہا۔

باربر نے ڈوئل کی طرف دیکھے بغیر ایک گالی بکی' بندوق جھکائی اور لبلبی دبادی۔ بندوق نہ چلی۔ اس نے پھر گھوڑا چڑھایا اور دوسری دفعہ بندوق چل گئی"۔

"ٹھیک ہے" سلیٹر نے کہا "بندوق اور پستول ڈوئل کے سامنے رکھ دو"۔

پھر اس نے جری کو آواز دے کر ڈوئل کے سامنے سور کا گوشت اور بسکٹ رکھ دینے کا حکم دیا۔

"ڈوئل! اپنا سامان اٹھاؤ اور چلے جاؤ یہاں سے' وہ بولا" اور اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو بھولے سے بھی ہمارے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا وہ خاموش ہو گیا اور چونکہ اپنے آپ کو روک نہ سکا اس لئے آہستہ سے اضافہ کیا" خدا تمہاری حفاظت کرے۔

یہ آخری الفاظ اس نے بڑے خلوص سے اور سچے دل سے کہے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے اسے اپنے اس خلوص پر افسوس ہوا کیونکہ ڈوئل نے اس کے پیچھے بیری کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں انتہائی نفرت تھی۔

"تمہیں اپنے کئے پر افسوس ہو گا۔ پچھتاؤ گے تم' وہ بولا "بیری" تم یہاں' اس جزیرے پر مرو گے اور ہم سب میں سے اکیلے تم اس موت کے مستحق ہو۔ بیری! نالائق' کمین' سور' بزدل کپتان کے بچے.....

"ڈوئل! دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ سلیٹر چیخا اور اب وہ اس باغی کو گولی سے اڑا دینے کے لئے تیار ہو گیا" ورنہ خدا کی قسم تمہیں گولی مار کر دنیا کو تمہارے ناپاک وجود سے پاک کر دوں گا"۔

وہ کانپ رہا تھا غصے سے اور اس کے دل پر اس کا اثر گہرا تھا کیونکہ بہرحال وہ سمجھ رہا تھا کہ ڈوئل کی اس بغاوت کا ایک حد تک وہ بھی ذمہ وار تھا۔ یہ اس کی غلطی تھی کہ ڈوئل ان سے دور ہو گیا تھا"۔

ڈوئل نے ملاحوں کی طرف نہ دیکھا۔ کسی کی طرف نہ دیکھا۔ جھک کر ہتھیار اور کھانے کی چیزیں اٹھائیں اور ایک طرف چلا گیا"۔

اٹھارھواں باب

سب سے پہلے سلیٹر نے ٹیلے پر کی چوٹی کو پڑاؤ بنانے کا انتظام کیا۔ اوپر آنے کے دو

راستے تھے ایک وہ جس سے سیاوا انہیں یہاں لائی تھی اور دوسرا راستہ ساحل کی طر
سے ڈھلان چڑھ کر اوپر آتا تھا۔ اس نے دو مقامات ایسے تلاش کر لئے جہاں بیٹھ کر
سے یا کسی بھی طرف سے کسی کو بھی کیمپ کی طرف آتے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے بار
اس پہلی جگہ پر بھیج دیا جو اوپر تھی اور لیڈ بیٹر کو اس دوسری جگہ پر جو نیچے تھی۔ دو م
آدمیوں کو اس نے بادبان تان کر سامان پر، جو انہوں نے پتھروں پر رکھ دیا تھا، سائ
بنا دینے کے کام پر لگا دیا کہ اگر کبھی بارش آجائے تو سامان محفوظ رہے۔ اس طرف
اطمینان کرکے اس نے جرمی اور سیاوا کو ساتھ لیا اور ٹیلے پر سے ساحل پر اتر گیا کہ
موجیں جہاز کا کچھ سامان ساحل تک کھینچ لائی ہوں تو کام آجائے۔ ہو سکتا تھا کہ بڑی
ہی۔ نقصان زدہ سہی۔ کنارے پر آگئی ہو۔

وہ پوری صبح تلاش کرتے رہے لیکن انہیں ڈبوں کے چند ٹکڑوں، سلاخ کے ا
ٹکڑے اور ایک تختے کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ دوپہر تک اسے یقین ہو گیا کہ انہیں کام کی
چیز اب نہ ملے گی۔ اور ساتھ ہی انتہائی مایوسی اس پر مسلط ہو گئی"۔ کاش۔ اس
سوچا۔ کشتی اب بھی ان کے پاس ہوتی یا جزیرہ غیر آباد ہوتا تاکہ وہ بے خوف اس پر ج
چاہتے جا سکتے اور درخت کاٹ کر اطمینان سے کشتی بنا سکتے۔ ان کے پاس کھانے کی چیز
ذخیرہ تھا، اوزار تھے اور کیلیں تھیں۔ دوسری کیلیں وہ درختوں کی لکڑی سے بھی تو بنا
تھے۔ اور کشتی کے بادبان تو تیار تھے ہی۔ بچارا مورگن۔ وہ بادبان تیار کر ہی گیا تھا۔ ا
صرف سینا باقی تھا۔

تو کیا وہ کشتی بنا سکتے تھے؟ کیا یہ ممکن تھا؟ اس کے لئے انہیں قلعہ کی طرح محفوظ
درکار تھی۔ کیا وہ ایسا قلعہ سا بنا سکتے تھے جس کے اندر رہ کر وہ درخت کاٹ سکیں؟۔

اس صبح وہ ایک ایسے مقام سے گزرا تھا جو اس کے لئے بے حد مناسب تھا۔ وہاں
مٹی کا پشتہ بنا دیا جائے چاروں طرف اور اس پر بندوقیں تیار رکھ دی جائیں تو وحشیوں
حملہ آور ہونے کی صورت میں سارے کے سارے ملاح ایک آواز کے ساتھ اپنا کام
کر ایک ہی لمحہ میں تیار رکھی ہوئی بندوقوں کے پیچھے دبک کر جنگ کر سکتے تھے۔

بے شک اس سے بھی بہتر ایک دوسری تجویز تھی۔ کیوں نہ دوسرے جزیرے
جائے؟ کیا ایسا ہو سکتا تھا؟"۔

کیوں نہیں؟۔ ڈونگا۔ خدا کی قسم۔ یہ خیال اسے پہلے کیوں نہ آیا؟۔

ڈونگا۔ ڈونگا چرا لانے میں بے شک خطرہ تھا۔ لیکن یہ خطرہ مول لیا جا سکتا تھا
ڈونگا لایا جا سکتا تھا۔ یہ ناممکن نہ تھا۔

"سیاوا! اس نے آواز دی کیونکہ سیاوا اور جرمی چند قدم آگے بڑھ گئے تھے۔ جرمی
شرما کر لڑکی کے شانے پر تھپکی دی اور وہ سیلٹر کی طرف گھوم گئی"۔

"جرمی! اسے یہاں لے آؤ۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے"۔

سیاوا کو سمجھتے دیر نہیں لگی کہ سیلٹر کیا چاہتا تھا۔ سیلٹر نے ریت پر اس ڈونگے کا خاکہ
جو اس نے گاؤں میں دیکھا تھا۔ کوئی پچیس تیس فٹ لمبا ڈونگا تھا وہ اور بحری سفر کے
معلوم ہوتا تھا البتہ یہ ڈونگا انہیں اور ان کے سامان کو سہار سکے گا یا نہیں یہ وہ نہ
تھا۔ اس نے وہ لفظ کہا جو آدمیوں کے لئے تھا اور جو سیاوا نے اسے سکھایا تھا اور پھر
کے لئے اس نے مٹی میں ایک ایک لکیر بنا دی۔ اپنا سر اس بات میں ہلا کر اس نے
بنائیں جو، سیلٹر نے سمجھ لیں کہ ان کا سامان تھا۔ اور پھر اس نے مغرب کی طرف
کرکے بتایا کہ انہیں کس سمت جانا تھا۔

وہ پڑاؤ میں واپس آئے۔ پہرے دار اب تبدیل ہو گئے تھے۔ ساحل کی طرف لیڈ بیٹر
جگہ ڈلکن سن نے لے لی تھی اور پائن نے، جس نے کہا تھا کہ اب وہ تندرست ہے
پہرہ دے سکتا ہے، دوسری طرف باربر کی جگہ لے لی تھی۔ باربر نے پڑاؤ میں واپس آکر
کہ دور دور تک نہ تو جزیرے والوں کا پتہ تھا اور نہ ہی ڈوئل کا۔

"اس سور کو اس کے کئے کی سزا مل گئی ہے" باربر نے کہا "اور اور میں سمجھتا ہوں کہ
ہم اس کی منحوس صورت کبھی نہ دیکھیں گے۔ میری مراد ڈوئل سے ہے"۔

پارکون نے یہ سن لیا اور جب سیلٹر بیری کے پاس چلا گیا تو وہ، پارکون اٹھ کر باربر کے
آیا اور بولا۔

"باربر! جو تم نے کہا ہے وہ میں تو یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ڈوئل بے حد عیار اور
ہے۔ وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اب بھی"۔

"یہ لڑکی جو ہمارے ساتھ ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"۔
باربر نے اچانک پوچھا۔

"بھئی۔ اس سے مجھے کیا واسطہ؟"۔

"اس نے ہماری مدد کی ہے اور کر رہی ہے"۔

"ہاں۔ سو تو ہے"۔

"تو یہ پسند نہیں تمہیں؟"۔

"میں نے کہا نا اس سے مجھے کوئی واسطہ نہیں"۔

"یہ سہی لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ اس کے متعلق تمہاری کوئی رائے بھی نہ

ہو"۔

ایک لمحہ تک پارکون باربر کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"خیر اتنا تو میں کہوں گا کہ ہمارے نائب کپتان اس پر وبجھ گئے ہیں اور ایسی حال کے پیش نظر یہ اچھا ہی ہوا کہ ڈوئل چلا گیا کیونکہ تم جانو وہ عورتوں کا نہ صر ہے بلکہ بھوکا بھی تھا۔ بہتر ہوگا کہ ہمارے نائب کپتان اپنی معشوقہ کا خیال رکھیں"۔

"تمہارے خیال میں کون اس لڑکی کو حاصل کرنا چاہے گا؟"۔

"میں نے کہا نا۔ ڈوئل"۔

"یعنی اب بھی جبکہ وہ جا چکا ہے؟"۔

"ہاں۔ اب بھی"۔

باربر نے سر ہلا کر سیٹی بجائی"۔

"سلیٹر کو چاہئے تھا کہ اس سور کو گولی مار دیتے یا مجھے اس کی اجازت دے ڈوئل سالا ہے خطرناک آدمی اور پائن اس کی باتیں سنا کرتا تھا۔ تم جانو پائن ڈوئل ہے"۔

"تاہم وہ ہمارے ساتھ ہی رہا"۔

"ہاں۔ رہا تو سہی اور یہ واقعی حیرت کی بات ہے لیکن یہ تو تم بھی جانتے ڈوئل کا ساتھ دینے کو تیار تھا" باربر خاموش ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھ پاس کوئی نہ تھا چنانچہ اس نے سرگوشی میں کہا "ایک بات دیکھی تم نے؟ یہ پائن میری باری لینے کے لئے بہت بیقرار تھا"۔

"ہاں۔ یہ میں نے بھی دیکھا"۔

"اب تم ہی بتاؤ کہ کیوں؟

میرے خیال میں وہ اپنا فرض انجام دینا چاہتا ہے"۔

"لیکن میرا خیال کچھ اور ہے"۔

"کیا؟"۔

"فرض کرو وہ نمک حرامی کرنا چاہتا ہو"۔

"کیسے؟"۔

"وہاں پہرے پر ہے وہ اور وہاں سے ڈوئل کو بارود دے دینا چٹکیے سے کچھ زیا نہیں"۔

"مشکل تو نہیں۔ لیکن کیا پائن ایسا کرے گا؟"۔

"پارکون! میرے دوست! سوال تو یہی ہے کہ کیا وہ ایسا کرے گا؟"۔

ایک درخت کے سائے میں بیری سر جھکائے اور اپنے ہاتھ گود میں رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ کی پتلون پر خشک کیچڑ تھا اور قمیض کا گریبان اوپر سے نیچے تک کھلا ہوا تھا۔ اس نے اتار دی تھی جو اس کے قریب ہی دھری ہوئی تھی۔ وہ مجسم ساکت تھا۔ وہ انسان نے ہر چیز سے ہاتھ اٹھالیا ہو' جو پوری طرح سے ہار گیا ہو۔ اس نے آہستہ آہستہ سر کر سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"سلیٹر! جہاز یا کشتی کا پتہ ملا؟"۔

"ہاں" سلیٹر نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا" صرف پتہ ہی ملا ہے۔ اور کچھ لا"۔

"یہی میرا خیال تھا۔ اب ہمارا خدا ہی حافظ ہے اولیور۔ اب بچنے کی کوئی امید نہیں"۔

"امید؟" بیری نے جیب سے رومال نکال کر اپنی سوجی ہوئی آنکھ پر رکھ لیا "امید؟ ہا میں تو اس لفظ کے معنی بھول گیا ہوں" اس نے انکھ پر سے رومال ہٹا کر اپنی پانی سرخ آنکھ سے سلیٹر کی طرف دیکھا "نہیں کوئی امید نہیں ہے۔ مونگے کی چٹانوں کا ہے یہاں اور اس پر کسی جہاز کا پھنسنا بد قسمتی ہے اور چٹانیں جہاں ختم ہوتی ہیں وہاں ٹوٹ رہی ہیں۔ نہیں اولیور! کوئی امید نہیں"۔

"ہاں کپتان لیکن ڈونگے کے متعلق کیا خیال ہے؟"۔

"ڈونگا؟"۔

"ہاں"۔

"تم یہ تجویز تو پیش کرنے نہیں جا رہے کہ ہم ایک لعنتی ڈونگے میں پورٹ جیکسن تک کریں؟"۔

"نہیں کپتان"۔

"یہاں سے وہاں تک پانچ سو لیگ کا فاصلہ ہے۔ مونگے کی چٹانوں کا بحری علاقہ ہی خطرناک ہے سمندر میں اتنا فاصلہ طے کرنا تو خیر دور کی بات ہے اور وہ بھی اتنے بڑے ہیں......

"پہلے میری پوری بات سن لو کپتان"۔

"سنے لیتا ہوں۔ سناؤ"۔

"اول تو یہ کہ میری مراد اس بڑے جنگی ڈونگے سے نہیں ہے البتہ میں کہنا یہ چاہتا کہ ہم ڈونگا لے کر دوسرے جزیرے پر چلے جائیں"۔

"گویا آسمان سے گر کر کھجوریں اٹک جائیں"۔

"خدا کے لئے کپتان بیری۔ پہلے میری پوری بات تو سن لو"۔ سلیٹر نے جھنجلا کر اونچی آواز میں کہا کہ پڑاؤ میں کے دو آدمیوں نے اس کی بات سن لی۔ انہوں نے پہلے اور پھر بیری کی طرف دیکھا بیری نے سر جھکا لیا تھا جس کا مطلب تھا اب وہ P سلیٹر کی سنے گا"۔

"میرا مطلب یہ ہے کپتان کہ ہم ڈونگے میں دوسرے جزیرے پر چلے جائیں گے سے ہمیں کشتی بنانے کے لئے لکڑی مل جائے گی۔" سلیٹر بوڑھے کپتان کا رد عمل کرنے کے لئے خاموش ہوگیا لیکن بیری بے حرکت بیٹھا رہا۔ اس کا چہرہ جذبات سے تھا۔" میں وہ ڈونگا حاصل کرنا چاہتا ہوں جو میں نے اس وقت دیکھا تھا جب ہم پہلی آویلا کے گھر گئے تھے۔"

"بادبانی ہے"۔

"ہاں۔ حالانکہ جب میں نے اسے دیکھا تھا تو اس وقت بادبان لپٹا ہوا تھا"۔

"لڑکی جانتی ہے کہ تم کیا چاہتے ہو؟"۔

"کس کو لے جا رہے ہو اپنے ساتھ"۔

"پہلے تو میں جزیرے کی صورت حال معلوم کرنا چاہتا ہوں پہلے میں ایکبار پھر وہ دیکھنا اور جگہ معلوم کرنا چاہتا ہوں جہاں اسے رکھا گیا ہے اور پھر اسے حاصل کرنے کا نقشہ بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں فی الحال تو اپنی راہبری کے لئے لڑکی کو اور جرمی کو ساتھ لے جاؤں گا"۔

"لڑکی کو ساتھ لے جانے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن جرمی؟ وہ تو ابھی بچہ ہے"

"وہ پھرتیلا اور تیز ہے اور اگر نوبت مقابلے تک پہنچ جائے تو وہ پستول چلانے ہوشیار ہے"۔

یہ سلیٹر نے سچ کہا تھا اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو وہ جرمی کو اپنے ساتھ لے جانے کا کر چکا تھا کیونکہ اس نے اب یہ تہیہ کر لیا تھا کہ نہ تو سیاوا اور نہ ہی جرمی اس سے رہے گا"۔

"جیسا مناسب سمجھو کرو اولیور بیری نے ایک ثانیئے کے توقف کے بعد کہا۔"

"شکریہ کپتان"

"کب جا رہے ہو؟"

"کل علی الصبح"

پو پھٹنے سے ایک گھنٹہ پہلے وہ اٹھا اور جرمی اور سیاوا کو جگایا۔ انہوں نے تھوڑے سے بسکٹ اور سوکھا ہوا گوشت کھایا اور تھوڑے سے بسکٹ اور گوشت رومالوں میں باندھ لیا۔ ایک رومال سلیٹر نے اور دوسرا جرمی نے اپنی اپنی قمیض میں رکھ لیا۔ افق مشرق سرخ ہو رہا تھا جب وہ اپنے ہتھیار لے کر پڑاؤ سے نکل گئے۔"

انیسواں باب

آسمان میں بادل تیر رہے تھے اور ہوا بند تھی۔ گھاٹیوں میں تو قیامت کا امس تھا۔ ابتدائی چند گھنٹوں میں سلیٹر نے دو دفعہ رک کے دم لینے کا حکم دیا اور وہ لوگ درخت کے سائے میں سمندر کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے کہ سمندر کی طرف سے آتے ہوئے ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے انہیں کچھ تو فرحت بخش سکیں۔ اسکے بعد تو یوں ہوتا کہ سورج ان کی کھال میں سوئیاں چبھوتا' ان کے چاروں طرف مچھر وغیرہ کے جھنڈ کے جھنڈ منڈلاتے اور لاتعداد قسم کے کیڑے مکوڑے ان کے پسینے سے چپچپاتی جلد پر رینگتے اور مچھروں کے کاٹنے سے وہ بلبلا اٹھتے۔

کھلی جگہ میں کھڑی ہوئی گھاس سوکھ گئی تھی' زمین سخت تھی اور ان کے چلنے سے مردہ مٹی اڑتی تھی۔ ایک عمودی ڈھلان .... اترتے ہوئے سلیٹر کا پیر پھسلا' وہ گرا اور اس کی کہنی پر کی کھال ہڈی تک ادھڑ گئی۔ اس نے اپنی کہنی پر رومال لپیٹ لیا لیکن ایک ہی گھنٹے

بعد اس کا بازو سوج چکا تھا اور جب وہ اسے موڑتا تو درد کی ٹیس محسوس کرتا۔

وہ گاؤں سے زیادہ سے زیادہ قریب پہنچ کر کسی محفوظ جگہ شام تک دبک رہنا چاہتا تھا اور اس کے بعد اس ٹیلے پر چڑھ جانا چاہتا تھا جہاں سے ڈونگا دیکھا جا سکتے۔ لیکن ابھی گاؤں تک کا آدھا راستہ طے کر چکے تھے کہ جزیرے والوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

وہ لوگ ناریل کے پیڑوں کے درمیان اور ایک سبزی' ترکاری کے باغ کے کنارے کنارے چلتے ہوئے اس ڈھلان پر پہنچے جہاں سے کچھ عرصے پہلے اراوٹ کے پودے کاٹے گئے تھے۔ ڈھلان پر کی لانبی گھاس میں اب بھی تاروں کی شکل کے پتوں والے چند پودے کھڑے ہوئے تھے۔ سیاوا آگے آگے چل رہی تھی کہ حیرت کی ایک دبی ہوئی چیخ کے ساتھ وہ ایک دم سے زمین پر لیٹ گئی۔ سلیٹر نے اس کی تقلید کی اور سرگوشی میں جرمی سے بھی لیٹ جانے کو کہا۔ سلیٹر نے جزیرے والوں کو نہ دیکھا تھا تاہم اس نے دونوں پستول نکال کر اپنے سامنے گھاس پر تیار رکھ دیئے۔

کچھ دیر کے بعد۔ اور یہ سلیٹر کو ایک صدی معلوم ہوئی۔ سیاوا کمر کمر بلند گھاس میں اٹھ کر کھڑی ہوئی اور سلیٹر کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ آگے بڑھنے کا تو اب سوال ہی نہ تھا چنانچہ وہ انہیں واپس لے چلی اور انہیں۔ کچھ دور' درختوں کے ایک جھنڈ میں لے آئی اور یہاں۔ اس نے اشاروں سے بتایا۔ انہیں پورا دن دبکے رہنا تھا۔

سیاوا نے اشارے سے سلیٹر اور جرمی کو اسی جگہ بیٹھنے کو کہا اور خود کہیں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو پینے کے نیلے ناریل لئے ہوئے تھی۔ انہوں نے کھانا کھایا اور ان ناریلوں کا پانی پیا۔ مچھر ان کے چاروں طرف بھنبھنا رہے تھے لیکن مکھیاں نہ تھیں اور درختوں کے سائے میں ٹھنڈ سی تھی۔

اور اب' ان بڑے پتوں والے درختوں کے سائے میں' سلیٹر سیاوا کو پہچاننے اور سمجھنے میں بہت قریب ہو گیا اور جرمی نے اس میں اس کی مدد کی کیونکہ اس کی شرم اور سیاوا کا اسکا مخلصانہ لگاؤ حیرت انگیز طور پر ان دونوں کو قریب لانے میں پل بن گیا۔

سلیٹر اور سیاوا درخت کے نیچے زمین پر لکیریں اور تصویریں بنا کر آپس میں "باتیں" کر رہے تھے سلیٹر سیاوا کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ دن غروب ہونے سے پہلے اس ٹیلے پر پہنچنا چاہتا تھا جو گاؤں کے کنارے پر تھا تاکہ وہ روشنی میں ساحل کو بخوبی دیکھ سکے' چنانچہ اس نے چاند' غروب ہوتے ہوئے سورج اور ٹیلے پر کھڑے ہوئے آدمی کی تصویر بنائی جو ڈونگے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ تصویریں ٹھیک سے نہ بنا سکا تھا۔ چنانچہ جھنجھلاہٹ میں اسکے منہ سے ایک گالی نکل گئی اور جرمی ہنسنے لگا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے" اس نے کہا۔

"ہنسنے کی تو بات ہی ہے صاب۔ تم بہت اچھے آرٹسٹ ہو۔"

"اس میں تو کوئی ہنسنے کی بات مجھے نظر نہیں آتی" سلیٹر کی آواز میں غصہ تھا۔

"لیکن سیاوا تمہاری بات سمجھ رہی ہے صاب۔ ایک بات بتاؤں" وہ سلیٹر کی طرف جھک گیا۔ "وہ جانتی ہے"۔

"جانتی ہے۔"

"بے شک اور صاب اگر وہ ایسی شائستہ اور شرمیلی نہ ہوتی جیسی کہ ہے تو وہ بھی تم پر ہنس رہی ہوتی۔"

سلیٹر نے سیاوا کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"تم جانتی ہو لونڈیا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟ اس نے بناوٹی سنجیدگی سے پوچھا۔

سیاوا نے سلیٹر سے جرمی کی طرف اور پھر واپس سلیٹر کی طرف دیکھا۔"

"ایک بات کہوں صاب؟" جرمی نے کہا۔

"کہو۔"

"سیاوا تم سے زیادہ ہوشیار ہے اور تم سے زیادہ سمجھتی ہے۔ جرمی نے کہا۔"

اور پھر' جیسے وہ جرمی سے متفق ہو' سیاوا نے پہلی دفعہ ایک ایسا طویل فقرہ کہا کہ اتنا زیادہ وہ پہلے کبھی نہ بولی تھی۔ سلیٹر مسکرایا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ تم دونوں میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ چنانچہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ تم دونوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا دوں۔"

"صاب! سیاوا کے ساتھ تو ایسی زیادتی نہ کرنا ورنہ تم کبھی اس ٹیلے پر نہ پہنچ سکو گے۔"

"کون سا ٹیلا جرمی؟"

"وہ لعنتی۔ میرا مطلب۔ وہ ٹیلا جو گاؤں کے کنارے پر ہے۔"

سیاوا اور جرمی کھانا کھا رہے تھے اور سلیٹر انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان میں بعد المشرقین تھا لیکن تمام تر اختلافات کے باوجود ان میں ایک طرح کا سمجھوتا ہو گیا تھا' وہ سیاوا اور جرمی کو ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے دیکھ رہا تھا' وہ ناریل کاٹ رہے اور انکے حصے کر رہے تھے اور اس طرح سے یہ کام کر رہے تھے جیسے وہ برسوں سے ساتھ مل کر یہ کام کر رہے ہوں۔ سلیٹر یہ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اور اس وقت سیاوا کا دوسرا رخ بھی اس پر ظاہر ہوا۔ وہ جرمی سے عمر میں بڑی تھی اور جو کام وہ کر رہے تھے اس میں جرمی اس کا ماتحت تھا اور جرمی نے

یہ ماتحتی قبول کرلی تھی سوائے ایک موقع کے جب سیاوا نے اس کا چاقو استعمال کیا تھا۔ تب جرمی نے اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر اسے اس کے استعمال کا طریقہ بتایا۔ اور تب سیاوا نے اپنی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں سے سلیٹر کی طرف دیکھا اور مسکرائی یہی وہ ملکوتی تبسم تھا جو ہر دفعہ سلیٹر کو مسحور کردیتا تھا۔

سورج جب نظر سے اوجھل ہوگیا تو وہ تینوں روانہ ہوئے اور سلیٹر نے راستے پر کے نشانات اور یہ راستہ بھی پہچان لیا۔ یہ وہی راستہ تھا جس پر سے وہ اس دن گزرے تھے جب انہوں نے سیاوا کو بچایا تھا۔ اور انہوں نے صندل کے درخت بھی دیکھے جنہیں کاٹا گیا تھا اور چھال ادھیڑی گئی تھی۔ یہ جزیرے والوں کا کام تھا کہ وہ اپنے جسم پر صندل کا تیل ملتے تھے اور یہ تیل بنانے کے لئے درخت کی چھال وغیرہ لے جاتے تھے۔ اسی سہ پہر کو سیاوا نے سلیٹر کو صندل کی لکڑی کا مقامی نام بتایا تھا۔ "یاسی"۔

انہوں نے ایک تنگ گھاٹی عبور کی تھی تو بے شمار مچھروں نے ان پر حملہ کردیا۔ سلیٹر نے اپنی کلائیوں اور ٹخنوں پر سوجن محسوس کی اور جرمی کی تو آنکھیں چند سیکنڈ میں ہی سوج کر سپاری ہو گئیں اور پپوٹے لال انگارہ ہو گئے۔ اس کے علاوہ سورج نے جرمی کی کھال بھی جھلس دی تھی اور وہ جگہ جگہ سے تڑخ گئی تھی۔ گھاٹی کے اندھیرے میں وہ ٹھوکریں کھا کر بار بار گر رہے تھے۔ ایک دفعہ غلطی سے سیاوا انہیں دلدلی زمین پر لے آئی۔ کئی قدم آگے بڑھنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ وہ راستہ بھول گئے تھے چنانچہ وہ واپس لوٹے لیکن اس طرح کہ ان کے پیر گھٹنوں تک چکنی اور بدبودار کیچ میں دھنسے ہوئے تھے اور دلدل میں غرق جنگلی بیلیں قدم قدم پر ان کی ٹانگوں سے لپٹ رہی تھیں۔

دن کی آخری روشنی میں وہ ٹیلے پر پہنچے۔ سیاوا انہیں ٹیلے کے کنارے پر لے آئی جس کے عین نیچے ڈھلان پر ایک درخت اگا ہوا تھا۔ سیاوا نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا، سلیٹر نے اثبات میں سرہلایا اور سیاوا تیزی سے ڈھلان اترنے لگی۔ جرمی اور سلیٹر اس کے پیچھے ہی پیچھے ناریل کے، اتوی کے، صنوبروں کے اور چند "باکا" درختوں کے جھد رنے جھنڈوں میں سے گزرے جو ٹیلے کے پہلو پر اگ رہے تھے۔

اس نے جرمی سے ایک جگہ سیاوا کے ساتھ ٹھہرنے کو کہا اور خود اکیلا ہی آگے بڑھا۔ وہ ایک دم سے سینے کے بل زمین پر لیٹ گیا کیونکہ یہاں کنارے پر درخت نہ تھے یا اگر تھے تو ایسے گنجان نہ تھے کہ وہ چھپ سکتا۔ وہ گھاس پر سینے کے بل رینگتا ہوا آگے بڑھا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے وہ نیچے کنارے کا ریتلا موڑ دیکھ سکتا تھا اور گاؤں کا سرا تھا۔ روشنیاں جیسے اسے آنکھیں مار رہی تھیں اور ہوا کے جھونکے آگے کی

طرف بلا رہے تھے۔ وہ چار الاؤ تو دیکھ سکتا تھا جن سے زرد و سفید شعلے اور ان سے دھوئیں کی موٹی موٹی لکیریں آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

دن کی ختم ہوتی ہوئی روشنی میں اس کی نظریں ڈونگے کو تلاش کرنے لگیں۔ اور جب اسے ڈونگا دکھائی دیا تو اس کے دل میں شک پیدا ہوا کیونکہ ڈونگا اس ڈونگے سے کچھ لمبا دکھائی دیا جسے اس نے ذہن نشین کرلیا تھا۔ یہ تنگ ڈونگا تھا اور اس کا فریم اور پلیٹ فارم بھی شام کے دھندلکے میں کمزور سا معلوم ہوتا تھا۔ پلیٹ فارم پر بادبان کا ستون اور بادبان لپٹے پڑے تھے۔ ڈونگے کے ڈھانچے میں چپو پڑے ہوئے تھے۔ بہرحال یہ ڈونگا اس کی توقع سے .... زیادہ ساتھ نہ دیا تھا۔ اور اگر قسمت نے ساتھ دیا۔ جس نے اب تک کچھ زیادہ ساتھ نہ دیا تھا تو وہ دوسرے جزیرے پر پہنچ سکتے تھے وہ اسی طرح رینگتا ہوا واپس آیا اور آہستہ سے جرمی کو آواز دی جو سیاوا کو وہیں چھوڑ کر احتیاط سے کچھ چلتا ہوا کچھ رینگتا اسکے پاس آگیا۔

"جھک جاؤ جرمی۔ جھک جاؤ۔ اور جب تک دن کی روشنی ہے تم بھی دیکھ لو۔"

جرمی مسکراتا ہوا اس کے قریب لیٹ گیا۔

"دیکھا؟" سلیٹر نے پوچھا"۔

جرمی کی آنکھوں میں خوشی کی ایسی چمک تھی جیسے سلیٹر اسے کوئی بے بہا تحفہ دے رہا ہو۔

"وہاں تو تین تین ہیں صاب" جرمی نے کہا۔ ہمارا کون سا ہے؟"

"وہ جو سب سے بڑا ہے۔ وہ جو بیچ میں نہیں ہے؟ وہی۔

"ہم آج رات ہی اسے لے چلیں گے؟ تم میں اور سیاوا؟"

"نہیں حالانکہ میرا بھی جی تو یہی چاہتا ہے۔ لیکن جرمی پہلے ہمیں پورا پلان بنانا ہے کہ کوئی گڑ بڑ نہ ہو۔ تم جانو یہ ڈونگا خاصا وزنی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اسے سمندر میں دھکیلنا یا گھسیٹ کر لے جانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"اور جہاں ڈونگا رکھا ہوا ہے وہاں سے سمندر کافی دور ہے صاب۔ اسے ہم کس طرح سے لے جائیں گے؟"

"ڈونگے کے سامنے لکڑی کے وہ گولے پڑے دیکھ رہے ہو نا؟ ان پر سے لڑھکا کر؟ سلیٹر اب آواز میں سوچ رہا تھا" اس کام کے لئے ہمیں چار پانچ آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ میں، تم اور سیاوا تو ہیں ہی۔ پھر ہمیں اسے اس طرف لے جانا ہے جہاں ہمارا پڑاؤ ہے اور وہاں سب کو پہلے سے ہی تیار رہنا ہے۔ ہر شخص اور ہر چیز ساحل پر پہنچ جائے کہ کہیں کوئی

بھی گڑبڑ نہ ہو۔ جرمی!

ٹھیک ہے۔ یہ ڈونگا ہی اب ہمارا واحد سہارا ہے اور ہمیں بہرحال اسے حاصل کرنا ہے۔ آؤ۔" واپس چلیں۔

جرمی نے واپس پیچھے کی طرف کھسکنا شروع کیا اور پھر ٹھٹھک گیا۔

"واپس کیمپ میں جانا ہے صاحب؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

"نہیں رات بھر کے لئے درختوں میں چھپے رہیں گے اور صبح کی پہلی روشنی کے ساتھ واپس روانہ ہوں گے۔ تم ذرا پیچھے کھسک کر سیاوا کو آواز دو اور یہاں آنے کا اشارہ کرو مناسب ہوگا کہ وہ بھی دیکھ لے میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔"

جرمی اثبات میں سرہلا کر چلا گیا۔"

گاؤں میں کہیں دور نقارہ بجنے لگا یہ ایک بھاری، گھٹی ہوئی اور مسلسل آواز تھی جو کوئی پیغام دے رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ ایک بڑی اور وزنی چوب سے لکڑی کے کھوکھلے کندے کو بجایا جا رہا تھا۔ دو بگلے کہیں ساحل پر سے اڑے اور ختم ہوتے ہوئے دن کی دھندلی اور بھوری فضاء میں اوپر اٹھتے چلے گئے۔ سلیٹر انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک کہ وہ ساحلی چٹانوں کے پیچھے جاکر نظروں سے غائب نہ ہوگئے اور پھر ڈونگے کی طرف دیکھنے اور اس کے آس پاس اترتے ہوئے اندھیرے میں اس زمین کو دیکھنے لگا جو انہیں عبور کرنی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے نظر شاید اسے دھوکا دے رہی تھی اور بہت سی چیزیں جیسے تبدیل ہو رہی تھیں اس نے ساحل کی طرف دیکھا اور ہر جگہ تلاش کرنے لگا جہاں کبھی ان کی کشتی کھڑی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا جزیرے والے اب تک ہاکن اور لائٹ کو بھون کر کھا چکے ہوں گے؟ کیا انہیں قیام گاہ کے پچھواڑے اور فرش کی چٹائیوں کے نیچے لاشیں مل گئی ہوں گی؟"

اس نے اپنے پیچھے سرسراہٹ کی آواز سنی اور ذرا سا گھوم کر کہا۔"

"سیاوا؟"

"یہ سیاوا نہیں صاب بلکہ میں ہوں۔ جرمی، سیاوا وہاں نہیں ہے صاب سلیٹر۔ میں نے اسے ہر طرف تلاش کیا، آوازیں دیں لیکن وہ۔ غائب ہے۔ اس کا کہیں پتہ نہیں۔"

بیسواں باب

"غائب ہے؟"

"ہاں۔ صاب۔ ہر جگہ دیکھا لیکن کہیں پتہ نہیں۔"

"بندوقیں وہیں ہیں؟"

"وہیں ہیں اور اسی جگہ ہیں جہاں ہم نے جس طرح رکھی تھیں۔"

سلیٹر نے کچھ نہ کہا بلکہ وہ پیچھے کھسکتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ گیا کہ اپنے کو ظاہر کئے بغیر کھڑا ہو سکتا تھا۔ اور یہاں سے وہ بھاگتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں سیاوا کو وہ چھوڑ گیا تھا۔

جرمی اس کے پیچھے تھا۔

نقارہ مسلسل بج رہا تھا۔ جیسے فضا کا دل دھڑک رہا ہو۔

"جرمی! تمہیں یقین ہے کہ واپس آتے وقت تم نے کچھ نہیں دیکھا؟"

کسی کو نہیں دیکھا؟"

"بالکل بھی نہیں صاب"

"اور جب تک میں آگے رہا تب تک تم اسی جگہ بیٹھے رہے تھے؟"

"ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہوا اور جب میں واپس آیا تو میرا خیال تھا کہ وہ اسی جگہ ہوگی لیکن وہ نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اسے ادھر ادھر تلاش کیا اور اسے آوازیں دیں اور اور پھر میں نے سوچا کہ لڑکی ہوشیار ہے اس لئے شاید اپنے طور پر کچھ کرنا چاہتی ہے چنانچہ میں نے ایک دو منٹ تک یہاں اسکا انتظار کیا اور پھر اسے آواز دی لیکن جب وہ نہ آئی تو میں واپس تمہارے پاس آگیا۔"

"جب تم اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہ پریشان یا گھبرائی ہوئی تو نظر نہیں آتی تھی؟"

"ایک دو دفعہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی تھی اور بس۔"

سلیٹر آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ بات اس کی توقع کے خلاف ہوئی تھی۔ تو پھر۔ اس نے سوچا: اسے دھوکا دیا گیا۔ یہ لوگ۔ یہ جزیرے والے۔ بہت زیادہ چالاک تھے۔ کم سے کم وہ انہیں اتنا زیادہ ہوشیار نہ سمجھتا تھا۔ جزیرے والوں نے سیاوا کو جاسوسی کرنے کے لئے اس کے ساتھ لگا دیا تھا اور اب وہ جانتے تھے کہ ان کا پڑاؤ کہاں تھا اور ان کا ارادہ کیا تھا۔

نقارہ اب بھی بج رہا تھا۔ مسلسل۔ ایک ہی لے میں بج رہا تھا اور درختوں کے پتوں میں تارے جھانک رہے تھے لیکن اب تک نہ تو چاند طلوع ہوا تھا اور نہ ہی دم دار ستارا۔

اچانک وہ اٹھ کر بندوقوں کی طرف چلا۔"

"ٹھیک ہے جرمی۔ ہم واپس جا رہے ہیں۔"

"پڑاؤ میں؟"

"ہاں چلو۔"

"لیکن سیاوا کا کیا صاب؟"

"وہ جاچکی ہے جرمی۔"

"لیکن وہ واپس آئے گی صاب۔" یوں چلے جانا تو۔ اسے بے یارومددگار چھوڑ دینا ہوا۔ "میں نے کہا ناکہ ہم جارہے ہیں"۔

"خدا کے لئے صاب۔ ہم چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ وہ لوگ اسے مار ڈالیں گے۔ اور یہ تم بھی جانتے ہو صاب۔"

اور جرمی آگے بڑھا اور سلیٹر کے سامنے اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔

"وہ واپس آئے گی صاب۔ مجھے یقین ہے کہ وہ واپس آئے گی۔ ضرور آئے گی اور وہ ہمیں یہاں نہ پائے گی تو کچھ کر گزرے گی کوئی بہت خوفناک بات ہو جائے گی صاب۔ مسٹر سلیٹر! خدا کے لئے نہ جاؤ اسے چھوڑ کر۔

لیکن جرمی کے ان الفاظ نے اسے اور بھی سخت کردیا۔ اس نے بندوقیں اٹھائیں اور ایک بندوق اپنے شانے سے لٹکالی۔

"یہ میں اٹھائے لیتا ہوں" اس نے کہا "بسکٹ اور گوشت وغیرہ تم اٹھالو۔"

اور اس کے دوسری چیزیں اٹھانے کا انتظار کئے بغیر سلیٹر ڈھلان اتر گیا۔ جرمی ٹھوکریں کھاتا اس کے پیچھے آرہا تھا۔"

ایک گھنٹے بعد انہیں آسمان کے سرے پر دم دار ستارا نظر آیا اور تب وہ سستانے کے لئے رک گیا۔ بے حد تھکا ہوا جرمی ڈھے سا گیا۔"

"کچھ کھانا کھاؤ گے جرمی؟ جرمی کی ناراضگی اور تھکن دیکھ کر سلیٹر نے پوچھا۔"

"جی نہیں ۔شکریہ صاب۔"

اور اب اسے احساس ہوا کہ اس نے جرمی پر سختی کی تھی اور وہ بھی بے وجہ۔ محض اپنے خوف اور پڑاؤ میں پہنچنے کی عجلت میں اس نے اس بچارے کا ذرا خیال نہ کیا تھا اور اسے بڑی بے دردی سے بھگاتا رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہنے کی ہمت نہ پاتا تھا۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ اس ٹیلے پر تھے جس پر پڑاؤ تھا۔ چوٹی پر سے انہیں سمندر دکھائی دیا۔ سمندری جھیل جیسے سیمیں چادر ہو اور مونگے کی چٹانوں میں ٹوٹتی ہوئی موجوں کی آواز جیسے بادلوں کی گرج ہو۔"

"ذرا آگے بڑھ کر سلیٹر نے اپنی رفتار کم کردی کیونکہ جہاں پہریدار کو ہونا چاہیے تھا۔"

جلد اس نے پہچان لی تھی اور اسے پہریدار کی تلاش تھی جو وہاں نہ تھا۔ لیکن یہ اس کی غلطی تھی۔ حالانکہ پہرے کی جگہ خود اس نے منتخب کی تھی لیکن چونکہ اس وقت وہ پڑاؤ کے باہر سے آرہا تھا اس لئے سمتوں کا احساس اسے نہ رہا تھا اور وہ گڑبڑا گیا تھا۔ جب تک وہ ایک ٹیڑھے صنوبر تک نہ پہنچ گیا تب تک اسے اپنی غلطی کا احساس نہ ہوا اور تب اس نے سوچا کہ اس کے دل و دماغ کی حالت بھی کچھ بگڑ گئی ہے کہ اسے یہ تک خیال نہ آیا کہ وہ اتنی دور تک چلا آیا اور کسی نے اسے ٹوکا نہیں اس لئے ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔

اور تب اس کے عین سامنے سے آواز آئی۔ یہ ایک پھنکار سی تھی۔ ایک تحکمانہ اور جانی پہچانی للکار۔

"کون ہے؟ خبردار! وہیں کھڑے رہو" اور اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا اسی آواز نے پوچھا "کون! مسٹر سلیٹر؟"

اس نے باربر کی آواز پہچان لی۔

"ہاں۔ باربر۔ میں ہی ہوں" اس نے جواب دیا اور جرمی۔ یہ تم ہو نا باربر؟"

"خدا کا شکر ہے مسٹر سلیٹر کہ تم آگئے"۔

جرمی کے منہ سے، جو سلیٹر سے ایک دو قدم پیچھے تھا، باربر کو دیکھتے ہی حیرت کی سسکی نکل گئی۔ دیو قامت ملاح کے سر پر رومال بندھا ہوا تھا اور اس کا چہرہ، بندوق کی بارود سے کالا ہو رہا تھا اور وہ یوں بوجھل قدموں سے چل رہا تھا جیسے کوئی زبردست بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔

"کیا ہوا باربر؟ خیرت تو ہے؟"

"آج سہ پہر کے وقت ہم پر حملہ ہوا۔"

"حملہ"

"ہاں صاب"

"اور ہمارے ساتھی؟"

"ٹھکانے لگ گئے"

"سب کے سب؟"

"جہاں تک مجھے پتہ ہے سب کے سب صرف میں اور کپتان بیری بچ گئے"

اس کے پٹکے میں پستول اڑسا ہوا تھا۔ ایک بندوق اس کے شانے سے لٹک رہی تھی اور دوسری وہ اپنے ہاتھ کی کہنی موڑ کر اس پر رکھے ہوئے تھا"۔

"کپتان کہاں ہیں؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے"۔

"لیکن تم نے تو کہا ہے کہ وہ بچ گئے؟"

"آخری دفعہ جب میں نے انہیں دیکھا ہے تو وہ جان بچا کر بھاگ رہے تھے۔ جزیرے والوں نے انہیں اور مجھے دیکھا تو نہیں البتہ محسوس ضرور کر لیا تھا خدا کی قسم"

اور اس نے غصے سے منہ پھیر کر تھوک دیا"

"میرے خدا!" سلیٹر کے معدے میں برف کی چٹان سی بیٹھ گئی۔ کتنے بجے ہوا یہ واقعہ؟"

"تقریباً تین بجے۔ سالے چاروں طرف سے ابل پڑے چیونٹیوں کی طرح اور ایکدم سے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ میں کپتان کے ساتھ تھا اور ہم سامان دفن کر رہے تھے۔ یہ کپتان کی تجویز تھی"

لیکن ہم اپنا کام پورا نہ کر سکے کچھ سامان جزیرے والے لے گئے۔ سالے جہاز رانی کے آلات اٹھا لے گئے۔ خدا سمجھے مردودوں سے۔ پارکون کے پاس تھے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ حرامی ان آلات کا کیا کریں گے الا یہ کہ انہیں توڑ پھوڑ کر برابر کر دیں۔ ٹائم کیپر کا آلہ تو مجھے مل گیا یا یوں کہو کہ اس کا بقایا سوروں نے ڈنڈے کی ضرب لگائی ہو گی اس پر۔"

"باقی کیا رہ گیا ہے باربر؟ سلیٹر کی آواز میں کرب تھا۔"

"بارود' اوزار' گوشت اور بسکٹ اور بندوقیں۔ ان سالوں نے بندوقوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔ شاید ڈرتے ہیں ان سے بندوقوں سے میں اس طرف اس لئے آگیا کہ میرا خیال تھا کہ تم اسی طرف سے آؤ گے۔ اور پھر اس جگہ سے وہ شیطان ڈوئل بھی واقف نہیں"

"ڈوئل! واپس آیا تھا وہ؟"

باربر نے اثبات میں سرہلا کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔

"تم نے دیکھا تھا اسے"؟

"نہیں۔ اگر دیکھا ہوتا تو اس وقت تک ہم دونوں میں سے کوئی ایک زندہ نہ ہوتا۔ مسٹر سلیٹر! خدا کی قسم تم نے اگر اسی وقت' جب موقع تھا' اس مردود کو گولی ماردی ہوتی تو اچھا ہوتا"

جری آگے بڑھا اور سلیٹر سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ سلیٹر نے اپنا ایک ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا۔"

باربر نے جری کی طرف اور پھر اس کے شانوں پر سے پیچھے دیکھا۔ رات' جنگل' چاندنی اور ٹیلہ آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔"

"لڑکی کہاں ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔"

"پتہ نہیں" سلیٹر نے جواب دیا۔

"وہ لوگ اسے بھی پکڑ کر تو نہیں لے گئے؟"

"میں نے کہا نا کہ میں نہیں جانتا"۔

سلیٹر کے لہجے سے شکست اور افسردگی صاف عیاں تھی اور اب وہ کچھ کچھ سمجھنے لگا کہ اس کے دماغ کو کچھ ہو گیا تھا اور یہ کہ وہ کسی طرح کی انتہائی مایوسی محسوس کر رہا ہو گا۔ جری اس کے اور بھی قریب آگیا اور اس کے منہ سے ایک ہچکی نکلی تو سلیٹر نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر سے اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا اور اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی سی کرنے لگا۔ اور تب اس نے باربر کے پیچھے نظریں گاڑ کر جری کو پچکارتے ہوئے کہا۔

"جری نہ رو۔ بے شک جو کچھ ہوا ہے بہت برا ہوا ہے۔ بے حد غمناک۔ لیکن ہمیں ہمت سے کام لینا ہے"۔

اور یہ سنتے ہی جری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"لڑکے کا دل الٹ گیا ہے" باربر نے کہا "ایسی زندگی اس کے لئے نہ تھی۔ بچارا!"

ایک لمحہ کے توقف کے بعد اور بدستور جری کی طرف دیکھتے ہوئے باربر نے کہا۔

"مناسب ہو گا کہ اب ہم یہاں سے چلے چلیں۔ اب یہاں رک کر انتظار کرنا بے فائدہ ہے۔"

اور سلیٹر باربر کے پیچھے ہی پیچھے اس جگہ پہنچا جہاں صبح ہی وہ باربر کو سوتا چھوڑ گیا تھا۔"

"جری! تم تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ" سلیٹر نے اسے ایک درخت کے نیچے بٹھاتے ہوئے کہا "اپنا پستول نکال کر اپنے قریب رکھ لو۔ میں اور باربر تمہارے قریب ہی رہیں گے لیکن جیسے ہی ہم تمہیں آواز دیں پستول اٹھا کر خاموشی سے لیکن فوراً ہمارے پاس آجانا۔ سمجھ گئے؟"

ہچکیاں لیتے ہوئے جری نے اثبات میں سرہلایا اور پستول نکال کر اپنے قریب رکھ لیا۔ اور پھر سر اٹھا کر سلیٹر کی طرف دیکھا۔

"مسٹر سلیٹر؟"

"ہاں بیٹے؟"

"یہ بات نہیں ہے صاحب کہ میں رونا چاہتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ بے اختیار رونا آ

مجھے۔ چنانچہ۔ میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم نہ کرنا صاب"۔

"نہیں تو۔ البتہ اگر تم نہ روتے تو میں شاید تمہارے لئے غلط رائے قائم کرلیتا ملاح کسی قابل ہو ہی نہیں سکتا جو اپنے ساتھی ملاحوں کی موت پر آنسو نہ بہائے۔"

باربر چند قدم دور کھڑا ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"سچ کہتے ہو" وہ بولا "اپنے ساتھی ملاحوں کا ایسا ہی خیال کرنا اور ان پر رونا بڑے کی بات ہے۔"

جرمی فوراً ہی سوگیا۔ وہ دونوں وہیں اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ جرمی گہری نیند کی سانس نہ لینے لگا۔ اور پھر وہ دونوں آگے بڑھ کر ایک دوسرے درخت کے گہرے سائے میں بیٹھ گئے۔"

"باربر! تم نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہوگا اس لئے بتاؤ کہ کیا ہوا؟

"بہتر ہوگا صاب کہ میں کہ شروع سے ہی پوری داستان سنا دوں"

اکیسواں باب

بیری کی جب آنکھ کھلی اور اس نے سلیٹر کو غائب پایا تو اس پر انتہائی خوف مسلط ہوگیا۔ ابتداء میں اسے سلیٹر کی تجویز یاد ہی نہ آئی چنانچہ اس نے اٹھ کر پڑاؤ کا چکر لگایا لیکن سلیٹر کو کہیں نہ پایا۔ وہ ایک عجیب طرح کی الجھن اور بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اور پھر اسے یاد آگیا وہ بھی یوں کہ اس نے باربر اور پارکون کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی اس کے چند فقرے سنے اور انہی فقروں نے اسے یاد دلایا۔ اس نے پہلے باربر کی طرف اور پھر پارکون کی طرف اور پھر باربر کی طرف دیکھا اور بڑبڑا کر کچھ کہا جو ان دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آیا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ باربر اسے جاتے دیکھتا رہا اور اسے احساس ہوا کہ کپتان کو کسی پر بھروسہ نہ تھا۔"

سورج بلند ہوتا چلا گیا' فضاء کی امس اور گرمی بڑھتی چلی گئی اور اسی مناسبت سے بیری کی بے اعتباری بھی ملاح پڑاؤ میں لیٹے یا بیٹھے ہوئے تھے یا پہرہ دے رہے تھے اور بیری ایک ایک کو شک کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ پستول اس کے ٹپکے میں اڑسے ہوئے تھے' بندوق قریب ہی دھری تھی' وہ سب کی طرف دیکھ رہا تھا اور خاموش تھا۔ بیری کی یہ حرکت باربر کے اعصاب پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ وہ پڑاؤ سے باہر چلا جانا چاہتا تھا لیکن بیری کی ایک ایک حرکت اور آنکھوں سے اتنی شدید بے اعتباری عیاں تھی کہ وہ ڈرتا تھا کہ اگر اس نے ایک قدم بھی پڑاؤ سے باہر رکھا تو بیری بلا تکلف اسے گولی مار دے گا۔"

اور پھر بیری نے زبان کھولی۔ اور تمام آرگو والوں میں سے ولکن سن کو مخاطب کیا جو حد سے زیادہ ڈرپوک تھا' جس سے بغاوت کی توقع کی ہی نہ جاسکتی تھی' جو اس طرف چل پڑتا تھا جس طرف سب چل پڑتے تھے اور جو ذرا بھی ذہین نہ تھا۔ صبح آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی جب ولکن سن اپنے پہرے کی باری ختم کر کے پڑاؤ میں آیا اور بیری کے سامنے' اس سے ذرا دور بیٹھ گیا۔

بیری کی آنکھوں میں اسے کچھ دکھائی نہ دیا سوائے اس کی بے چینی کے۔ باربر نے سمجھ لیا کہ ولکن سن کو کپتان کی دماغی حالت کا احساس ہوگیا ہے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ ولکن سن کو بیری کے سامنے سے اٹھا دے لیکن پھر سوچا کہ اس کا ایسا کرنا کپتان کو کوئی خطرناک حرکت کرنے پر مجبور کردے گا۔

اچانک بیری نے جنبش کی' اپنا پستول پٹکے میں گھسیٹ کر اپنی گود میں رکھ لیا اور ولکن سن کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تم پر نظر رکھے ہوئے ہوں"

"کیا مطلب کپتان؟" ولکن سن نے بڑے احترام سے پوچھا"۔

"میں نے کہا ہے کہ میں تم پر نظر رکھے ہوئے ہوں"۔

بیری نے ولکن سن پر سے نظریں نہ ہٹائیں اور موخرالذکر نے بے چینی سے چاروں طرف دیکھا کہ کوئی اسے بتائے کہ کپتان کا آخر مطلب کیا تھا۔

"اور میں ایک بات اور بھی بتادوں تمہیں" بیری کا لہجہ کرخت تھا۔ میں تم میں سے کسی بھی باغی کتے کے لئے تیار ہوں"

بہت دیر تک ولکن سن کو گھورتے رہنے کے بعد اس نے اپنا پستول اٹھایا' بندوق اٹھائی' خود اٹھ کر کھڑا ہوا اور آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔

دوپہر کے وقت' جب ملاح کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور بیری ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھا تھا' اس نے باربر کو اپنے قریب بلایا۔ باربر اس کے قریب پہنچا تو کپتان کی گرفت پستول کے دستے پر مضبوط ہو گئی اور اس کی نال باربر کی طرف اٹھ گئی۔ باربر نے سمجھا کہ بوڑھا کپتان اسے گولی مار دے گا۔ وہ ٹھٹھک گیا۔"

"کیا ہے باربر؟ بیری نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کپتان لیکن میرا خیال ہے کہ تم نے مجھے آواز دی تھی۔ کچھ کام ہے

صاحب؟"

"ہاں۔ ہے" بیری تن کر بیٹھ گیا "پارکون کہاں ہے؟"

"بلا کر آتا ہوں اسے۔"

"ہاں۔ بلا کر آؤ"۔

باربر پارکون کو اپنے ساتھ نہ صرف لے آیا بلکہ اسے پہلے سے خبردار بھی کر دیا کہ کپتان کے دماغ کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لئے وہ بری سے بری بات کہنے کے لئے تیار ہے۔ بیری نیم باز آنکھوں سے انہیں آتے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ دونوں اس کے سامنے آکر کھڑے ہوئے۔

"باربر۔"

"صاب؟"

"اب ہم بارود دفن کرنے جا رہے ہیں۔ گڑھا کھودنے کے لئے کلہاڑی لے آؤ"

باربر کلہاڑی لے آیا "اس کے حکم کے مطابق بارود کے ڈبے کو کرچ میں لپیٹا گیا اور تب بیری انہیں ٹیلے سے نیچے لے آیا۔ باربر بارود کا ڈبہ اور پارکون کلہاڑا اٹھائے ہوئے تھا۔ نصف ڈھلان کے بعد ایک جگہ تھوڑی سی ہموار زمین تھی جہاں صنوبر کے چند پیڑ تھے۔"

"بارود ہم یہاں دفن کریں گے" بیری نے کہا۔"

باربر گڑھا کھودنے لگا۔ بیری سامنے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ابھی وہ پورا گڑھا کھود نہ پایا تھا کہ بیری نے کہا۔"

"باربر! یہ گڑھا ذرا بڑا کھودا جائے۔ ہم اس میں اوزار اور ..... دوائیں بھی دفن کردیں گے۔ پارکون! تم جا کر یہ چیزیں لے آؤ۔ اور گولا بھی اسی میں رکھ دیں گے لیکن پہلے اوزار لے آؤ۔ پھر باربر گولا لانے میں تمہاری مدد کرے گا۔"

ایک گھنٹہ بعد وہ اوزار، 'گولا' کھانا پکانے کا آہنی پتیلا اور دوسری چیزیں کھڈ میں رکھ چکے تھے۔ پارکون گڑھے سے باہر آچکا تھا اور باربر گڈھے میں مٹی ڈالنے جا رہا تھا کہ اسے آلات یاد آگئے اور وہ سوچنے لگا کہ انہیں بھی دفن کردینے کے متعلق کہے یا نہ کہے اور پھر اس نے آلات کا ذکر کردینے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہو سکتا تھا کہ بعد میں بیری کو یہ بات یاد آجائے اور وہ دوبارہ گڑھا کھودنے کا حکم دے۔ نہ تو وہ جانتا تھا اور نہ پارکون کہ بیری یہ چیزیں دفن کیوں کروا رہا تھا۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ سلیٹرنے جانے سے پہلے جو تجاویز پیش کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔"

"بہت عمدہ خیال ہے باربر" بیری نے کہا "پارکون! آلات لے آؤ جا کر۔ میں جس درخت کے سائے میں آرام کر رہا تھا وہیں صندوق میں نقشے کے ساتھ آلات رکھے ہوئے ہیں۔"

پارکون پلٹ کر ٹیلے کی ڈھلان چڑھنے لگا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے متعلق باربر کا بیان قدرے الجھا ہوا تھا۔ وہ ایک بار پھر گڑھے میں اترا اور مٹی کھود کھود کر باہر ڈالنے لگا۔ پارکون کو پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے ایک چیخ سنی۔ باربر کے خیال میں یہ ولکن سن کی آواز تھی لیکن اسکا اسے یقین نہ تھا۔ اور پھر بندوق کا دھماکا سنائی دیا۔ باربر گڈھے سے باہر نکل آیا اور ٹیلے پر دیکھنے لگا لیکن کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آئی۔ اس نے بیری کو لعنت بھیجتے سنا اور پھر کئی ایک بندوقوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی۔ باربر نے لپک کر اپنی بندوق اٹھالی، بیری نے اپنے دونوں پستول گھسیٹ لئے اور پھر وہ بھاگ کر ڈھلان چڑھنے لگے۔"

باربر نے زیادہ فاصلہ طے نہ کیا تھا کہ اس کی نظر لیڈ بیٹر پر پڑی جو درختوں کی طرف رخ کئے بندوق شانے سے لگائے کھڑا تھا۔ باربر نے بندوق کے دھماکے نہ سنے حالانکہ کئی بندوقیں چلائی گئی تھیں کیونکہ جزیرے والوں کے خون منجمد کردینے والے نعروں کی آوازوں میں ہر دوسری آواز دب کر رہ جاتی تھی۔ باربر نے دوبارہ اوپر نظر کی تو لیڈ بیٹر غائب تھا۔ یکایک بیری، جو باربر سے چند قدم آگے تھا، رک گیا اور چیخ کر بولا۔

"باربر! رک جاؤ، گڈھا بند کردو"

باربر رک گیا اور بیری اپنے دونوں پستول ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ بیری ٹیلے کی چوٹی پر پہنچا ہی تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں سے بہت سے جزیرے والے چیختے اور اپنے ڈنڈے ہلاتے نکل آئے۔ بیری نے رکے بغیر اپنا دایاں پستول اٹھا کر فائر کردیا۔ گولی ایک جزیرے والے کے سینے میں لگی اور وہ اپنے رنگے ہوئے چہرے پر حیرت کے جذبات لئے اوندھے منہ گرا۔ اس کے پیچھے آتا ہوا وحشی خوف سے چلا کر پلٹا اور واپس بھاگنے لگا لیکن باربر کے پستول کی گولی نے اس کی کمر توڑ دی۔ اور پھر بیری نے دوسرا پستول ان وحشیوں کی طرف ہلا دیا جو دم بخود سے کھڑے تھے۔ ایک اور جزیرے والا دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ پکڑ کر گرا۔

باربر کے پاس بندوق کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ چنانچہ وہ زمین پر لیٹ کر بندوق بھرنے لگا اور ادھر بیری آگے بڑھ گیا۔ باربر بندوق بھر کر اٹھا تو دیکھا کہ بیری ڈھلان اتر کر واپس آرہا تھا اور اس کے چہرے پر موت کا خوف تھا۔ کئی گز دور سے ہی بیری نے چیخنا

شروع کیا۔
بھاگو۔ باربر بھاگو۔ سینکڑوں وحشی ہیں۔ اب ہمارا خاتمہ ہے۔ جان لے کر بھاگو بار
باربر کے قریب پہنچنے سے پہلے وہ دائیں طرف مڑ گیا' پستول اس کے ہاتھوں میں
اور بندوق شانے سے لٹک رہی تھی۔ وہ انتہائی خوف کے عالم میں ننگی ڈھلان پر پڑ
ہوئے پتھروں کو پھلانگتا اور سنگریزوں پر پھسلتا اندھا دھند بھاگا جا رہا تھا اور باربر نے ا
کپتان کو یہ آخری دفعہ دیکھا تھا۔"

باربر خاموش ہو گیا۔ سلیٹر زمین پر نظریں گاڑے رہا۔

کپتان نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں گڑھے کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ باربر نے
کوئی آدھے گھنٹے بعد شور شرابے کی آوازیں ختم ہو گئیں تو میں اٹھ کر واپس یہاں آ
بندوقیں اٹھائیں جو ہر طرف بکھری ہوئی تھیں' انہیں اٹھا کر گڑھے تک لایا اور دو
چیزوں کے ساتھ رکھ دیا۔ سوائے ایک بندوق کے جو میں نے اپنے پاس زائد رکھ لی۔ ا
کے بعد میں نے مٹی ڈال کر گڑھا پر کر دیا۔"

"وہ لوگ لاشیں لے گئے؟"

"ہاں لے گئے۔ ہمارے آدمیوں کی ہی نہیں بلکہ اپنے آدمیوں کی بھی کیونکہ یہ
بہت سا خون تھا جو صرف ہمارے ساتھیوں کا نہیں ہو سکتا۔"

"باربر! میرے خیال میں تم نے کہا ہے کہ ڈوئل اس طرف سے آیا تھا۔" سلیٹر
اس کی طرف اشارہ کیا جس طرف سے وہ پڑاؤ میں آئے تھے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ جزیر
والوں کے حملے سے پہلے آیا تھا یا بعد میں؟"

"پہلے آیا تھا۔"

"اور یہاں آیا تھا؟"

"ہاں۔ خدا کی قسم۔"

"کیا ہوا؟"

"پائن کے متعلق" باربر نے آہستہ سے کہا۔

"اور وہ ڈوئل کے ساتھ چلا گیا؟"

"نہیں۔ آخر میں پائن وفادار بن گیا تھا۔ اس حرامی نے پائن کو مار دیا۔"

"جیب پائن کو مار دیا؟"

"ہاں۔ کسی اور نے نہیں۔ یہ اسی سور کا کام ہے۔ اگر یہ وحشیوں کا کام ہوتا تو
بندوقیں نہ لے جاتے۔ پائن کے پاس دو بندوقیں تھیں۔ جب پارکون کو اس کی لاش م

دونوں بندوقیں غائب تھیں۔"

"تم نے جب کہا تھا کہ ہم ڈوئل کے لئے آسان ہدف ہیں تو میں حیران تھا کہ تمہارا
مطلب کیا ہے" سلیٹر نے آہستہ سے کہا "خیر۔ کیا ہوا؟"

"یہ اندازہ ہی اندازہ ہے سوائے اس کے کہ گولا بارود اور بندوقیں غائب تھیں۔ پائن
کی گردن توڑ دی گئی تھی۔ پارکون کو پائن کی لاش اسی جگہ ملی جہاں پائن کو ہونا چاہئے تھا۔
یہ کام ڈوئل کا ہی ہے۔ وحشی اس کی لاش ظاہر ہے کہ نہ چھوڑ جاتے۔ وہ اسے کھانے کے
لئے لے جاتے اور بندوقیں چھوڑ جاتے۔ میں سمجھتا ہوں ڈوئل پائن کے پاس آیا ہو گا'
اس سے بارود وغیرہ طلب کی ہو گی' پائن نے دینے سے انکار کر دیا ہو گا بلکہ ڈوئل سے جہنم
میں جانے کو کہہ دیا ہو گا اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوا۔ بہرحال پائن مارا گیا
اور اب ڈوئل کے پاس بارود ہے۔ خیر' ڈونگا دیکھا تم نے؟"

سلیٹر نے نظریں اٹھائیں۔

"ہاں" اس نے یوں کہا جیسے اب اسے اس کی کوئی پروا نہیں۔

"حاصل کیا جا سکتا ہے اسے؟"

"شاید کیا جا سکتا ہے۔" سلیٹر نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن اب صورت حال بدل گئی ہے۔"

"خدا کی قسم مسٹر سلیٹر اب ہمیں اپنے متعلق سوچنا ہے۔ یہ مت بھولو کہ لڑکا بھی
ہمارے ساتھ ہے۔"

"میں یہ نہیں بھول رہا۔ کچھ نہیں بھول رہا باربر لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہم کچھ
بھی کریں ہار ہماری ہی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم ڈونگا لینے نہ جائیں گے؟"

"میں خود نہیں جانتا کہ میرا مطلب کیا ہے۔ یہ ڈونگے کا سوال نہیں ہے' مونگے کی
چٹانیں بھی تو ہیں۔"

"مونگے کی چٹانیں؟"

"ہاں۔ سمندری جھیل سے نکلنے کا وہی ایک راستہ تو ہے۔ جزیرے چھوڑ کر اس
راستے کے علاوہ کسی اور راستے سے نکلنے کا خیال کرنا بھی پاگل پن ہے۔ حتیٰ کہ رات کو
بھی۔ کاش کہ رہبری کے لئے لڑکی ہمارے ساتھ ہوتی۔"

بڑی کوششوں کے بعد بلکہ دل پر جبر کر کے باربر سیاوا کے متعلق پوچھ سکا۔"

"کچھ معلوم نہیں کہ کیا واقعہ ہوا اس کے ساتھ""

"نہیں۔"

"اٹھا لے گئے اسے؟"

سلیٹر نے نفی میں سرہلایا۔"

"میں سمجھتا ہوں" اس نے آہستہ سے کہا "وہ دھوکا دے کر بھاگ گئی۔"

باربر چند ثانیوں تک خاموش رہا پھر بولا۔

"یہ معلوم کئے بغیر۔ کپتان زندہ ہیں یا نہیں ہمارا یہاں سے جانا مناسب نہیں"۔

کئی منٹ تک سلیٹر کہیں خلا میں گھورتا رہا۔ یہ سب کچھ ناممکن سا معلوم ہوتا تھا سارے کے سارے مارے گئے تھے یا غائب تھے اور اب تک شاید انہیں کھا لیا گیا تھا' ہیم غائب تھا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کہاں تھا وہ۔ اور سیاوا۔ اس سے آگے وہ نہ سوچ سکا اس نے کہا۔"

"باربر! میں دو گھنٹے آرام کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن دو گھنٹے سے زیادہ ایک سیکنڈ نہیں۔ تم وقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں چنانچہ دو گھنٹے بعد مجھے جگا دینا۔"

"اچھا"۔

"پھر تم دو گھنٹے آرام کر لینا اور میں پہرہ دوں گا۔ اور جب دن طلوع ہو گا تو ہم کپتان کو تلاش کریں گے۔"

"تم ڈوئل کو بھول رہے ہو شاید۔ اب وہ مسلح ہے۔"

"یہ ایک خطرہ ہے جو ہمیں مول لینا ہے۔"

"وہ تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دے گا اور مجھے بھی' بہت ہی سور آدمی ہے وہ۔"

"جانتا ہوں۔"

سلیٹر کو اب کچھ بھی حقیقت معلوم نہ ہو رہی تھی۔ بلکہ یہ سب کچھ جو ہو گیا تھا' ہو رہا تھا اور ہونے والا تھا جیسے ایک خواب تھا۔ لیکن وہ بری طرح سے تھک گیا تھا۔ اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ اس نے کروٹ لے لی اور ایک ہاتھ اپنے پستول پر رکھ کر سو گیا۔"

سلیٹر کے آرام کرنے کا وقت نصف سے زیادہ گزر چکا تھا۔"

اچانک باربر چونکا' اس نے سر اٹھایا۔ وہ چوکنا ہو گیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ یہ ایک عجیب سی آواز تھی جو اس کے لئے نئی تھی۔ ایک قسم کی رونے کی آواز جو نہ صرف قطعاً میں جیسے معلق تھی بلکہ جو کبھی تیز ہو جاتی تھی اور کبھی مدھم۔ یہ آواز اس کے عین سامنے سے آ رہی تھی۔ وہ ایک دم سے کھسک کر ایک گرے ہوئے درخت کے تنے کے پیچھے دبک گیا اور بندوق کی نال تنے پر لگا دی۔ اس نے اس بات کا اطمینان کر لیا تھا کہ چاندنی

تو اس کی بندوق پر اور نہ خود اس پر پڑ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے سلیٹر اور جرمی کی طرف دیکھا۔ دونوں بے خبر ہو رہے تھے۔ اس نے بندوق کا گھوڑا چڑھایا اور اس کی ہلکی سی آواز نے رات کی مکمل ترین خاموشی میں ایک ہلکی سی لہر پیدا کر دی۔

اور پھر اسے کوئی چیز حرکت کرتی دکھائی دی اور وہ تیار ہو گیا اور دل ہی دل میں دعا مانگی کہ خدا کرے کہ یہ ڈوئل ہو۔ خاموشی مکمل ترین تھی۔ اور تب اس نے دیکھا کہ وہ ڈوئل نہ تھا لیکن وہ چیز ضرور تھی جسے گولی مار دینی چاہئے تھی کیونکہ چاندنی میں اسکا تیل ملا جسم چمک سا رہا تھا۔ اس کی انگلی کا دباؤ لبلبی پر بڑھ گیا۔ آواز پھر آئی اور اس کی انگلی نے لبلبی کو ذرا سا اور دبا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ بندوق ہلکی تھی اور ذرا سے اشارے سے چل جاتی تھی۔ چنانچہ اب وہ لبلبی پر انگلی رکھے تیار اور منتظر بیٹھا تھا۔

کیا کرے وہ؟ سلیٹر کو جگا دے یا انتظار کرے؟ اگر وحشیوں نے انہیں گھیر لیا ہے تو وہ اس ایک کو تو گرا دے گا اور بندوق کی آواز سلیٹر اور جرمی کو بیدار کر دے گی۔ وہ خود اپنے سانس کی آواز سن رہا تھا۔ سائے نے پھر حرکت کی۔ باربر نے بندوق شانے سے لگائی' مکھی پر نظر جما کر شست باندھی اور اب وہ بالکل تیار تھا اور اندھیرے سایوں میں غور سے دیکھ رہا تھا۔"

اور پھر وہ چاندنی کی موٹی لکیر میں کھڑی تھی۔ صاف اور نمایاں' ایک لمحہ تک باربر کی بندوق اس کی طرف اٹھی رہی اور پھر اس کی انگلی کا دباؤ لبلبی پر سے کم ہو گیا' اس کا بایاں ہاتھ پیچھے کھسک آیا اور بندوق کی نال آسمان کی طرف اٹھ گئی۔ لڑکی کوئی چیز لئے ہوئے تھی' اس کے ایک شانے پر ڈوری پڑی ہوئی تھی جو اس کی ایک چھاتی پر سے ہوتی ہوئی ان کے درمیان تک آ گئی تھی باربر کو پتوں اور تنکوں کی ایک ٹوکری کی جھلک دکھائی دی۔ اس کی نگاہوں نے لڑکی کے دائیں بائیں اور پیچھے غور سے دیکھا لیکن کہیں کوئی متحرک سایہ نظر نہ آیا۔ سیاوا نے پھر وہی عجیب آواز نکالی اور باربر اٹھ کر درختوں کے سایوں میں سے باہر آ گیا۔ سیاوا نے چونک کر اپنا سانس روک لیا۔

باربر ایک لمحہ تک چپ کسم کے عالم میں کھڑا رہا۔ اور پھر اس نے گھوم کر بے خبر سوئے ہوئے سلیٹر کی طرف بندوق سے اشارہ کیا۔ سیاوا ہچکچائی لیکن باربر نے پھر اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھی۔ وہ باربر کے قریب سے گزرتی ہوئی وہاں پہنچی جہاں سلیٹر سویا ہوا تھا' اس پر جھک کر اس کے تنفس کی آواز سنتی رہی اور پھر اپنے شانے پر سے ٹوکری اتار کر زمین پر رکھ دی۔

اس کی موجودگی اور قربت کو محسوس کر کے سلیٹر نے ایک دم سے چونک کر پستول

دبوچ لیا لیکن سیاوا نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اپنا جسم اسکے جسم سے لگا دیا۔ سیلٹر نے اُ
کے بدن کی نرمی، گرمی اور صندل کی خوشبو محسوس کی۔ تو سیاوا نے انہیں دھوکا نہ دیا
غداری نہ کی تھی۔ سیلٹر نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا اور اس کی ساری تلخی اور سا
شک دور ہوگیا۔"

سیاوا نے سرگوشی میں اس کا نام لیا اور اسے آہستہ سے زمین پر لٹا دیا۔ وہ اس کے د
کی دھڑکنیں اپنے دل کی دھڑکنوں سے مدغم ہوتے محسوس کررہا تھا۔ ایک مست کر
مٹھاس اس کی رگ رگ میں سرایت کرگئی اور اس کی تھکن پر اس کی شدید طلب غالب
آگئی اور سیاوا کے دبے دبے احتجاج کے باوجود اس کے ہونٹوں نے سیاوا کے نرو نم ہونٹ
تلاش کرلئے اس سے پہلے کہ باربر سیلٹر کو بیدار کرنے آتا وہ جاگ چکا تھا۔ وہ بالکل برہ
تھی البتہ اس کے گلے میں شارک مچھلی کے دانتوں کی مالا پڑی ہوئی تھی جو چاندنی میں چمک
رہی تھی۔

بائیسواں باب

دوسری صبح جرمی نے سیاوا کو دیکھا تو مارے خوشی کے دیوانہ ہوگیا۔ جب وہ بیدار ہوا
ہے تو سیاوا سورہی تھی، صبح کی روشنی زمین پر اتر آئی تھی اور سیلٹر پہرے پر تھا۔ جرمی اٹھ
کر سیلٹر کی طرف بھاگا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ سیاوا واپس آگئی ہے۔"

"یہ لڑکی تو بڑی ہمت والی ہے" باربر نے کہا" یہ سامان خوردونوش لانے کے لئے اسے
گویا شیر کے منہ سے سر دینا پڑا ہوگا"۔

ان چاروں نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ رتالو، رودو اور ایک ایک قتلہ مچھلی کا۔ رتالو اب
بھی گرم تھا۔ جب کھا چکے تو اتنا بچ رہا جو ان چاروں کے لئے چار دنوں کے لئے کافی تھا اگر
وہ ضرورت سے زیادہ نہ کھاتے۔ سیاوا نے کھانا کیلے کے پتوں میں رکھا اور احتیاط سے
واپس ٹوکری میں رکھ دیا۔

"بہت خوش معلوم ہوتے ہو باربر" باربر نے اٹھ کر رومال سے اپنا منہ پونچھا تب سیلٹر
نے کہا۔

"ہاں۔ بہت خوش ہوں۔ اب ہم ان آدم خوروں کو چاٹ لیں گے۔ یہ میرا دل کہہ
رہا ہے، قسم سے"

جب جرمی اور باربر پڑاؤ صاف کررہے اور یہ اطمینان کررہے تھے کہ ان کے اوزار

اور ہتھیار اچھی طرح سے چھپے ہوئے اور دفن ہیں تو سیلٹر سیاوا کے قریب بیٹھا اس سے
سوالات پوچھ رہا تھا کہ جھیل میں مدوجزر کب ہوتا ہے اور یہ کہ اگر اس وقت ڈونگے کو
وہاں سے لے آیا جائے تو اس کا اثر خود ڈونگے پر کیا ہوگا۔"

اس نے جزیرے کا نقشہ بنا کر اس پر گاؤں اور ان کے پڑاؤ کے نشانات بنائے۔ پھر
اس نے سیاوا سے کہا کہ وہ اسے ڈونگے کو سمندری جھیل سے لے جانے کا راستہ بتائے۔
اس نے بتایا کہ راستہ کہاں تھا۔ یہ ان کے پڑاؤ کے شمال مغرب میں تھا اور جزیرے والے
اس راستے سے آتے جاتے نہ تھے کیونکہ یہ راستہ تنگ اور خطرناک تھا لیکن سیاوا کے
خیال میں ڈونگا اس راستے سے گزر سکتا تھا۔ اس نے مدوجزر کا وقت بتایا، یہ بتایا کہ پانی
کہاں تک پہنچتا تھا اور یہ کہ اگر مدوجزر کم ہو تب بھی اس جگہ پانی اتنا گہرا تو ضرور ہوتا تھا
کہ ڈونگا آسانی سے لے جایا جاسکے، ڈونگے کو ساحل کے نہ صرف قریب بلکہ کنارے تک
دور پڑاؤ کے عین نیچے لایا جاسکتا تھا۔ یہ راستہ استعمال کرنے کی وجہ سے وہ ساحل پر سے
سامان لے کر دن نکلنے سے پہلے جزیرے سے کافی دور نکل سکتے تھے۔

جب وہ بیری کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ ہتھیار ہاتھوں میں تیار رکھے، دھوپ میں
پریشان اور پسینے میں شرابور وہ احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے اور جانتے تھے کہ ڈوئل
کہیں قریب ہی ہوگا، مسلح اور حملہ کرنے کے لئے تیار۔ سیلٹر کو اس میں ذرا شک نہ تھا کہ
ڈوئل حملہ کرے گا۔ پائن کو مار نہ دیا تھا اس نے؟ اور سیلٹر یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اچانک
حملہ کرے گا۔ چنانچہ وہ چوکنے، محتاط اور خاموش تھے اور بہ وقت ضرورت ہی بات کرتے
تھے۔

دوپہر تک وہ جزیرے کے مغربی سرے کے زیادہ تر حصہ عبور کرچکے تھے لیکن بیری کا
کوئی سراغ نہ ملا تھا۔ اور اس کے تھوڑے دیر بعد ہی بارش شروع ہوگئی۔ موسلا دھار
بارش تھی یہ جس کے بوجھ سے درخت جھکے پڑ رہے تھے اور ان پر سے پانی کی چادریں
گررہی تھیں اور ٹیلوں کی بلندیوں پر سے بے شمار نالے شور مچاتے اتر رہے تھے۔ بجلی بار
بار چمک رہی تھی اور کڑک اور گرج کی آوازوں سے زمین لرز رہی تھی۔

جب طوفان گزر چکا اور کڑک اور گرج لڑھکتی ہوئی سمندر پر چلی گئی تو سورج نکل آیا،
اس کی آتشیں کرنیں زمین پر اتریں۔ گیلی زمین گرم ہوئی اور اس سے انجرات اٹھنے لگے
درختوں سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگے، پرشور نالے غائب ہوگئے اور پرندے واپس فضا
میں پرواز کرنے لگے۔

سہ پہر کے وقت تک وادی بہ وادی، گھاٹی بہ گھاٹی اور ٹیلا بہ ٹیلہ وہ بیری کو تلاش

کرتے رہے لیکن انہیں اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر کار۔ جب سہ پہر ختم ہو رہی تھی' سلیٹر نے کہا کہ کپتان کو شاید وحشی پکڑ کر لے گئے۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" باربر نے کہا۔ لیکن پھر یہ بات بھی ہے کہ ڈوئل بھی کہیں نظر نہ آیا اور مجھے شک ہے کہ مباوا وہ بھی پکڑا گیا ہو۔

"ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے ڈوئل آزاد ہو چنانچہ وہ جزیرے پر کہیں بھی ہو سکتا ہے وہ بزدل نہیں ہے چنانچہ ہو سکتا ہے کہ وہ جزیرے کے دوسرے سرے پر کہیں چھپا ہوا ہو اور وہ قصداً اس طرف چھپا ہو یہ سوچ کر کہ ہم جانتے ہیں وحشی ہمیں تلاش کرنے اس طرف نہ جائیں گے چنانچہ' ڈوئل کے خیال میں' ہمیں اگر جان بچانی ہے تو ہم جزیرے کے دوسرے سرے کی طرف ہی جائیں گے۔ آ۔ ہاں۔ ایک خیال آیا ہے باربر۔ کپتان بیری اسی طرف گئے ہیں شاید۔

"سلیٹر!" باربر نے کہا "میں کپتان کا احترام کرتا ہوں اور ان کی برائی کرنا نہیں چاہتا لیکن یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ کپتان بیمار تھے اور ان کی بیماری عجیب تھی اور دماغ کی حالت ایسی کہ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی کہ وہ سیدھے گاؤں میں چلے جائیں اور اپنے آپ کو وحشیوں کے حوالے کر دیں۔"

باربر کا یہ خیال عجیب و غریب تھا تاہم سلیٹر کو اعتراف کرنا پڑا کہ بیری کا دماغی توازن اسقدر بگڑا ہوا تھا کہ اس سے کچھ بعید نہ تھا اور اندازہ لگانے کی تو کوئی گنجائش ہی نہ تھی کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ انہیں بیری کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا تھا اور یہ کہ انہیں اب کوئی فیصلہ کرنا تھا۔"

سلیٹر نے واپس لوٹنے کا حکم دیا۔"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا" وہ کچھ راستہ طے کر چکے تھے جب باربر نے کہا "ہو سکتا ہے کہ کپتان بیری پڑاؤ میں پہنچ گئے ہوں اور ہمارا انتظار کر رہے ہوں۔

لیکن بیری پڑاؤ میں ان کا منتظر نہ تھا اور نہ ہی ان کی غیر موجودگی میں کسی کے بھی وہاں آنے کا کوئی سراغ یا علامت تھی۔ آرام کئے بغیر وہ گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

بارش نے سفر کی دقتوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ مچھر اور مکھیاں اب قہر خداوندی بن چکی تھیں۔ جہاں پہلے سطح مرتفع سخت و خشک تھے وہ اب کیچڑ تھا اور راستہ دشوار گزار۔ بھیگے ہوئے جنگل بھاپ اگل رہے تھے اور سڑاند ان کے دماغ چکرا رہی تھی۔ جب وہ اس ٹیلے پر پہنچے جس پر سے سلیٹر نے ڈونگا دیکھا تھا تو سلیٹر کے اندازے کے مطابق دن کی روشنی پر اندھیرا غالب آنے میں ایک گھنٹے سے بھی کم وقت باقی تھا۔ اس نے جرمی کو سیاوا کے ساتھ

وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود باربر کو لے کر آگے بڑھ گیا۔"

شام کے ابتدائی دھندلکے میں ساحل صاف تھا۔ ریتلے ساحل کے کنارے پرے وہ گاؤں کے مکانات' ناریل' تاڑ اور بریڈ فروٹ کے درخت دیکھ سکتے تھے' گاؤں میں الاؤ اور بتیاں جلنے لگی تھیں۔ یہ سب کچھ انہیں صاف دکھائی دے رہا تھا لیکن ڈونگے۔ وہ وہاں نہ تھے۔

باربر نے تھوک نگل کر حلق تر کیا اور زبان کھولی۔

نہیں ہیں' وہ بولا۔

"ہاں۔ نہیں ہیں۔"

"کہاں تھے؟"

"ٹھیک نیچے۔ ان کندوں کے اس طرف' باربر! تم یہیں ٹھہر کر نظر رکھو۔ میں واپس جا رہا ہوں لڑکی کے پاس' یہاں کچھ عجیب گڑبڑ ہے جو میں سمجھ پا رہا ہوں"

"تمہارا مطلب ہے لڑکی کے ساتھ؟ میں نے دیکھا تھا ...

"کیا دیکھا تھا تم نے؟" سلیٹر نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ۔ کچھ خوفزدہ ہو جیسے۔"

"بالکل۔ لیکن میں نے سوچا تھا کہ ہم جو کچھ کرنے جا رہے ہیں اس کے خیال سے وہ خوفزدہ ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ خوف کی وجہ کچھ اور نہ ہو۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا بات ہے۔ لیکن کچھ ہے ضرور۔"

سیاوا کو ذرا بھی حیرت نہ ہوئی۔ اس سے پہلے کہ سلیٹر اسے پوری طرح سے سمجھا دیتا وہ سب کچھ سمجھ کر اثبات میں سرہلا رہی تھی۔ سیاوا کے اس رد عمل نے اسے الجھا دیا اور اس سے وہ بات نہ کر سکتا تھا اس حقیقت نے اسے جھنجلا دیا۔ سیاوا نے گھاس کی ایک پتی توڑی اور اسے اپنی انگلیوں پر لپیٹنے اور کھولنے لگی۔ یہاں' درختوں کے نیچے اندھیرا تھا۔ گاؤں کی طرف سے چولہوں اور الاؤ کا دھواں ہوا کے دوش پر سوار اس طرف آ رہا تھا اور جب سیاوا نے اس دھوئیں کی بو سونگھی تو اس کا بدن ایکدم سے کھنچ گیا اور آنکھیں شدت خوف سے پھٹ گئیں۔

"جرمی!" ایکدم سے سلیٹر نے کہا "باربر کے پاس جاؤ۔ فوراً۔"

"کاش کہ میں سیاوا کی زبان بول اور سمجھ سکتا" سلیٹر نے جھنجلا کر دل میں کہا۔

سارے ڈونگے تو غائب تھے ہی لیکن گاؤں میں اور اس کے آس پاس لوگوں کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ معلوم ہوتی تھی اور ان آوازوں میں' جو گاؤں کی طرف سے آ رہی

تھیں، عجیب طرح کا جوش و خروش تھا۔ سیاوا بدستور سر جھکائے بیٹھی تھی اور اپنے ناخن کے انگوٹھے سے گھاس کی پتی کو جھیر جھیر کر رہی تھی۔

"اب سمجھ میں آیا۔ خدا کی قسم اب سمجھ میں آیا۔ اس نے سوچا۔ اور آگے کچھ غور کئے بغیر انتہائی غصے سے بے قابو ہو کر اس نے ہاتھ بڑھایا، سیاوا کی ٹھوڑی پکڑی اور ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی طرف گھما دیا۔

"ہاں" اس نے کہا اور یہ پروا کئے بغیر کہ وہ اس کی بات سمجھ بھی رہی ہے یا نہیں "میں بتاتا ہوں کہ ڈونگے کیوں غائب ہیں۔ کالی کتیا! میں بتاتا ہوں۔ وہ اس لئے غائب ہیں کہ تو نے گاؤں والوں کو بتا دیا ہے کہ ہم انہیں حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ ڈونگے چھپا دیئے گئے ہیں۔ اس لئے غائب ہیں۔"

اور اس کی ٹھوڑی پر سے ہاتھ ہٹا کر اس نے اسے ایک زناٹے کا تھپڑ رسید کر دیا۔

سیاوا چیخ اٹھی لیکن اپنے آپ کو بچانے کی کوشش نہ کی۔

"اور یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ میں سمجھ ہی نہ سکا کہ تو وہاں سے کیوں اور کہاں چلی گئی تھی اور ان سوروں کو ہمارے ارادے سے باخبر کرنے کے بعد ہمیں الو بنانے کے لئے ہمارے لئے کھانے کی چیزیں لے کر واپس آئی۔ بہت چالاک، بہت ہوشیار، جاسوس رنڈی۔"

اور اس نے سیاوا کو دوسرا تھپڑ رسید کیا اور پھر ہتھیلی کے کنارے سے ضرب لگائی۔ سیاوا کا سر ادھر سے ادھر ہو گیا لیکن سیاوا خاموش رہی۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ گھاس کی پتی اب بھی اس کی انگلی پر لپٹی ہوئی تھی۔

وہ پستول گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا لیکن غصہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ پستول اس کے ہاتھ میں بوجھل معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی شہادت کی انگلی لبلبی سے لپٹ گئی۔ سیاوا سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن خاموش اور بے حرکت بیٹھی سلیٹر کی صورت تک رہی تھی اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ کھل گئے۔

سلیٹر سوچنے لگا کہ وہ باربر اور جری کو کیسے سمجھائے گا۔ پستول کا دھاکا سنتے ہی دونوں بھاگے آئیں گے۔ وہ صرف اتنا کہے گا کہ اس نے سیاوا کو اس لئے گولی مار دی کہ اس نے انہیں دھوکا دیا تھا۔ اور اسی لئے ڈونگے غائب تھے۔

سیاوا اب گھاس کی پتی انگلی پر نہ لپیٹ رہی تھی۔ اسکی آنکھیں حیرت انگیز حد تک پرسکون تھیں اور ان سے خوف کا یا کوئی اور جذبہ جھانک نہ رہا تھا۔ اب وہ اسکی طرف نہیں بلکہ پستول کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"صاب۔ صاب۔ مسٹر سلیٹر صاب" جری کی آواز جیسے کوسوں دور سے آئی۔

"نہیں۔ نہیں۔ جری کو یہ نہ دیکھنا چاہئے۔ تو پھر جری سے کہوں کہ یہاں سے چلا جائے اور باربر کو بھیج دے" سلیٹر کے دل نے کہا۔"

"صاب۔ مسٹر سلیٹر۔ باربر کہتے ہیں کہ تم..... سلیٹر جری کو واپس جانے کا حکم دینے کے لئے گھوما تو لڑکے کی چیخ اس کے منہ پر جیسے پتھر کی طرح لگی۔

"مسٹر سلیٹر! کیا کر رہے ہو۔ اس۔ پستول سے! یہ۔ یہ سیاوا ہے۔ صاحب"۔

اور جری سلیٹر پر ٹوٹ پڑا اور زور کر کے اس کا پستول والا ہاتھ کو جھکا دیا۔ سلیٹر نے دانت پیس کر ایک گالی بک دی اور جری سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی یہ کوشش بھی تھی کہ پستول چل نہ جائے۔

"جری! ہٹ جاؤ۔ میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ"۔

سلیٹر نے اپنا بگڑا ہوا توازن سنبھال کر جری کو ایک جھٹکے کے ساتھ پھینک دیا۔ وہ سیاوا پر گرا۔ موخرالذکر ایک چیخ مار کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جری اٹھ کر ایک بار پھر سلیٹر پر ٹوٹ پڑا تھا، اسے گھونسے مار رہا تھا اور چیخ رہا تھا۔

"سام! سام! جلدی آؤ۔ سا۔ آ۔ آ۔ م۔

بدحواس باربر بھاگتا ہوا آیا، جری بدستور سلیٹر سے لپٹا ہوا تھا اور پستول سلیٹر کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا تھا۔

باربر نے آہستہ سے جری کو سلیٹر سے الگ کر کے پیچھے کھینچ لیا۔ سلیٹر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ جری کو پکڑے ہی پکڑے باربر سیاوا کی طرف دیکھنے کے لئے گھوم گیا۔

لیکن سیاوا غائب تھی۔

تیسواں باب

وحشیوں کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کے بعد بیری فرار ہوا ہے تو اسے یقین تھا کہ وحشی سلیٹر، جری اور سیاوا کو پکڑ لے گئے اور باربر کو انہوں نے قتل کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ تنہا وہ زندہ بچا ہے۔ رہا ڈوکل تو وہ اس کے لئے اسی وقت سے مر چکا تھا جب سلیٹر نے اسے پڑاؤ سے نکال دیا تھا اور بائن کی عجیب موت بھی اسکے لئے قابل اعتنا نہ تھی اور اس نے اس کی موت کی وجہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہ کی تھی ڈوکل کا وجود بھی یاد نکل یا لائٹ یا

مور گن کی طرح بیری کے لئے پوری طرح ختم ہو چکا تھا یا یوں کہو کہ چونکہ وہ ان میں سے کسی کو بھی دیکھ نہ سکتا تھا اس لئے اسکا دماغ انہیں زندہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ زندہ اگر زندہ اگر کوئی تھا تو صرف وہ تھا۔ کپتان بیری۔

ابتداء میں اسے اس خیال سے بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس پر اس نے فخر کیا کہ سارے جوان مر گئے تھے اور وہ جو کہ بوڑھا تھا' زندہ تھا۔ ساحل سے الگ ہٹ کر چلتا ہوا وہ پڑاؤ سے دور ایک تنگ گھاٹی میں پہنچ گیا اور وہاں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر اس نے اونچی آواز میں بکنا شروع کیا اور وہ بھی اس طرح جیسے کسی مجمع کو مخاطب کر رہا ہو۔

"ہاں - میں ان میں کا آخری انسان ہوں۔ اور میں اکیلا نہ تھا لیکن یہ نہ بھولو اے لوگو کہ اس وحشی جزیرے پر میں اکیلا رہ گیا تھا اور اس جزیرے پر کالے لوگوں کی صورت میں شیطان آباد تھے۔

ہاں' شیطان' انسان نہیں کیونکہ خدا ایسے انسان بنا ہی نہیں سکتا۔ وہ عزرائیل کے نطفے سے تھے۔ اے لوگو! یہ میں سچ کہتا ہوں۔ یقین کرو' قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کی عادتیں اور رسمیں ایسی مذموم تھیں کہ آپ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے .....

ایک دم سے اسے اپنی تھکن کا احساس ہوا اور جنگ کی خوفناک یاد آئی تو وہ خاموش ہو گیا اور درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر آرام کرنے لگا اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ گئی۔ شام کا دھندلکا پھیل گیا' سمندر کی طرف سے آتی ہوئی ہوائیں تھم گئیں دن کی گرمی ختم ہوئی اور بیری کو پتہ بھی نہ چلا۔ اس نے پہلو بدلا' آنکھیں کھولیں اور تھکے ہوئے انداز میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور سلیٹر کو پکارنے لگا۔ اس نے کئی دفعہ آوازیں دیں اور پھر اس کے لئے کشتی نہ بھیجنے پر کسی کی گوشمالی کرنے کے متعلق بڑبڑاتے ہوئے وہ ساحل کی ڈھلان کی طرف چلا۔ اور وہاں' ڈھلان کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اس نے کشتی بات کو مسلسل آوازیں دیں۔

اندھیرا اتر چکا تھا جب اس کی دیوانگی کا دورہ ذرا کم ہوا اور پھر عارضی طور پر اسے اپنی خطرناک صورت حال کا مبہم سا احساس ہوا۔ اکیلا' بالکل اکیلا' نہ جہاز نہ جہاز کا عملہ' نہ کھانا اور نہ پانی' کچھ نہ تھا اس کے پاس سوائے اس کے پستول اور چاقو کے اور ان کپڑوں کے جو وہ پہنے ہوئے تھا۔

وہ لوٹ پڑا' واپس جھاڑیوں کے جنگل میں گھس پڑا۔ وہ گالیاں بک رہا تھا' ان دیکھے دشمن کو کوس رہا تھا اور ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر وہ اس بری طرح سے گرا کہ چند لمحوں تک اٹھ نہ سکا اور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ جب وہ اٹھا تو اس کے حواس قدر

وکانے آ چکے تھے۔ اس نے چاروں طرف دیکھا' قریب ہی ایک کھلی جگہ تھی جس میں گھاس اگ رہی تھی۔ وہ گھاس پر لیٹ گیا اور چند لمحوں بعد ہی سو رہا تھا اور پھر وہ صبح تک بیدار نہ ہوا۔

وہ تھکا ہوا تھا جسم پر جگہ جگہ خراشیں تھیں اور مارے پیاس کے وہ پاگل ہو رہا تھا۔ ں حالت میں وہ اندرون جزیرہ بڑھتا رہا اور اتفاقاً پانی کے ایک گڑھے پر پہنچ گیا۔ گڑھے کے کنارے پر اوندھے منہ لیٹ کر اس نے اپنے لب پانی کی سطح سے چسپاں کر دیئے۔ اسے لچھ مبہم سا احساس ہوا کہ پانی پینے میں خطرہ تھا تاہم وہ پیتا رہا۔ وہ پانی پی رہا تھا اور اس کا مور یہ تصور دکھا رہا تھا کہ وہ مجمع کے سامنے کھڑا اپنی داستان بیان کر رہا تھا کہ کس طرح وہ ود اپنا پیشاب پینے پر مجبور ہو گیا اور لوگو وہ جزیرہ کوئلے کے ڈبے کی طرح' خشک اور بے اب تھا۔

جب وہ پانی پی کر روانہ ہوا تو بے خبری میں اس طرف جا رہا تھا جس طرف ان کا پڑاؤ تاا اب وہ بے حد تھک چکا تھا اور بار بار دم لینے کے لئے رک کر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ ناک کی سیدھ میں دیکھ رہا تھا اور تیز دھوپ میں اس کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ نوڑی دور تک چلتے رہنے کے بعد اس نے اپنے موزے میں پانی کا زبردست بوجھ محسوس لیا اور وہ ایک چھوٹے سے تیلے کی چوٹی پر پہنچ کر رک گیا۔ ایوی کے دو درخت اس ٹیلے پر سایہ فگن تھے اور وہ سمندر کی طرف سر کر کے لیٹ گیا۔ اس حالت میں وہ ساحل کو تو دیکھ نہ سکتا تھا البتہ ساحل کا وہ حصہ دیکھ رہا تھا جیسے جوار بھاٹا نے دھو کر ہموار کر دیا تھا۔ اسے لیٹے کوئی آدھا گھنٹہ گزرا تھا کہ ایک پرندہ ساحل کے اس ہموار حصہ پر اترا اور اپنی لمبی چونچ ریت میں مار مار کر اپنی غذا حاصل کرنے لگا۔

وہ پرندے کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ پرندہ ایک دم سے بازو پھڑپھڑا کر اوپر اٹھا اور سندری جھیل کی طرف پرواز کر گیا۔ بیری نے اپنا سر جھکا لیا کیونکہ پرندے کی پرواز سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی اس نے کوئی اہمیت دی۔ اگر اس نے اسے ذرا بھی اہمیت دی ہوتی' اگر وہ پرندے کی یوں پرواز کر جانے کی وجہ معلوم کرنے کے لئے رینگتا ہوا ٹیلے کی چوٹی کے کنارے پر آ گیا ہوتا تو اس نے سلیٹر' باربر' جرمی اور سیاوا کو دیکھ لیا ہوتا جو اسے تلاش کرتے ہوئے اس طرف سے گزرے تھے۔

ار جب وہ آگے روانہ ہوا تو دوپہر ہو چکی تھی۔ وہ صاحل سے دور اور درختوں کے سایوں لی چل رہا تھا کیونکہ سورج کی تپش اب اسے اذیت دینے لگی تھی۔ وہ پڑاؤ والے ٹیلے کے لیب سے گزرا تو اس کی نظر ان دو درختوں پر پڑی جن کی جڑوں میں انہوں نے سامان

دفن کیا تھا۔ ہر چند کہ اس کی نگاہوں نے ان درختوں کو دیکھا لیکن اس کے دماغ نے انہیں پوری طرح سے نہ پہچانا۔ وہ رکا' ایک دو لمحوں تک ان درختوں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ گیا۔"

اور پھر بارش ہونے لگی جب وہ تھمی تو بیری بھیگ کر چوہا ہو رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتا رہا اور کئی دفعہ گیلی زمین پر پھسل کر گرا۔ سورج پوری طرح سے بادلوں میں سے نکل آیا تھا اور آگ برسا رہا تھا جب اسے آرگو کی بچاؤ کشتی مل گئی۔

وہ ایک لمبی راس کے متوازی بیلوں سے ڈھکی ہوئی گیلی زمین پر چھدرے چھدرے درختوں کے درمیان چلا جارہا تھا کہ اسے ایک چیز دکھائی دی جسے اس نے جھونپڑی سمجھا ہرے ٹہنوں اور گیلے تختوں کے ستونوں پر بنایا ہوا پتوں اور گھاس پھوس کا ایک سائبان سا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اس سائبان کو دیکھتے ہی اسے غصہ آگیا۔ آخری مورچہ کو ختم کر دینے کے متعلق کچھ کچھ بڑبڑاتے ہوئے اس نے اپنی بندوق اٹھائی اور بے دھڑک لبلبی دبادی۔ لیکن بندوق نہ چلی۔ اس نے بندوق پھینک کر اپنا ایک پستول گھسیٹ لیا اور اس کی گولی پتوں کی ان جھالروں میں گھس گئی جو سائبان کے سرے سے لٹک رہی تھیں۔ پھر بندوق کو وہیں چھوڑ کر وہ مضبوط قلعہ پر شدید حملہ کرنے کے متعلق کچھ بکتا ہوا سائبان کی طرف بھاگا۔

اور وہاں جب اسے کشتی دکھائی دی تو اس نے خوشی کا اظہار نہ کیا۔ وہ پتوں کی جھالریں ہٹا کر سائبان میں گھس پڑا تھا اور اب وہ وہاں کھڑا سائبان میں رکھی ہوئی کشتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ دفعتاً" اسے یاد آیا اور وہ وہیں بیٹھ کر پستول میں بارود بھرنے لگا۔ اور اب وہ گھوم پھر کر کشتی کا جائزہ لے رہا تھا۔ کشتی کا اگلا حصہ اور درمیانی حصہ سلامت تھا البتہ پچھلے حصہ کو مونگے کی چٹانوں نے نقصان پہنچا دیا۔ لیکن اسکی کمانیاں اور تختے مضبوط اور سلامت تھے۔ یہ وہ کشتی تھی جسے جہاز بڑھئی یا عملے کے چند آدمی بحری سفر کے قابل بنا سکتے تھے۔"

وہ کشتی کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے شروع سے یقین تھا کہ وہ کشتی اسے مل جائے گی۔

"آہا۔ ہا۔ اولیور" اس نے سرہلا کر کہا "تمہیں یقین نہ تھا اس لئے قسمت نے تمہارا ساتھ نہ دیا اور تمہیں کشتی نہ ملی۔ لیکن وہ وہیں تھی۔ شروع سے وہیں تھی۔ خدا نے وہاں رکھ دی تھی جو مجھے بھولا نہ تھا۔ اور ایکبار پھر اس کا تصور اسے بوسٹن لے گیا اور ایک بار پھر وہ دم بخود مجمع کے سامنے اپنا سنسنی خیز کارنامہ بیان کر رہا تھا" ہاں اے صاحبو! یہ خدا کی

تھی۔ تائید غیبی' خدا نے کشتی بھیج دی تھی اور اس پر سائبان بنا دیا تھا کہ اسے دھوپ بارش سے بچا رکھے یہاں تک کہ مجھے اس تک پہنچا دے۔ چنانچہ میں اسے ساحل تک ...یٹ لایا' اس کی مرمت کی اور اسکا ستون کھڑا کر کے بادبان لگایا۔"

تھکے ہوئے انداز میں وہ پچھلے حصہ سے کشتی میں سوار ہوا اور آگے بڑھ کر اس کے ...ہ پر کے تختے پر بیٹھ گیا۔ جزیرے والوں نے کشتی کو ٹھیک سے رکھا نہ تھا چنانچہ بیری کے ...ے وہ ڈول رہی تھی۔ جس تختے پر وہ بیٹھا وہ چرچرایا اور ایک طرف سے ٹوٹ گیا اور ...اٹھ گیا۔ بیری ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور اب اس کے تصور نے دیکھا کہ ملاح کشتی ...رہے ہیں اور اس نے ان خیالی ملاحوں کو مخاطب کیا۔

"ہاں۔ چلاؤ۔ چپو چلاؤ۔ اپنے گھر پہنچنے کے لئے۔ اپنے وطن پہنچنے کے لئے اور اپنی ...کے پاس پہنچنے کے لئے۔ چلاؤ۔ چپو چلاؤ' ہیا ہو۔ ہیا ہو۔ ہیا ہو۔ ہیا ہو۔" وہ آگے پیچھے جھومنے ...یسے وہ بھی چپو چلا رہا ہو "ہیا ہو۔ ہیا ہو۔"

ایک اس کے یوں جھومنے سے کشتی کانپنے اور لرزنے لگی۔ بیری نے اپنا توازن ...مالنے کی کوشش کی تو کشتی کے ایک طرف سے کھونٹے' جن پر کشتی رکھی اور بندھی تھی ...ٹ گئے اور وہ ایک طرف لڑھک گئی۔ بیری اپنا توازن پوری طرح سے کھو کر اور دونوں ...پھیلا کر دھم سے گرا اور کشتی میں سے ...ر لڑھک گیا۔"

چوبیسواں باب

لڑکی چلی گئی "باربر نے سیلٹر کی طرف گھومتے ہوئے کہا' کیا ہوا۔"

"میں نے اسے گولی مار دینے کی کوشش کی تھی۔"

"گولی مار دینے کی کوشش کی تھی؟"

"گولی مارنے جارہا تھا لیکن جری نے روک دیا۔"

"لیکن کیوں؟"

"مجھے شک ہوا کہ سیاوا نے ہم سے غداری کی۔ میں پاگل ہو گیا تھا۔ خدا کی قسم پاگل ...ہا تھا۔ میں نے سوچا کہ ڈونگے اس لئے غائب ہیں کہ سیاوا نے جزیرے والوں کو ...ے ارادے سے باخبر کر دیا ہے چنانچہ انہوں نے ڈونگے کہیں چھپا دیئے ہیں۔

ڈونگے وہیں ہیں۔

سلیٹر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈونگے وہیں ہیں" باربر نے کہا "کم سے کم ایک تو وہیں ہے۔ اور دوسرا آرہا ہے۔ یہی اطلاع دینے کے لئے میں نے جرمی کو تمہارے پاس بھیجا تھا۔ کہا نہیں اس نے؟"

"مجھے کہنے کا وقت نہ ملا" جرمی نے کہا۔

"یہ سچ کہتا ہے" سلیٹر نے کہا "لیکن یہ عین وقت پر یہاں پہنچا۔ خدایا! سچ کہتا ہوں باربر! میں پاگل ہوگیا تھا۔"

"سام! ہمیں اسے تلاش کرنا ہے" جرمی نے التجا کی "اگر ہم نے اسے تلاش نہ کرلیا تو وحشی اس بیچاری کو کھا جائیں گے۔"

"اب اسے تلاش کرنے کا یہ عجیب موقع ہے کہ وہ ڈونگا موجود ہے اور تمہارا منتظر ہے۔ گویا" باربر نے کہا "وہ بادبانی ڈونگا تھا جو تم دیکھ کر آئے تھے؟"

"ہاں۔"

"تو وہ اب آرہا ہے" باربر نے کہا "بے حد عمدہ ہے۔ چوڑائی میں زیادہ نہیں ہے لیکن بے حد تیز رفتار ہوگا۔ لڑکی کی ہمیں ایک اور کام کے لئے بھی ضرورت ہے۔ ڈونگا چلانے کے لئے وہ عجیب و غریب کشتی ہے سلیٹر۔"

اور پھر گاؤں کی طرف سے نقارہ بجنے کی آواز آئی اور سلیٹر کو ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے۔

"باربر" سلیٹر نے ایک دم سے کہا۔ "تم اور جرمی ڈونگا لیکر پڑاؤ کی طرف پہنچ جاؤ، اسے سمندر تک پہنچانے میں میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔ پھر میں سیادا کی تلاش میں جاؤں گا۔ اگر ہم دن نکلنے تک پڑاؤ میں پہنچ جائیں تو ٹھیک ورنہ تم اور جرمی یہاں سے نکل جانا۔"

"نہیں۔ یہ نہیں ہوگا۔"

"حکم ہی سہی لیکن میں اس پر عمل نہ کروں گا۔ تمہارا جی چاہے تو اسے بغاوت کہہ لو لیکن میں ایسا نہ کروں گا۔ اگر ہمیں یہاں سے نکلنا ہی ہے تو ساتھ نکلیں گے۔"

"باربر۔"

"نہیں۔ یہ کبھی نہ ہوگا" باربر نے سنجیدگی سے کہا۔ عقل سے کام لو سلیٹر۔ صورت حال ویسے ہی نازک ہے اور ایسے وقت میں ایک دوسرے سے الگ ہونا اسے نازک تر [illegible] ہے۔ بہرحال میں جرمی کے ساتھ کہاں جاسکتا ہوں۔"

"اس جزیرے سے نکل جاؤ۔"

"اور لڑکی کا کیا؟"

"لعنت ہو اس پر باربر۔ وہ غائب ہے۔"

ایک منٹ تک وہ خاموش رہے۔ پھر سلیٹر نے کہا۔

"نہیں باربر۔ میں اسے تلاش کروں گا۔"

"تو پھر چلو۔"

اور سب سے پہلے باربر نے اسے دیکھا۔ ایک جھلک دیکھی۔ وہ بھاگی جارہی تھی اور باربر نے اپنے ڈیل ڈول کے باوجود حیرت انگیز پھرتی اور تیزی کا ثبوت دیا۔ سلیٹر کے قریب آکر اس نے اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف گھما دیا۔

"یہیں ٹھہرو" اس نے کہا۔

"کیا بات ہے؟" سلیٹر نے پوچھا؟"

"لڑکی"

"کہاں؟"

"اس ٹیلے پر" باربر نے بائیں طرف اشارہ کیا۔

"تو پھر جلدی......"

"نہیں۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ اکیلا۔"

"لیکن باربر۔"

"میں نے کہا کہ میں اکیلا جاؤں گا" باربر نے سختی سے کہا "میرے واپس آنے کے بعد مجھے اس حکم عدولی کی یا اسے جو بھی سمجھو سزا دے سکتے ہو۔" باربر کی آواز گھمبیر ہوگئی، اس میں جو دھمکی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا "اگر تم میرے پیچھے آئے سلیٹر تو میں خدا کی قسم تمہیں گولی مار دوں گا۔"

اور پھر اس وقت تک ان میں کوئی گفتگو نہ ہوئی جب تک کہ وہ باربر اور سلیٹر، ٹیلے کی چوٹی پر سینے کے بل لیٹے گاؤں کی طرف دیکھنے نہ لگے اور اب ساحل پر چار ڈونگے تھے۔ وہ ڈونگا جیسے وہ حاصل کرنا چاہتے تھے، دوسرے نمبر پر تھا۔ ایک ڈونگا ابھی ابھی گھسیٹ کر ساحل پر لایا تھا اور اس کے چاروں طرف جزیرے والے جمع تھے، چند کے ہاتھوں میں ناریل کے خشک تنکوں کی جلتی ہوئی مشعلیں تھیں۔ دوسرے لوگ ساحل پر آرہے تھے۔

"مچھلیاں پکڑ کر لائے ہیں" باربر نے کہا۔

"ہاں۔"

"ایک اور بات بھی دیکھی تم نے۔ یہ لوگ کچھ زیادہ خوش ہیں اور جوش میں ہیں اور ابھی زیادہ ہیں۔ وہ بڑا کھڈ دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ جشن اور ضیافت کا تنور ہے وہ۔ اس کھڈ میں وہ روزانہ نہیں پکاتے۔ اگر لوگ اپنا کھانا گھروں میں ہی پکاتے ہیں۔ اور اس ٹیلے کے نیچے کہیں ایسے دوسرے تنور بھی ہیں۔"

اور اب ایندھن کے دھوئیں کی بو ان تک پہنچ رہی تھی اور گہرے ہوتے ہوئے اندھیرے میں الاؤ کے آگ کی روشنی مہیب معلوم ہو رہی تھی۔ ہوا بند تھی اور دھوئیں کے ستون فضا میں سیدھے اٹھ رہے تھے۔ سلیٹر اس طرف اتنا متوجہ تھا کہ اس نے جرمی کو آتے نہ سنا۔

"جرمی ہے" باربر نے کہا "کچھ کہنا چاہتا ہے تم سے"

"سلیٹر اس کی طرف گھوم گیا۔"

"میرا خیال ہے صاب" جرمی نے کہا "کہ سیاوا چاہتی ہے کہ تم واپس آجاؤ۔"

اور سلیٹر آہستہ آہستہ چل پڑا۔ سیاوا کے ساتھ اکیلے ہونے کے خیال سے اسے ڈر لگ رہا تھا۔ تاہم وہ رو رو کر اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔ سیاوا اپنی آنکھوں میں عجیب سی تھکن اور خوف لئے اسے آتے دیکھتی رہی۔ سلیٹر سیاوا پر سے نظریں ہٹائے بغیر اس کے سامنے آہستہ سے بیٹھ گیا اور سیاوا نے ڈونگے کی اس تصویر کی طرف اشارہ کیا جو اس نے زمین پر بنائی تھی۔ سلیٹر نے دیکھا کہ اس نے ڈونگے کے قریب ایک مچھلی بھی بنائی تھی۔ پھر اس نے ایک دوسری تصویر بنائی جو سلیٹر کے خیال میں آگ کی تھی اور پھر ایک نالی سی بنا کر سیاوا نے پہلے مچھلی اور پھر آگ کی طرف اشارہ کیا۔ سلیٹر نے اس نالی کو تنور سمجھ لیا جس میں مچھلیاں پکائی جائیں گی۔ یہ اشارے اس نے مبہم طور سے لیکن اس کے دل میں ایک عجیب خوف تھا جس کی وجہ سے وہ سیاوا سے مزید کچھ پوچھ نہیں رہا تھا حالانکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ سیاوا اب بھی زمین پر نظریں گاڑے ہوئے تھی اور کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ کچھ پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا اور سیاوا کو زمین کی طرف دیکھتا چھوڑ کر اٹھا اور باربر کے پاس آگیا۔"

"کیا چاہتی تھی وہ؟" باربر نے پوچھا۔

"پتہ نہیں" سلیٹر کی آواز میں شدید مایوسی تھی "کم سے کم میں نہیں سمجھ سکا۔"

"لیکن میں سمجھتا ہوں۔ خدا کی قسم وہ تم سے کچھ پوچھنا یا کہنا چاہتی ہے۔"

"میرے خیال میں کہنا چاہتی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ لوگ مچھلیاں پکائیں گے۔"

"مچھلیوں کے علاوہ کچھ اور بھی پکائیں گے۔ وہ زبردست آگ، آگ کا کھڈ اور

چٹائیاں جو بچھائی گئی ہیں اور وہ بڑے بڑے برتن جو رکھے ہوئے ہیں ترتیب سے۔ دیکھ رہے ہو نا؟ اور یہ بھی دیکھو کہ سور لوگ چاروں طرف سے گروہ در گروہ آرہے ہیں وہ دو وحشی یاد ہیں نا تمہیں جنہیں تم نے مار گرایا تھا؟ اور تمہیں یاد ہے نا کہ اس رات ان وحشیوں نے کیسی خوشیاں کی تھیں اور کیسی ضیافت اڑائی تھی؟"

تنور کے کھڈ سے چنگاریاں بے شمار جگنوؤں کی طرف اٹھیں اور شعلوں کی روشنی نے پھیل کر مکانوں اور ان لوگوں کو چھو لیا جو یا تو بیٹھے تھے یا چل پھر رہے تھے۔ اور گوشت کاٹ کاٹ کر تنور میں ڈالنے کے لئے لا رہے تھے۔ اپنی برہنہ چھاتیاں تھرتھراتی اور ہلاتی ہوئی عورتیں مچھلیاں اٹھائے ڈونگوں کی طرف سے آئیں اور انہیں چٹائیوں پر ڈال دیا۔ شعلوں اور شعلوں کی سرخ و زرد روشنی ان کے تیل ملے جسموں میں چمکنے لگی۔ اور ان سب پر بالا بہت سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جو نشے سے لڑکھڑا رہی تھیں اور پھر نقارے کی آواز کے ساتھ خوشی کے گیت کی آواز آئی۔

"خدا ہمارے ساتھیوں کی روحوں پر رحم کرے" باربر نے کہا۔ لیکن یہ حقیقت ہے سلیٹر کے سالے آدم خور انہیں کھائیں گے۔ اور تب سلیٹر نے اپنے آپ سے کہا سیاوا اسے یہی بتانا چاہتی تھی لیکن اس نے تنور کی جو تصویر بنائی تھی اس کے قریب آدمی کی لاش کی تصویر بناتے ڈرتی تھی۔ اور انہوں نے پہلی لاش کو آسانی سے پہچان لیا۔"

"پاپر کون کی لاش ہے" باربر نے آہستہ سے کہا۔

"جرمی! تم واپس جاؤ۔ وہیں ٹھہرو۔ سیاوا کے پاس۔"

پاپر کون کی لاش کو برہنہ کر دیا گیا تھا۔ اس کے جسم پر کچھ نہ تھا سوائے اس کے جوتوں کے لاش پھول گئی تھی اور پیٹ کافی بڑا ہو گیا تھا۔ جزیرے والے لاش کے آس پاس گھوم رہے تھے۔ ان کی چال میں بے چین انتظار اور بے صبری تھی۔ آویلا تنوروں سے ذرا ہٹ کر ہوا کے رخ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں..... "بورے کو لو" تھا۔ وہ مندر جس کی صورت مرد کے عضو تناسل کی سی تھی۔ آویلا کے سامنے بہت سے پیالوں اور تسلوں میں مختلف قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا۔ آویلا کے اردگرد دوسرے سردار بیٹھے ہوئے تھے اور اس کے ٹھیک پیچھے پجاری تھا۔

پاپر کون کے چہرے پر ہلدی کا لیپ تھا۔ وہی چار وحشی، جو اس کے ہاتھ اور پیر پکڑے لاش لائے تھے، اسے تنور کے قریب لے گئے اور وہاں اسے۔ تنور سے چند گز دور۔ رکھ دیا۔ فوراً ہی کھڈ میں لکڑی کے موٹے موٹے کندے، ناریل کے خول اور ریشے ڈالے گئے۔ دھوئیں کے ستون میں شعلے اور چنگاریاں بلند ہوئیں۔"

اور پھر "یاکونہ" پیالہ لایا گیا۔ اور لڑکیاں اس کے گرد بیٹھ کر جڑیں چبانے میں مصروف ہو گئیں۔ جب یہ مشروب تیار ہو گیا تو مردوں لمبے لمبے بانس لے کر کھڈ کے چاروں طرف جا کھڑے ہوئے انہوں نے بانسوں سے کندے وغیرہ ادھر ادھر ہٹائے اور بانسوں سے ہی کھڈ کے پیندے میں دہکتے ہوئے انگارے بچھا دیئے۔

اب وہ چاروں' جو پارکون کی لاش لائے تھے' ناریل کے ریشوں کی رسی سے لاش کو باندھنے لگے۔ انہوں نے اس کی رانیں اوپر اٹھائیں' بازو لمبے کئے اور پھر ہاتھ اور خود چند قدم پیچھے ہٹ گئے اور اب وہ لاش کی طرف اشارے کر کر کے چیخ اور ہنس رہے تھے۔ رقت انگیز اور مضحکہ خیز منظر تھا وہ پھولی ہوئی لاش سینے پر سر ڈالے بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر ہلدی چپڑی ہوئی تھی۔ لیکن لاش زیادہ دیر تک بیٹھی نہ رہی۔ وہ پہلو کے بل لڑھک گئی اور آدم خور چیخیں مار مار کر ہنسنے لگے۔ ایک وحشی تنور کی طرف سے بھاگتا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ میں جلتی لکڑی تھی۔ اس نے یہ لکڑی زمین میں اس طرح گاڑ دی کہ اس کا جلتا ہوا سرا آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ دوسرے آدمی نے پارکون کو اٹھایا اور جلتی ہوئی لکڑی سے ٹیک لگا بیٹھا دیا۔ اب دوسرا آدمی جلتی ہوئی لکڑی اور پارکون کے پیچھے کھڑا اپنے نتھنے پھیلا کر جلتے ہوئے گوشت کی بو سونگھ رہا تھا۔ وہ اپنے دیدے گھما گھما کر مسکرا رہا تھا۔

"سونگھنے" والا وہاں سے ہٹ گیا تو ایک نعرہ بلند ہوا اور ایک لمبے قد کی' دبلی پتلی اور ٹہنیوں جیسی ٹانگوں والی عورت' جس کا جسم ناقابل یقین حد تک لچکدار تھا' تنور کی طرف سے آئی اور پارکون کے سامنے اپنے بدن کو ہزار ہزار بل دیکر ناچنے لگی بارہ دوسری عورتیں' جن میں ایک بڑھیا اور ایک بچی تھی' پارکون کے سامنے آ کر نہایت ہی فحش ناچ ناچنے اور اس کا مضحکہ اڑانے لگیں۔ وہ اپنے جسم کے مختلف حصوں کو پارکون کے سامنے کھول رہی تھیں' اپنی چھاتیاں پکڑ پکڑ کر اس کے سامنے اٹھا رہی اور مروڑ رہی تھیں اور اپنی رانوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر شرمناک اشارے کر رہی تھیں اور اپنے جسموں کو فحش انداز میں ہلا رہی تھیں۔ اور پھر وہ گانے لگیں اور اس گیت کی آواز سے اپنی آوازیں ملا دیں جو شروع سے ہی گایا جا رہا تھا۔ ان عورتوں کے آس پاس کھڑے ہوئے مردوں کا جوش بے لگام ہو گیا۔ جیسے وہ مردوں کے عضوئے تناسل ہوں۔ لکڑیاں کے جلتے ہوئے سرے پارکون کی لاش کے چہرے کو چھو رہے تھے۔ عورتوں کے رقص میں دیوانگی آ گئی۔

اور پھر وہ سب پیچھے ہٹ گئیں سوائے اس عورت کے جس نے اس وحشیانہ رقص کا

آغاز کیا تھا۔ وہ دبلی پتلی عورت پارکون کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ ہولے ہولے جھوم رہی تھی اور اس کے ہونٹوں اور ٹھوڑی پر اس کی رال چمک رہی تھی۔ مضحکہ خیزی کا آخری بلکہ معراجی اشارہ کرنے کا شرف اسے حاصل ہونے والا تھا کہ اسی کا حق تھا۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے چھاتیاں اوپر اٹھا کہ وہ آگے بڑھی یہاں تک کہ وہ پارکون کے گویا سر پر تھی۔ پھر وہ پارکون پر سوار ہو گئی اور فحاشی کی انتہائی حرکت کرنے میں مصروف ہو گئی۔"

سلیٹر نے دیکھا کہ اس شخص کے چہرے پر بھی ہلدی چپڑی ہوئی تھی جو پارکون کا سر تن سے جدا کرنے والا تھا۔ وہ شخص جس چاقو سے یہ لرزہ خیز کام کرنے والا تھا وہ گھونگھا سیپ کا بنا ہوا تھا۔ اس نے پہلے اس چاقو سے لاش کی گردن کو چاروں طرف سے کاٹا پھر چاقو زمین پر پھینک کر سر کو کنپٹیوں کے قریب سے پکڑا لیا اور اب وہ سر کو مروڑ کر گھما رہا تھا یہاں تک کہ وہ تن سے الگ ہو کر اس کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر اوپر اٹھایا۔ خوشی کے نعروں نے اس کی پھرتی اور مہارت کی داد دی۔ ایک دوسرے وحشی نے آگے بڑھ کر سر اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر بھورے بالوں سے پکڑ کر اسے لٹکا دیا۔ بہت سے جزیرے والوں نے منہ بنا بنا کر پارکون کے چہرے پر کے منجمد جذبات کی نقل اتارنے کی کوشش کی۔ پھر اس شخص نے' جو سر لٹکائے ہوئے تھا' سر کو اپنے ہونٹوں سے لگایا جیسے وہ اسے دانتوں سے کاٹنے جا رہا ہے۔ اس کے ہونٹوں نے پارکون کے چہرے کو چھوا ہی تھا کہ آویلا نے چیخ کر دہکتے ہوئے تنور کی طرف اشارہ کیا اور فوراً ہی وہ شخص سر اپنے ہاتھ میں لٹکا کر تنور کی طرف بڑھ گیا۔ کنارے پر پہنچ کر اس نے پارکون کا سر ان انگاروں پر ڈل دیا جو تنور کے پیندے میں بچھا دیئے گئے تھے۔ شعلوں کی ایک نقاب نے لمحہ بھر کے لئے سر کو ڈھنک لیا۔ نقاب پھر بجھ گئی۔ وہ وہ آدمی ایک لمبے بانس سے سر کو ایک دو منٹ تک ادھر ادھر پلٹتا رہا اور پھر اسے آگے کے کنارے پر گھسیٹ لایا۔

اب وہ پارکون نہیں بلکہ اس کا ہیولا معلوم ہو رہا تھا۔ اس شخص نے' جس نے سر آگ میں ڈالا دیا' اب سر کا منہ کھولا' چاقو اس کے منہ میں ڈال کر تالو یا حلق میں کھبا دیا اور اسے اوپر اٹھا لیا اور اسی طرح اٹھائے وہ اسے آویلا کے سامنے لے آیا۔ آویلا کے سامنے ایک بڑا سا چوبی برتن' جو تسلے یا ناند کی شکل کا تھا' رکھا ہوا تھا۔ اس ناند کی ٹانگیں نہ تھیں چنانچہ جب اس آدمی نے پارکون کا سر اس میں ڈالا ہے تو وہ لہرا گئی۔

اب انہوں نے بے سر کی لاش کے بندھن کھولے اور اس کے عضو کاٹنے لگے۔ یہ کام تین وحشی کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی گھونگھے کی سیپ کے چاقو تھے اور وہ بڑی پھرتی اور مہارت سے لاش کے مختلف عضو کاٹ رہے تھے۔

"میرے خدا!" باربر نے کہا "یہ لوگ انسان نہیں ہیں۔ شیطان ہیں۔ دیکھو' کیا کاٹا ہے اب انہوں نے' میرے خدا' یہ لوگ انسان ہو ہی نہیں سکتے۔"
"باربر! اب ہٹ جاؤ یہاں سے۔"
اور وہ رینگتے ہوئے پیچھے ہٹے یہاں تک کہ اتنی دور پہنچ گئے کہ اب بے خوف و خطر کھڑے ہو سکتے تھے۔ اور اب وہ مردہ قدموں سے اس درخت کی طرف جا رہے تھے جہاں جرمی اور سیاوا ان کا انتظار کر رہے تھے۔
"ڈونگا حاصل کرنے ہم کب جائیں گے؟ باربر نے پوچھا۔"
آدھی رات کو' سلیٹر نے کہا "ہر پہلو سے بہترین وقت ہے یہ"۔

پچیسواں باب

"آدھی رات ہو چکی ہے میرے خیال میں باربر نے کہا۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر اور انتظار کر لینا مناسب نہ ہوگا۔"
"میں ڈونگا لے کر یہاں سے نکل چلنے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ صبح ہونے سے پہلے ہمارا جزیرے سے کافی دور نکل جانا بے حد ضروری ہے اور پھر ہمیں سامان لینا ہے اور جہاں تک ممکن ہو کپتان کا انتظار بھی کرنا ہے۔" سلیٹر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا" جرمی! ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یا تو ہم یہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ اگر نہیں ہوئے تو بہادروں کی موت مریں گے اور یہ بڑی بات ہوگی۔ باربر! تم پیچھے آؤ' پھر جرمی اور پھر میں۔ سیاوا آگے چلے گی راستہ دکھانے۔ اگر ہم پر باقاعدہ حملہ نہ ہو تو گولی نہ چلانا۔" یہ لو چاقو۔ ایک دو وحشی ہوں تو چاقو سے کام لینا۔ خاموشی سے کام ہو جائے گا اور کسی کو پتہ نہ چلے گا۔"
ٹیلے سے اتر کر سیاوا بائیں طرف مڑ کر ایک پگڈنڈی پر چل پڑی یہاں تک کہ انہیں ایک چشمے کے کنارے لے آئی۔ انہوں نے چشمہ عبور نہ کیا البتہ بائیں طرف مڑ کر اس کے کنارے کنارے آگے بڑھے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے ہوا میں سمندر کی بو محسوس کی اور پھر موجوں کا شور بھی سنا۔ سیاوا نے ایک دم سے اپنی رفتار کم کر دی اور ایک لمحہ بعد ہی انہوں نے درختوں میں سے روشنی کی پہلی جھلک دیکھی۔
سیاوا ٹھہر گئی' گھوم کر سلیٹر کی طرف دیکھا اور روشنی کی طرف اشارہ کر کے اس نے

کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگی۔ سلیٹر آگے بڑھ کر سیاوا کے برابر آ گیا اور اس کی بات سمجھنے کی دیوانہ وار کوشش کرنے لگا۔ وہ صرف ایک لفظ سمجھ سکا "گھر" اور پھر سیاوا اسے وہیں کھڑا چھوڑ کر بے حد خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔
"کیا بات ہے مسٹر سلیٹر؟" باربر نے سرگوشی میں پوچھا۔
"شاید وہ راستہ دیکھنے گئی ہے"۔
"میرے خدا! کتنی دیر میں آئے گی وہ!"
دس منٹ تک وہ انتظار کرتے رہے اور مچھر ان کی بوٹیاں .... توڑتے رہے۔ سیاوا واپس آئی اور اشاروں سے ظاہر کیا کہ انہیں ٹیلے کے قدموں میں بنے ہوئے چولہوں کے درمیان سے گزرنا پڑے گا ساحل تک پہنچنے کے لئے۔"
"دوسرا کوئی سیدھا راستہ نہیں ہے؟" باربر نے پوچھا۔
چند منٹوں بعد ہی وہ دو تین مکانوں کے سامنے تھے۔ بائیں طرف ٹیلہ تھا جس کی چوٹی چھدرے درختوں کے اوپر دکھائی دے رہی تھی۔ اور پھر انہیں دوسرے مکانات دکھائی دیئے۔ چوکور اور گھاٹ کے اور ان کے پیچھے آگ کے گڑھے۔ یعنی تنور اور مشعلیں۔ گاؤں کی طرف سے اونچی آواز میں باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کبھی کوئی بچہ رونے لگتا تھا اور نقارہ بدستور بج رہا تھا اور گیت بھی بہ دستور گایا جا رہا تھا۔
وہ ٹیلے کے قدموں میں آ گئے اور جب انہیں پہلا "باورچی خانہ" یا کھانے پکانے کی عمارت دکھائی دی تو سیاوا رک گئی۔ یہاں چھ باورچی خانے تھے ہر باورچی خانہ ایک دوسرے سے کوئی سو فٹ دور تھا اور ہر باورچی خانے کے دروازے کے ماتھے پر گھاس پھوس کی برساتی تھی۔ ان عمارتوں کے سامنے گھاس نہ اگ رہی تھی۔ باورچی خانوں کے مقابل مکانات کی ٹیڑھی میڑھی قطار بھی۔ یہ مکانات خالی معلوم ہوتے تھے۔ باربر نے سلیٹر کے کان میں کہا کہ وہ ایک باورچی خانے میں روشنی دیکھ رہا تھا۔"
"ہاں۔ چولھے میں آگ ہے شاید" سلیٹر نے کہا "میں سمجھتا ہوں انگارے حاصل کرنے کے لئے یہ لوگ ایک آدھ چولہا سلگتا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔"
وہ سرگوشی میں آگے بڑھنے کا حکم دینے ہی والا تھا سیاوا نے ایکدم سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تیسرے نمبر کے باورچی خانے کی برساتی کے سائے میں کسی چیز نے حرکت کی تھی۔ اور پھر اندر سے ہنسی کی آواز آئی۔ دبی ہوئی اور پر شہوت' سلیٹر کے اعصاب تن گئے اور باربر کا ہاتھ کمر میں اڑسے ہوئے چاقو کے دستے پر جا پڑا۔ کیونکہ اب سامنے کچھ مزید حرکت نظر آ رہی تھی۔

اور پھر ایک لڑکی مکان میں سے نکل کر باہر آگئی۔

وہ بالکل برہنہ تھی اور اس کے کولہے خاصے بڑے تھے۔ وہ کھلے میں کھڑی تھی اور چاندنی اس کے سر' شانوں اور چھاتیوں پر چمک رہی تھی۔ ایک لمحہ تک وہ ان کی طرف رخ کئے کھڑی رہی اور اس خیال سے سلیٹر کا دل دھڑک گیا کہ لڑکی نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ پھر وہ مکان کی طرف گھوم کر کمر میں سے جھک گئی۔ جب وہ دوبارہ سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں کپڑے کا سفید لمبا سا ٹکڑا تھا اس نے مکان کے دروازے میں سے اندر دیکھا اور نیچی آواز میں کچھ کہا۔ اور ساتھ ہی کپڑے کے ٹکڑے کا ایک سرا اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ وہ پھر جھکی اور کپڑے کا دوسرا سرا اپنے کولہوں پر سے لے کر اور رانوں کے درمیان سے گزار کر آگے لے لیا اور یہ دوسرا سرا اپنی ناف کے نیچے اڑس لیا۔ اس تمام وقت میں وہ سر جھکائے بڑے اشتیاق سے مکان میں دیکھتی رہی۔

اس نے پھر جھک کر اندر دیکھا اور ہنسی۔ وہی پر شہوت ہنسی اور سیاوا یوں غرائی کہ سلیٹر اچھل پڑا۔ اور پھر ایک مرد مکان میں سے باہر آیا۔ لڑکی اسے دیکھتی رہی اور پھر پلٹ کر کولہے مٹکاتی ایک طرف چل دی۔ مرد اسے جاتے دیکھتا رہا اور پھر خود بھی اسکے پیچھے چل دیا۔

وہ لوگ کئی منٹوں تک وہیں کھڑے رہے اور جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ لڑکی اور مرد دور نکل گئے ہیں تو پھر وہ بھی ان جھاڑیوں سے لگ گئے جو ٹیلے کے قدموں میں اگ رہی تھیں' وہ آگے بڑھے۔ جب وہ باورچی خانے کے سامنے پہنچے تو سیاوا انہیں اندر لے آئی سیاوا نے انہیں اپنے پیچھے کھڑے رہنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کے قریب دیوار سے لگ کر ساحل کی طرف دیکھنے لگی۔ یہاں کی فضا میں ٹھنڈی راکھ' دھوئیں اور نمی کی بو تھی۔

سیاوا نے گردن گھما کر سلیٹر کی طرف دیکھا' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ایکبار پھر وہ سیاوا کی راہبری میں چل پڑے۔ باہر نکل کر وہ اندھیرے سایوں میں بھاگے اور دوسرے باورچی خانے میں تھے۔ یہاں گاؤں کی آوازیں صاف اور قریب سنائی دے رہی تھیں۔ سلیٹر سیاوا کے قریب کھڑا دروازے میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد کا باورچی خانہ وہ تھا جس میں آگ سلگ رہی تھی اور اس کی روشنی اردگرد کی مٹی کو نارنجی رنگ دے رہی تھی۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے آگ ایک دم سے بھڑکی اور اس کی روشنی سامنے کی عمارت کی دیوار تک پہنچ گئی جو تقریباً سو گز دور تھی۔ سیاوا نے اس طرف اشارہ کر کے نفی میں سر ہلا دیا۔

"آگے کا باورچی خانہ ہمیں عبور کر جانا ہے۔ یعنی وہاں نہیں رکنا ہے۔ وہی جس میں آگے جل رہی ہے۔ "سلیٹر نے کہا" تیار ہو جرمی؟"

"ہاں صاب۔"

جرمی سلیٹر کے عین پیچھے تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جرمی کے شانے پر رکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سر سے پیر تک بید کی طرح کانپ رہا تھا۔

"جرمی! طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" سلیٹر نے اس کی طرف سر جھکا کر پوچھا۔

"ہاں صاب۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ ایک ذرا۔ بدن کانپ رہا ہے"۔

"یہ قدرتی بات ہے جرمی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم انسان نہ ہوتے" باربر نے کہا۔

وہ لوگ سایوں میں بھاگ رہے تھے کہ انہیں جزیرے والا دکھائی دیا۔ وہ دو مکانوں کے درمیان سے نکل آیا۔ دیوہیکل آدمی تھا وہ سلیٹر اور سیاوا نے بہ یک وقت اسے دیکھا۔ اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس باورچی خانے میں گھس جاتے جس میں آگ سلگ رہی تھی۔ پہلے سیاوا اور اسکے پیچھے سلیٹر تھا۔ اس کے ایک دو گز پیچھے جرمی اور اس کے بعد باربر۔ وہ سب کے سب اپنی بری قسمت کو دل ہی دل میں کوس رہے تھے۔

"کھیل ختم ہوا" باربر نے ہانپتے ہوئے کہا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟" سلیٹر نے سرگوشی میں پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے اسے ٹھٹھکتے اور غور سے میری طرف دیکھتے دیکھا تھا۔"

سلیٹر نے جھانک کر باہر دیکھا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہ جزیرے والے نے انہیں دیکھ لیا تھا کیونکہ وہ چند قدم آگے بڑھا اور ٹھہر گیا جیسے فیصلہ نہ کر سکتا ہو کہ اس نے جو دیکھا وہ کیا تھا؟"

"باربر!" سلیٹر نے وحشی پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا" تم اسی طرف ٹھہرو۔ جرمی! تم میرے پیچھے آجاؤ۔ اور پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

وہ اسی طرف آرہا ہے۔ تیار ہو سام؟"

"بالکل"

باربر نے اپنا چاقو ہلایا تو وہ آگ کی روشنی میں چمک گیا۔ سیاوا جرمی کے قریب سے اٹھتی ہوئی الاؤ کے قریب پہنچی اور دیوار کے قریب رکھے ہوئے لکڑیوں کے انبار میں سے ایک لکڑی اٹھا کر اس سے الاؤ کی آگ بکھیر دی' انگاروں نے ہلکی سی پھنکار کے ساتھ گرمی اور راکھ کی بو بکھیر دی۔

"اگر وہ دروازے کے برابر آگیا' باربر تو ہمیں دیکھ لے گا۔ چنانچہ اس کے پہنچنے سے

پہلے کام ہو جانا چاہئے۔ جس طرف تم ہو وہاں سے تم اسے مجھ سے پہلے دیکھ سکو گے۔

سلیٹر پیچھے کی طرف دبک گیا۔ وہ باربر کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس علامت کا منتظر تھا جو اس بات کا پتہ دیتی کہ اس نے جزیرے والے کو دیکھ لیا ہے۔ آگ سے بھاپ اور دھواں اٹھ رہا تھا اور پھوس کی برساتی کے سوراخ میں سے باہر نکل رہا تھا۔ باورچی خانے میں پکائے گئے کھانے کی بو تھی۔ سلیٹر کا ہاتھ پیچھے لگے ہوئے شہتیر پر جا پڑا تو اس کے ہاتھ کی پشت پر کوئی نوکیلی چیز چبھ گئی۔ اس نے ٹٹول کر دیکھا۔ مچھلی کا خشک کھپرا تھا۔ کہیں عقب میں سے پانی کی بوندوں کے پانی میں ٹپکنے کی آواز آ رہی تھی۔

باربر کی نگاہ جزیرے والے پر پڑی تو وہ تن گیا۔ جزیرے والا نپے تلے قدم رکھتا' اپنا سر ایک طرف ذرا جھکائے' سیدھا ان کی طرف آ رہا تھا۔"

جزیرے والا ان کے عین مقابل آگیا تو سلیٹر نے جرمی کے سانس کی آواز سنی اور دل ہی دل میں ایک گالی بک دی۔ وحشی دور تھا' کافی دور تھا۔ لیکن انہیں اسے وہیں گرا دینا تھا۔ سلیٹر نے باربر کی طرف دیکھا۔ وہ تیار تھا اور چھلانگ لگانے کی تیاری کر رہا تھا کہ باورچی خانے کے عقب سے سیاوا کی آواز آئی۔ سلیٹر کا خون منجمد ہو گیا۔ سیاوا کیا کر رہی تھی یہ وہ سمجھ نہ سکا البتہ سلیٹر نے یہ ضرور سنا کہ وہ اپنا نام اور لقب دہرا رہی تھی اور اس نے جزیرے والے کے بشرے پر حیرت اور تعجب کے آثار دیکھے۔

"آدمی سیاوا؟" اس نے پوچھا۔

سیاوا نے سرگوشی میں فوراً جواب دیا۔ یہ جواب ایک دعوت تھی۔

دیوہیکل وحشی خوشی اور جذبات سے بے قابو ہو کر آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ باربر کو دیکھتا سلیٹر نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ وحشی نے چیخ مارنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس کا حلق سلیٹر کی کہنی کے حلقے میں تھا۔ اس کی چیخ حلق میں ہی رہ گئی اور تنفس کا راستہ بھی بند ہو گیا۔ دیوہیکل وحشی بہت زیادہ طاقتور تھا۔ اسکا پورا زور سلیٹر کے پیر زمین پر سے اکھاڑ ہی رہا تھا کہ باربر کا چاقو "چخ" کی ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کے سینے میں اتر گیا۔ وحشی خاموشی سے مر گیا۔ سلیٹر نے اسے چھوڑ دیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔

اور اب وہ بھاگے۔ سلیٹر آگے تھا ساحل کی ڈھلان کی چوٹی پر پہنچ کر وہ اوندھے منہ لیٹ گئے اور ساحل کی ریت پر نظریں.... دوڑانے لگے۔ دور دور تک کوئی نہ تھا۔ سلیٹر اٹھا اور اب وہ سب کے سب ڈھلان اتر رہے تھے۔ سامنے ڈونگا تھا جو کنارے کے قریب ساحل کی ریت پر تھا۔

باربر' جرمی اور سیاوا نے اسے پیچھے سے دھکیلا' سلیٹر اسے ماتھے سے پکڑے آگے کھینچ

رہا تھا۔ انہوں نے ڈونگے کو گھما دیا۔ سیاوا کے نزدیک آیا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی چنانچہ اس پر ذرا تعجب ہوا۔ سلیٹر نے ہاتھ بڑھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک رسہ نیچے تک چلا گیا تھا۔ یہ لنگر تھا' سلیٹر نے اسے گھسیٹ کر ڈونگے میں ڈالا اور اب ڈونگا تیر رہا تھا۔ اس کے نیچے ایک فٹ گہرا پانی تھا۔

"جرمی! سلیٹر نے سرگوشی میں" سوار ہو جاؤ۔ جلدی کرو لڑکے۔ سیاوا! ڈونگے میں۔

اور اب ڈونگا باقاعدہ تیر رہا تھا۔ جرمی کے ہاتھ ڈونگے کی دیوار پر تھے۔ ایک موج نے ڈونگے کو اوپر اٹھا کر پٹخ دیا۔

"پھر کوشش کرو جرمی' ہاں' اب' کود جاؤ اندر"۔

جرمی ڈونگے میں تھا۔ اس کے بعد سیاوا اور پھر باربر' سلیٹر نے ڈونگے کو دھکیلا اور پھر خود بھی کود کر ڈونگے میں آگیا۔ اور ڈونگا روانہ ہوا۔ اور چار چپو ایک ساتھ چلنے لگے اور ڈونگے کے پیچھے سطح آب پر سیمیں لکیر تڑپنے لگی۔

چھبیسواں باب

باربر اگلے حصے میں تھا' سلیٹر پچھلے حصے میں اور جرمی اور سیاوا درمیان میں۔ بیچ میں بانس کی کھپچیوں کا پلیٹ فارم تھا جس پر مستول آڑا پڑا تھا' بادبان لپٹا پڑا تھا اور لمبا رسہ بھی رکھا ہوا تھا۔ لنگر' جو دراصل وزنی پتھر تھا جس کے بیچ میں سوراخ تھا' اس سامان پر رکھا ہوا تھا۔ ڈونگے کا پیندا درخت کے صرف ایک تنے کو کاٹ کر بنایا گیا تھا اور اس کے پہلو تختوں کے تھے جنہیں بیلوں کے رسوں سے آپس میں باندھ دیا گیا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ پورا ڈونگا ہی اس طرح بندھا ہوا تھا' کہیں کوئی تختہ کیلوں سے جڑا ہوا نہ تھا اور پیندے میں چند انچ گہرا پانی تھا۔ جرمی کے پیروں کے قریب' الٹا تیر رہا تھا یہ ایک چوبی سوپ سا تھا جس سے پانی الچا جا سکتا تھا چار چپو ایک ساتھ اٹھ اور گر رہے تھے اور ڈونگا تیر کی طرح پانی کاٹتا کنارے سے دور ہٹ کر جزیرے کی انتہائی مشرقی نوک کی طرف جا رہا تھا جہاں سے وہ مغرب کی طرف مڑ کر پڑاؤ کی طرف جا سکتے تھے۔ سلیٹر نے کئی بار گھوم کر پیچھے دیکھا۔

"میں سمجھتا ہوں باربر" سلیٹر نے چپو روکے بغیر کہا "اب ہم محفوظ ہیں"۔

"کوئی پیچھا نہیں کر رہا ہے؟"۔

"نہیں"۔

"آ۔ ہم" باربر نے کہا۔

اور تھوڑی دیر بعد ہی جزیرے کی وہ نوک نظر آنے لگی جس کا چکر انہیں کاٹنا تھا۔ ڈونگا اس کے قریب پہنچا تو سمندری دھارا تیز ہوگیا اور اسی مناسبت سے ڈونگے کی رفتار بھی بڑھ گئی"۔

سیاوا راستہ دکھارہی تھی اور وہ لوگ اس کے اشاروں پر ڈونگے کو اس طرف یا اس طرف موڑ رہے تھے۔ سیاوا انہیں ایک خلیج میں لے آئی۔ ان کے وائیں طرف بہت سے چھوٹے چھوٹے پتھریلے جزیرے تھے جن کی چوٹی تک پانی چڑھ جاتا اور پھر فوراً اتر جاتا تھا اور جزیرے چاندنی میں موتیوں کی طرح چمکنے لگتے۔

جب سیاوا نے ایکبار پھر ڈونگا موڑنے کا اشارہ کیا تو باربر نے پوچھا۔

"راستے معلوم کرنے کے لئے یہ لڑکی کون سی چیزوں کو بطور علامت استعمال کررہی ہے؟"۔

"یقین سے کہنا تو مشکل ہے" سلیٹر نے جواب دیا "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آسمان کے پس منظر میں نظر آتی وہی جزیرے کی شکل سے وہ سمت اور راستہ معلوم کررہی ہے"۔

"پورا چکر کاٹ لیا ہم نے؟"۔

"تقریباً۔ ایک دو کیبل اور' اور میں سمجھتا ہوں ہم محفوظ ہوں گے۔ کم سے کم گاؤں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہوگا"۔

"یار! اس لڑکی کا تو ہم جتنا بھی احسان مانیں کم ہے۔ اس کے بغیر تو ہم پھنس جاتے مصیبت میں"۔

اور یہ باربر نے غلط نہ کہا تھا۔ کیونکہ راستہ مڑرہا تھا اور بل کھارہا تھا اور اکثر دفعہ ان کا ڈونگا مونگے کی ان چٹانوں کے قریب سے گزرتا جن کی چوٹیاں سطح آب پر ذرا سی ہی ابھری ہوئی تھیں اگر سیاوا ان کی راہبری نہ کررہی ہوتی تو ڈونگا ان چٹانوں سے کئی دفعہ ٹکرا چکا ہوتا"۔

جب وہ جزیرے کی نوک کا چکر کاٹ کر دوسری طرف نکل گئے تو سلیٹر نے ستانے کا حکم دیا اور انہوں نے چپو رکھ دئے۔ ان کے سامنے اب جزیرے کی انتہائی شمالی نوک تھی۔ اس کے دوسری طرف نکل جانے کے بعد وہ سیدھے پڑاؤ کی طرف جاسکتے تھے۔

"جرمی!" سلیٹر نے کہا "مناسب ہوگا کہ تم تھوڑا سا پانی الچ لو"

جرمی نے ابھی پانی پوری طرح سے نہ الچا تھا کہ سلیٹر نے چپو اٹھا کر روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اور اب سیاوا انہیں مونگے کی چٹانوں پر ٹوٹتی ہوئی موجوں کی طرف لے جارہی تھی اور ان موجوں کی گرج ان کے کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔ سیاوا نے پھر

ارہ کیا' انہوں نے ایکبار پھر ڈونگے کا رخ بدلا اور وہ ایک چٹان کے اتنے قریب سے
زرے کہ سلیٹر خوف سے چیخ اٹھا۔ ڈونگا چٹان سے ایک دو فٹ دور سے نکلا چلا گیا اور
بر نے اطمینان کا سانس لیا۔

ان کا دشوار اور خطرناک سفر اب ختم ہوچکا تھا اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہرے پرسکون
کو کاٹتے ہوئے شمالی نوک کا چکر کاٹ رہے تھے۔ ڈونگا اب موجوں پر اٹھ اور گر رہا تھا
خوشی سے اچھل کود کررہا ہو۔ اور اب پہلی دفعہ وہ ڈونگے کو اپنی اصلی حالت و رفتار
تیرتے محسوس کررہے تھے۔ اس کا تیرنا تو اطمینان بخش تھا لیکن اسکا ڈولنا باربر اور
ٹر کو کچھ عجیب سا معلوم ہورہا تھا"۔

"یہ تو یار ڈگمگا رہا ہے" باربر نے کہا۔

"تمہارے خیال میں یہ ہمیں پورٹ جیکسن تک پہنچا دے گا سام؟"۔ جرمی نے کہا۔
کی آواز میں خوشی اور امید تھی۔

"اس میں پورٹ جیکسن تک پہنچنے کا خیال چاند پر پہنچنے کے خیال کے برابر ہے جرمی۔
ن اگر تم کیبن بوائے کی خدمت انجام دو تو میں کوشش کروں گا" باربر نے کہا۔

؟ضرور دوں گا" جرمی نے کہا اور پھر سلیٹر کی طرف گھوم کر پوچھا۔ اور صاب! آپ
تان ہوں گے نا؟"۔

"ہاں' ہاں' کیوں نہیں" سلیٹر نے جواب دیا"۔

جرمی کی خوشی اس پر بھی اثر انداز ہوئی اور اس نے بھی اپنے دل میں خوشی محسوس کی
فضا کا تناؤ ایکدم سے ختم ہوگیا۔ سیاوا نے بھی اسے محسوس کیا اور وہ مسکرائی لیکن
مسکراتے کسی نے نہ دیکھا۔

جب ساحل کی وہ ڈھلان' جس کی چوٹی پر ان کا پڑاؤ تھا' سامنے نظر آئی تو باربر نے کہا۔

"صاب! آپ کے خیال میں اب ہمارا کیبن بوائے بندوقیں بھر کر تیار کردے تو کیسا
ہے؟"۔

"ٹھیک ہے" سلیٹر نے کہا "ساری بندوقیں بھر بھرا کر تیار کردو۔ کیا پتہ ان کی ضرورت
ائے"۔

جرمی نے چپو رکھ دئے اور پلیٹ فارم پر سے بندوقیں اٹھا کر انہیں ٹھیک ٹھاک کرنے
ان میں بارود اور چھرے بھرنے میں مصروف ہوگیا۔ جب وہ کام ختم کرچکا تو بولا۔

؟تمہاری بندوق ماتھے کی طرف جتنی آگے رکھ سکتا تھا اتنی آگے رکھ دی ہے مسٹر
ر"۔

"ایں!"۔
"تمہاری بندوق ماتھے کی طرف...."
"یہ تو میں نے سمجھ لیا" باربر نے کہا "لیکن یہ مسٹر کا کیا چکر چلایا ہے تم نے؟"۔
"اوہ یہ؟ یہ میں نے تمہیں ترقی دے دی ہے سام۔ اب تم اس ناؤ کے نائب کپتان ہو چنانچہ اب مسٹر باربر ہو"۔
"آ۔ چھ۔ چھا! شکریہ۔ شکریہ"۔
ڈونگا ساحل کی طرف مڑ گیا تو سلیٹر نے کہا۔
"میں کہوں تو چپو روک لینا اور جب چلانے کو کہوں تو اپنی جانیں بچانے کے لئے دیوانہ وار چپو چلانا"۔
ڈونگے نے رخ بدلا تو اس کے دائیں پہلو کی دیوار پر سے پانی اندر آ گیا۔
"میں نے کہا نہیں تھا کہ یہ سالا ہم کو ڈبو دے گا" باربر نے بائیں پہلو پر اپنا بوجھ ڈال کر اسے سیدھا کیا۔
اور اب ڈونگا سیدھا کنارے کی طرف جا رہا تھا۔ باربر نے چپو اٹھا کر پلیٹ فارم پر رکھ دیا اور اب وہ دونوں ہاتھ اگلے حصے کی دیوار پر رکھے کمر میں جھکا چھلانگ لگانے کے لئے تیار تھا۔
"ہاں۔ باربر، اب" سلیٹر نے کہا۔
اور باربر چھپاک سے پانی میں کود پڑا۔ دوسرے ہی لمحے جرمی سیاوا کے ساتھ ڈونگے سے باہر تھا اور ان کے بعد سلیٹر بھی۔ اور اب وہ چاروں رانوں تک گہرے پانی میں ڈونگا پکڑے کھڑے تھے۔ سلیٹر نے اپنا پستول پلیٹ فارم پر رکھا اور لنگر اٹھا کر پانی میں چھوڑ دیا۔ اور اب ان کا ڈونگا ریت سے دور لنگرانداز تھا۔
سلیٹر نے جرمی اور سیاوا کو ڈونگے کے قریب ہی چھوڑا۔
"اگر الٹی سیدھی بات ہو، اگر کوئی مشکوک چیز نظر آئے تو ہوا میں فیر کر دینا" اس نے کہا۔
اور پھر خود باربر کو ساتھ لے کر ساحل کی ڈھلان چڑھنے لگا جس پر جھاڑیاں اور بیلیں اگ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ان صنوبروں کے سامنے تھے جن کی جڑوں میں انہوں نے سامان دفن کیا تھا۔ یہاں کی زمین ہموار تھی۔ معلوم ہوا کہ کسی نے سامان نہ نکالا تھا۔
ڈونگے میں سامان لادنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم پڑاؤ کا ایک چکر لگا آئیں" سلیٹر

نے کہا۔
وہ ڈھلان کی چوٹی پر پہنچے تو باربر نے کہا۔
"اُفوہ۔ خاموشی سراسر غیر ارضی ہے"۔
انہوں نے اپنے پستول نکال لئے۔
"یہیں کہیں کپتان نے جنگلی کو مار گرایا تھا" باربر نے کہا "وہ مردود مسخرے کی طرح گرا تھا"۔
"آہستہ باربر۔ احتیاط اور خاموشی لازمی ہے"۔
لیکن پڑاؤ میں کوئی نہ تھا۔ انہوں نے پورے پڑاؤ کا چکر لگایا۔ ہر چیز اسی حالت میں تھی جس حالت میں وہ اسے چھوڑ گئے تھے۔ وہ واپس اس جگہ آئے جہاں انہوں نے سامان دفن کیا تھا۔ دونوں دل برداشتہ تھے کیونکہ انہیں امید تھی کہ پڑاؤ میں کپتان بیری مل جائیگا۔
ڈونگے میں سامان لادنے کے لئے انہیں کئی پھیرے کرنے پڑے۔
وہ ڈھلان اترتے اور چڑھتے رہے اور انہوں نے اتنا سامان... ڈونگے تک پہنچا دیا جتنا کہ وہ ڈھلان پر سے گھسیٹ کر یا خود اٹھا کر نیچے پہنچا سکتے تھے۔ ہر دفعہ سلیٹر جرمی کو ہدایت دے دیتا تھا کہ سامان کو کس طرح تقسیم کر کے پلیٹ فارم پر رکھا اور باندھا جائے۔ وزنی گولا انہوں نے جہاں تک ممکن ہوا، بیچ میں رکھا۔
آخر کار یہ کام پورا ہوا۔ باربر نے جرمی کے کام کا معائنہ کیا اور اطمینان سے سر ہلایا۔ اب انہوں نے کرمچ رکھ کر باندھ دیا البتہ ایک کونا کھلا چھوڑ دیا جس کے نیچے انہوں نے بندوقیں، بارود اور گولیوں کی تھیلیاں، تھوڑا سا گوشت اور بسکٹ، پانی کا کین اور سیاوا کا لایا ہوا پھلوں کا ٹوکرا رکھ دیا اور سب کے اوپر انہوں نے کشتی کا مستول اور اس کا بادبان باندھ دیا۔
"مونگے کی چٹانوں والا علاقہ عبور کرنے کے لئے ہمیں اب اپنی قسمت پر ہی بھروسا کرنا پڑے گا" باربر نے کہا "کیونکہ تم جانو اتنے سب سامان کے بوجھ سے تو ڈونگا خاصا ڈوبا رہے گا۔
"ہم سوائے کوشش کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ اگر پار نکل گئے تو کیا کہنا۔ اور اگر ڈوب گئے تو بھی ٹھیک ہی ہوگا۔ اس طرح کم سے کم یہ تو ضرور ہوگا کہ جزیرے والے ہمیں کھا نہ سکیں گے۔
"تو پھر چلا جائے؟"۔
"صبح ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں" سلیٹر نے آہستہ سے کہا "یا ہو سکتا ہے کہ اس

سے بھی زیادہ وقت ہو۔ چنانچہ ہم مزید انتظار کرتے ہیں۔ کیا پتہ باربر کپتان بیری آجائیں"؟ ایک لمحہ کے توقف کے بعد اس نے پھر کہا' ہم پڑاؤ میں انتظار کرتے ہیں اور میں اس کے پیچھے والے ٹیلے پر جانا چاہتا ہوں۔ کیا پتہ یار......

"لیکن جزر شروع ہو رہا ہے مسٹر سلیٹر۔ چنانچہ ڈونگے کا کیا؟ تنہا جرمی سنبھال نہ سکے گا۔ اگر لڑکی نے اس کی مدد کی تب وہ اسے شاید ہی سنبھال سکے اور ڈونگا سامان سے بھرا ہوا ہے"اب اگر پانی اتر جانے کے بعد وہ ریت میں دھنس گیا تو پھر ہمارے لئے بڑی مشکل ہو جائے گی"۔

"تو پھر میں اکیلا جاتا ہوں"۔

"جرمی کو ساتھ لیتے جاؤ۔ ایک سے دو بھلے"۔

"نہایت بہتر ہو گا کہ جرمی یہیں ٹھہرے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ بندوقیں بھر کر تیار کر کے رکھ دی جائیں جو ہم لائے ہیں"۔

ٹیلے کی ڈھلان چڑھتے ہوئے سلیٹر پر تھکان ٹوٹ کر گری۔ اس جگہ سے جہاں انہوں نے سامان دفن کیا تھا' ذرا نیچے سلیٹر ٹھہر گیا اور اس نے گھوم کر نشیب میں دیکھا۔ سمندر کے پس منظر میں جھیل چونکا دینے والی حد تک پر سکون اور ہلکی سبز دکھائی دے رہی تھی۔ ٹیلے کی ڈھلان پر کھڑے ہوئے سلیٹر کے خدشات انتہا کو پہنچ گئے اور ایک طرح کا شدید خوف اس کے دل میں اتر آیا اور اس نے تصور کی نظروں سے دیکھا کہ وہ جزیرے سے رخصت ہو رہے ہیں اور کپتان بیری دیوانوں کی طرح کنارے پر دوڑ رہا اور انہیں پکار رہا ہے"۔

"خدا نہ کرے کہ ایسا ہو' اس نے دل میں کہا"۔

وہ اس کھٹ کے قریب سے گزر گیا جہاں انہوں نے سامان دفن کیا تھا۔ اب وہ درختوں کے جھنڈ کے کنارے پر تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنا پستول نکالا' اس کا گھوڑا چڑھایا اور درختوں کے اندھیرے سایوں میں گھس پڑا۔

وہ اب تک بیری کے متعلق ہی سوچ رہا تھا کہ اس نے ڈوئل کی آواز سنی۔

سلیٹر ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں چاندنی نیچے اتر آئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ چاندنی کے اس پیوند میں کھڑے رہنا خود اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔ چھپنے کی مناسب جگہ کی تلاش میں اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر گھوڑا گرنے کی آواز آئی۔ سلیٹر کے لئے یہ اس کی موت کی آواز تھی۔ لیکن بارود گیلی تھی۔ چنانچہ نہ دھماکا ہوا اور نہ گولی چلی۔ اور پھر ڈوئل سایوں میں سے نکل کر سامنے آگیا۔ اسکا رنگ فق تھا اور ہونٹوں پر وحشیانہ

مسکراہٹ۔

"تمہاری بارود گیلی ہے" ڈوئل نے سلیٹر کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن تم نے بڑی پھرتی کا ثبوت دیا ہے۔ مجھے تمہاری پھرتی اور تیزی کا اعتراف ہے"۔

یہ تعریف طنزیہ تھی اور نہ جھوٹی۔ ڈوئل نے یہ بڑے خلوص اور سچے دل سے کہا تھا۔ وہ سلیٹر کے قریب آگیا۔ سلیٹر کو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ ڈوئل اسے بہرحال مار ڈالے گا"۔

"تو تم نے ڈونگا حاصل کر لیا" ڈوئل نے ک[illegible]نے تمہیں آتے دیکھا تھا۔ یہاں سے صاف دکھائی دیتا ہے سب کچھ۔ اس کے علاوہ میں جانتا تھا کہ تم ڈونگا لینے گئے ہو۔ پائن نے مجھے بتایا تھا۔ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا ڈونگا چرانے میں؟"۔

یہ بڑی عجیب بات تھی کہ سلیٹر کو یہ گفتگو نہ صرف دوستانہ بلکہ ایسا معلوم ہو رہی تھی جیسے وہ یکسانیت سے اکتا کر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے ہوں۔

"نہیں سلیٹر نے کہا" یہ کام کچھ مشکل نہ تھا۔

"بہرحال تمہاری تجویز بے حد عمدہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تم ڈونگا استعمال نہ کر سکو گے"۔

"تمہیں چاہئے ڈونگا؟"۔

"تمہاری زندگی بخش دینے کے عوض؟ نہیں سلیٹر۔ یہ بات نہیں ہے۔ ڈونگا تو بہرحال میرا ہی ہے گویا۔ تم خود اسے میرے لئے لائے ہو۔ لیکن میں دونگا نہیں چاہتا۔ کچھ اور چاہتا ہوں"۔

"کیا"۔

"تمہاری جان لینا چاہتا ہوں۔ لیکن سب سے پہلے میں تمہیں ارگو کی بچاؤ کشتی کے متعلق بتانا چاہتا ہوں"۔

"کیا بتانا چاہتے ہو؟" سلیٹر کے لئے یہ ڈوئل کی نری بکواس تھی وہ جانتا تھا کہ بچاؤ کشتی آرگو کے ساتھ غائب ہو گئی تھی۔

"وہ کشتی میرے قبضے میں ہے"۔

"بچاؤ کشتی؟"۔

ڈوئل نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ سلیٹر کے چہرے کی طرف دیکھ رہا اور اس کی حیرت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے ڈوئل۔ بچاؤ کشتی آرگو کے ساتھ غائب ہو چکی ہے"۔

"یہ تمہارا خیال ہے سلیٹر اور یہ تمہارا خیال غلط ہے۔"

"تو پھر کہاں ہے؟" سلیٹر نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ وہ ایک دم سے بے اختیار ہو گیا تھا۔

ڈوئل نے ایک قہقہہ لگایا۔

"نہیں سلیٹر یہ میں تمہیں نہ بتاؤں گا۔ کم سے کم اس وقت تک نہیں جب تک کہ میرے پستول کی گولی تمہارے جسم میں پیوست نہیں ہوجاتی اس کے بعد۔ جب تم مر رہے ہوگے' تب میں تمہیں بتاؤں گا کہ بچاؤ کشتی کہاں ہے اور پھر دوسرے کا حساب چکانے نیچے اتر جاؤں گا۔"

اور اب سلیٹر نے دیکھا کہ ڈوئل کے پاس چار بندوقیں تھیں۔ دو بائیں اور دو دائیں شانے سے لٹک رہی تھیں۔ چار بندوقیں؟" سلیٹر نے سوچا' ایک خود اس کی' یعنی وہ جسے لے کر وہ پڑاؤ سے نکلا تھا۔ دوسری پائن کی دو بندوقیں۔ یہ تین ہوئیں لیکن اسکے پاس چار تھیں۔ یہ چوتھی بندوق کہاں سے آئی اس کے پاس؟ چار بندوقیں' چار پستول' بے شک وہ دوسروں کا حساب چکا سکتا تھا۔ لیکن اس کی اس دھمکی میں ذرا سا لنگڑا پن تھا۔ یہ وہ پورا سچ نہ کہہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ جرمی کو گولی نہ مارے گا۔ کبھی نہیں۔

"ڈوئل"۔

"کہو۔"

"تم جھوٹ بک رہے ہو۔"

"نہیں" اس نے سرہلایا۔"

"تم جرمی کو گولی نہ مار سکو گے۔"

"اس کو بیچ میں نہ لاؤ۔ ڈوئل نے چیخ کر کہا اور سلیٹر نے سمجھ لیا کہ اس کا تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔

"ڈوئل!" موقع غنیمت جان کر سلیٹر نے تیزی سے کہنا شروع کیا" ہتھیار رکھ دو کہ ہم آپ میں سمجھوتا کر سکیں۔"

"سمجھوتا؟ نہیں سلیٹر۔ اب تم میرے قبضے میں ہو اور میں تمہیں .... زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"لیکن جرمی؟"

"اس کا خیال تمہیں اس وقت نہ آیا جب تم نے مجھے پڑاؤ سے نکال دیا تھا؟ نہیں سلیٹر۔ میں پستول اس وقت تک نہ رکھوں گا جب تک کہ میں تمہارا خاتمہ نہیں کردیتا اور

اس کا میں ارادہ کرچکا ہوں۔ میں تمہیں گولی ماردوں گا سلیٹر۔ تمہارے پیٹ میں گولی ماروں گا اور پھر تمہارے سارے کپڑے اتار لوں گا کہ مکھیاں اور کیڑے مکوڑے تمہارے پھٹے ہوئے پیٹ میں گھس کر تمہارے اعضاء کھائیں اس طرح تم تڑپ تڑپ کر مرو گے۔

تم نے غلطی یہ کی سلیٹر کہ مجھے نکال باہر کیا۔ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔"

"خود تم نے اپنے آپ کو نکال باہر کیا۔"

"تم نے مجھے لات مار کر نکال دیا سلیٹر۔ ان وحشیوں میں مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ بارود بھی نہ دی کہ میں اپنا بچاؤ کرسکوں۔ لیکن میں نے بارود بہرحال حاصل کرلی"۔

"ہاں۔ ایک ساتھی کا خون کرکے۔"

ایک دم سے ڈوئل کا گھونسا سلیٹر کے جبڑے پر پڑا۔ اس گھونسے کے پیچھے اس کی پوری جسمانی [illegible] تھی اور پھر سلیٹر بے خبر سا کھڑا تھا۔ وہ سنبھل نہ سکا۔ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا' اس [illegible] کانوں میں سٹیاں سی بج اٹھیں اور اس کا گال دانتوں سے ٹکرا کر اندر کی طرف سے پھٹ گیا۔

"سوچ کر بولو سلیٹر" ڈوئل نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا "اور کس پر الزام لگا رہے ہو تم خون کا؟"

سلیٹر نے دیکھا کہ ڈوئل کا نچلا ہونٹ کانپ رہا تھا۔ غصے سے نہیں بلکہ ایک دوسرے جذبہ سے۔ سلیٹر نے اسے وہ واقعہ یاد دلا دیا تھا جسے وہ بھولنا چاہتا تھا۔ ڈوئل تو پائن کا ذکر کر سکتا تھا لیکن اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا کہ کوئی دوسرا اس سے کہے کہ اس نے اپنے ایک ساتھی ملاح کو قتل کردیا تھا۔

ڈوئل سلیٹر کو قتل کردینا چاہتا تھا یا کم سے کم وہ اسے زندہ دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ سلیٹر کو اور دوسروں کو قتل کردینے کے بعد وہ اس جزیرے پر اور ان آدم خور وحشیوں میں اکیلا رہ جائے گا اور زیادہ دیر تک اپنے آپ کو ان وحشیوں سے بچا نہ سکے گا۔ یہ ایک ایسی اٹل حقیقت تھی جو اس کا ہاتھ روک رہی تھی۔

تاہم اس کے پاس بچاؤ کشتی تو تھی ہی۔ وہ اپنا سر ایک طرف ذرا سا جھکائے کھڑا تھا اس کے دائیں پہلو پر سائے تھے لیکن بایاں پہلو چاندنی میں تھا اور اس کے اس طرف کے ہاتھ میں پستول تھا۔ سلیٹر سوچنے لگا کہ اس پر جاپڑنے کے لئے یا کم سے کم اسے ایک گھونسا رسید کرنے کے لئے اسے کتنے قدم آگے بڑھنا پڑے گا۔ یہاں سے زندہ بچ نکلنے کے لئے زبردست خوش بختی درکار تھی۔

"سلیٹر! وحشیوں نے جب پڑاؤ پر حملہ کیا تو تم یہاں سے دور تھے۔ بڑی چالاکی تھی یہ

تمہاری، تمہاری اس آدم خور رنڈی نے تمہیں پہلے سے خبردار کر دیا تھا کیا؟؟"

"تو اب صورت حال یہ ہے" سلیٹر نے سوچا۔ اب یا تو مجھے اس پر ایک دم سے ٹوٹ پڑنا ہے یا پھر اس گولی کا انتظار کرنا ہے جو میری جان لے لے گی۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں سلیٹر۔ اس رنڈی نے تمہیں وحشیوں کے حملے کی خبر کر دی تھی کیا؟" ڈوئل نے ایک قدم آگے بڑھایا اور سلیٹر نے سوچا کہ وہ اسے پھر گھونسا مارنے والا ہے، خدا کی قسم سلیٹر! جب میرے پستول کی گولی تمہارے جسم میں داخل ہو جائے گی تبھی تم زبان کھولو گے۔ تب تم چیخو گے میں دوسری گولی مار کر تمہیں تکلیف سے نجات دلاؤں"۔

عین اس وقت ساحل کی طرف سے بندوق چلنے کی آواز آئی۔ سلیٹر نے چونک کر سر اس طرف گھما دیا۔

"سنو" اس نے کہا۔

"ہاں۔ بندوق کا دھماکہ ہے لیکن اس طرح مجھے دھوکا نہیں دے سکتے" ڈوئل کے لہجے میں تجسس تھا۔

یہ اشارہ ہے۔ سلیٹر نے سوچا۔ لیکن کیوں؟ کیا انہیں بیری مل گیا ہے؟؟"

ہاں ہو سکتا ہے۔ اب اگر وہ نیچے اتر کر ساحل پر نہ پہنچا تو باربر یہاں۔ اوپر آئے گا اور تب ڈوئل کی توجہ اس طرف مبذول ہو گی اور وہ موقع ہو گا اس پر ٹوٹ پڑنے کا یا پھر باربر اسے گولی مار دے گا۔ چنانچہ جیسے بھی ہو وقت حاصل کرنا چاہیے۔"

"ڈوئل! بولے جاؤ۔ بولے جاؤ۔ اور باربر آجائے گا" سلیٹر نے دل میں کہا۔

"بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ سلیٹر۔ میں اسے قتل نہ کروں گا۔ کم سے کم فی الحال نہ کروں گا۔ تھوڑے دنوں کے لئے میں اسے اپنے پاس رکھوں گا۔"

"بولے جاؤ ڈوئل۔ بولے جاؤ۔"

اور ڈوئل بولتا رہا۔ وہ سلیٹر کو گولی مار دینے کے فیصلے پر عمل کرتے ڈرتا تھا۔ اس کے الفاظ سلیٹر کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے گر رہے تھے لیکن اسے چھو نہ رہے تھے۔ کیونکہ وہ باربر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اور پھر دوسرا دھماکا ہوا۔ یہ اشارہ نہ تھا۔ اسکا احساس سلیٹر کو ہوا اور شدت سے ہوا۔ اور وہ گھوم کر ساحل کی طرف اترنے لگا۔" ڈوئل نے لپک کر پستول کی نال اس پسلیوں میں لگا دی۔

"ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنا سلیٹر اس نے کہا۔"

"خدا کے لئے ڈوئل۔ جانے دو مجھے۔ ساحل پر جرمی ہے، باربر ہے اور لڑکی ہے اور یقیناً کچھ گڑبڑ ہے وہاں۔

"نہیں۔ میں تمہیں جانے نہ دوں گا۔"

"میں واپس آجاؤں گا۔ اس کا میں وعدہ کرتا ہوں۔ ہم سب کے مرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یا پھر تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

لیکن ڈوئل خود اپنی "چہ کنم" کی حالت اور خوف کے جال میں پھنس چکا تھا۔ اب سلیٹر کو گولی مار کر ساحل پر جانے اور خود "آقا" بن جانے کا وقت آگیا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکتا تھا۔ وہ اس فیصلہ کن عمل کے لئے اپنے آپ کو تیار نہ کر سکا تھا۔"

سلیٹر نے ڈوئل کی یہ حالت دیکھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے وہ آدمی کھڑا تھا جو اس سے کم چوکنا تھا۔ اور یہ موقع تھا جس سے فائدہ اٹھانا تھا۔ اگر یہ موقع نکل گیا تو پھر اس کے بنائے کچھ نہ بنے گا۔

او اس نے ڈوئل پر چھلانگ لگا دی۔ ڈوئل کے پستول کی گولی سلیٹر کے دائیں بازو کے نیچے سے نکل گئی۔ ڈوئل دوسرا ہتھیار.... کھینچنے کے لئے ذرا سا مڑا، ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہی تھا کہ سلیٹر اس کے سر سے ٹکرایا۔ ڈوئل کے منہ سے "آہ" نکلی اور اس کے گھٹنے مڑ گئے۔ سلیٹر نے اس کا شانہ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ سے پستول کے دستے سے اس کی کنپٹی پر ضرب لگائی۔ اس نے خون نکلتے دیکھا، ڈوئل کے آنکھیں پھیلتے دیکھیں اور پھر وہ اسے چھوڑ کر بھاگا اور اندھا دھند ڈھلان اترنے لگا۔"

وہ ٹھوکریں کھاتا، گرتا، سنبھلتا اور لڑھکتا ہوا ڈھلان اتر رہا تھا۔ اور ساحل کے کنارے پر کی جھاڑیوں سے ٹکرایا اور اسکے چہرے پر خراشیں آگئیں۔ وہ ایک ابھری ہوئی جڑ سے ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرا اور گھڑی بھر کے لئے اس کا اندر کا سانس اندر اور باہر کا باہر ہی رہ گیا۔ وہ کھڑا ہوا تو اسکی ٹانگیں کمزور ہو رہی تھیں۔ تاہم وہ لڑکھڑاتی ٹانگوں سے آگے بڑھتا رہا۔ ساحل کے کنارے پر پہنچ کر وہ ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سر میں شدید درد دھڑک رہا تھا۔ جب اس کا دم ذرا درست ہوا تو وہ ساحل کی ریت پر آگیا۔"

وہ نصف ساحل عبور کر چکا تھا کہ اسے یاد آیا کہ اس کا پستول بے کار ہے۔ نہیں چلے گا۔ اور اس نے ڈوئل کا بھرا ہوا پستول، بھاگنے سے پہلے اپنے قبضے میں نہ کر لینے کی غلطی پر اپنے آپ کو ایک گالی دی۔ اور پھر اچانک اس نے سامنے کسی کو ریت پر پڑے دیکھا۔"

اور اس میں تو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہ جو بھی وہ تھا مر چکا تھا۔"

ستائیسواں باب

سلیٹر کے جانے کے بعد باربر ڈونگے سے بندوقیں لانے میں جرمی کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اس طرف سے فرصت پاکر باربر نے اپنے پستول پلیٹ فارم پر رکھے ہوئے سامان اور بادبان پر رکھ دیئے اور پھر پانی میں ادھر ادھر چل کر وہ راستہ تلاش کرلیا جس سے لنگر کا پتھر بندھا ہوا تھا اور ڈونگے کو کنارے سے ایک آدھ لیگ دور کھینچ لایا اب وہ نسبتاً گہرے پانی میں تھا اور چپو کے ایک ہی دھکے سے روانہ ہوسکتا تھا۔ یہاں اس نے پھر لنگر ڈال دیا اور اس طرف سے اطمینان کرکے کہ ڈونگا محفوظ ہے اس نے پستول اٹھا کر واپس اپنے پٹکے میں اڑس لئے اور پانی میں سے باہر نکل آیا۔"

جرمی سے زیادہ دور نہ تھا۔ سیاوا ہتھیاروں سے سہمی ہوئی تھی چنانچہ وہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ باربر اس کے قریب سے گزرا تو وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا جس کا جواب اس نے شرمیلی ..... مسکراہٹ سے دیا۔ جرمی بارود کے ایک سینگ کی ٹوپی کھول رہا تھا۔

"جرمی! کچھ گڑبڑیا مشکل تو نہیں؟" باربر نے پوچھا۔"

"نہیں سام" جرمی نے جواب دیا۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ جرمی کو کام کرتا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور آدھا ساحل عبور کرنے کے بعد وہاں بیٹھ گیا۔ اسے احساس تھا کہ اب ان کے بچ جانے کے امکانات ہیں۔ اسے سلیٹر پر اعتبار تھا اور اپنے آپ پر بھروسہ تھا وہ سارے خدشات' جو بیری کو گھیرے ہوئے تھے اور جنہوں نے سلیٹر کو بھی نہ بخشا تھا' اب بہت حد تک دور ہوچکے تھے۔ اب ان کے پاس ڈونگا تھا جو انہیں دوسرے جزیرے پر پہنچا سکتا تھا اور وہ بھی جانتا تھا کہ وہ کشتی بنا سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس ضروری اوزار بھی تھے اور بادبان تھا اور رسے بھی تھے۔ اور وہ اس میں بادبان لگا کر روانہ ہوسکتے تھے' جرمی دیدبان کی خدمت انجام دے سکتا تھا اور لڑکی کو بھی یہ کام سکھایا جاسکتا تھا۔ باربر کے نزدیک تو یہ بات اٹل تھی کہ جو کام پہلے کیا گیا تھا وہ اب بھی لیا جاسکتا تھا۔ کشتی کو چلانے کا مسئلہ اس کا نہیں سلیٹر کا تھا چنانچہ اس کی فکر اسے نہ تھی۔"

اور اب اس نے سوچا کہ سلیٹر لڑکی کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ سلیٹر کے اس وقت کے غصے اور مایوسی کو سمجھ سکتا تھا کیونکہ جب وہ سلیٹر کے ساتھ گیا تھا اور جب اس نے دیکھا تھا کہ

ڈونگا وہاں نہ تھا تو اسے بھی یہی خیال آیا تھا کہ لڑکی نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ اسے یہ بھی یاد آیا کہ وہ ڈوئل کو مار ڈالنا چاہتا تھا' اب بھی یہی چاہتا ہے اور شروع سے وہ یہی چاہتا تھا۔ ہاں۔ وہ سلیٹر کے اس وقت کے مایوسانہ غصے کو سمجھ سکتا تھا اور خود سلیٹر نے بھی تو اعتراف کیا تھا کہ وہ پاگل ہوگیا تھا۔ اپنے آپ میں نہ رہا تھا۔ خود بیری کا بھی قریب قریب یہی حال تھا۔ بچارہ پارپرکون' لیڈ بیٹر اور ولکن سن' سب کے سب بے حد خوفزدہ تھے۔ اور سب سے زیادہ ولکن سن خوفزدہ تھا۔ ولکن سن یوں نہ مرتا تو مارے خوف کے مرجاتا۔ وہ سوچنے لگا کہ وہ کیسے مرا ہوگا۔ بہرحال پایل سب سے زیادہ خوش قسمت تھا کہ طبعی موت مرا۔

کہیں پیچھے سے' ڈھلان کی چوٹی پر سے خشک ٹہنی کے ٹوٹنے کی آواز آئی تو باربر نے گردن گھما کر اس طرف دیکھا اور سوچا کہ سلیٹر اپنا ارادہ بدل کر واپس آگیا ہے کیونکہ اسے روانہ ہوئے پورے دو گھنٹے بھی نہ گزرے تھے۔ لیکن اسے سلیٹر دکھائی نہ دیا۔ اسے کچھ دکھائی نہ دیا سوائے درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے گھپ اندھیرے کے۔ اس نے ذرا آگے کی طرف جھک کر دیکھا کچھ دکھائی نہ دیا۔"

اس نے گھوم کر نیچے' ڈونگے کی طرف دیکھا۔ جرمی بندوق میں بارود بھر رہا تھا اور سیاوا بھی وہیں تھی اور اب وہ بیٹھی ہوئی نہ تھی بلکہ کھڑی تھی۔

باربر نے الجھ کر پھر پیچھے دیکھا اور اسے کوئی آہستہ آہستہ' چھپ چھپ کر ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آنے والا جزیرے کا باشندہ معلوم نہ ہوتا تھا' وہ سلیٹر بھی نہ تھا۔ سلیٹر اس طرح دبے پاؤں نہ آتا۔ اور وہ ایسا دیوہیکل کبھی نہ تھا کہ اسے ڈوئل یقین کیا جائے۔ کاش کہ یہ ڈوئل ہوتا۔ کیا اچھا موقع تھا اسے اڑا دینے کا۔ لیکن ڈوئل کبھی اس طرح نہ آتا۔

باربر اٹھ کھڑا ہوا۔ آنے والے میں کوئی بات مانوس تھی۔ جانی پہچانی تھی۔ تو۔ تو۔ یہ بیری تو نہیں؟ اس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھا لیکن کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔

"کون ہے؟" باربر نے ایک دم سے چیخ کر پوچھا' تم ہو کپتان بیری؟ یہ میں ہوں باربر۔

چونکہ وہ یقین سے کچھ کہہ نہ سکتا تھا کہ آنے والا کون ہے؟ دوست یا دشمن؟ اس لئے اس نے پستول گھسیٹ کر ہاتھ میں لے لیا اور کمر میں سے ذرا آگے کی طرف جھک گیا۔

نہ تو آنے والے نے جنبش کی اور نہ ہی جواب دیا۔

"کپتان بیری!" باربر نے کہا "اگر یہ تم ہو تو جواب دو ورنہ میں گولی چلادوں گا۔"

اور اب ہلکی سی غراہٹ بلکہ ہنسی سنائی تھی اور وہ سایہ ڈھلان اترنے اور باربر کی

طرف آنے لگا چال سے اور آواز سے باربر نے جان لیا کہ یہ بیری ہی تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں پستول تھے۔ کپتان کا چہرہ کھنچا ہوا اور سفید تھا جیسے اس نے نقاب پہن رکھی ہو۔ اس کی قمیض جھیر جھیر تھی' پتلون کی دھجیاں اس کی پتلی ٹانگوں پر لٹک رہی تھی' چہرہ دھوپ میں جھلسا ہوا تھا اور اس پر خراشیں تھیں۔ یہ ایک زندہ پنجر تھا۔ وہ ہنسا' وہ لڑکھڑاتے قدموں سے بدستور آگے بڑھتا رہا۔ اب وہ کچھ بک رہا تھا اور اس کے دونوں ہاتھوں میں پستول تھے جن کی نالیاں عین سامنے کی طرف تھیں اور وہ باربر کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اپنی زندگی میں اس نے پہلے کبھی کسی دوسرے آدمی کو نہ دیکھا ہو۔ باربر بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا کپتان کی حالت دیکھ کر نہ صرف سہم گیا تھا بلکہ اسے اس پر رحم بھی آ رہا تھا۔

باربر اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ بیری نے پستول کو سیدھا کر کے چلا دیا۔ یہ خلاف توقع بات ہوئی تھی چنانچہ گولی اس کے بائیں شانے میں لگی۔ اس کے دھکے اور جلتی ہوئی تکلیف سے وہ لٹو کی طرح گھوم گیا۔ وہ گرا۔ اب کوئی تکلیف نہ تھی صرف شانے کے سن ہو جانے اور خود اپنی بے بسی کا احساس تھا۔ جب وہ ذرا اٹھا تو اسکے چہرے پر' منہ میں اور انگلیوں کے درمیان ریت تھی۔ بیری سامنے کھڑا تھا اور تاروں بھرے آسمان کے پس منظر میں صاف نظر آ رہا تھا۔ باربر نے پستول اٹھایا' گھوڑا چڑھایا اور لبلبی دبادی لیکن پستول نہ چلا۔

باربر نے جب بیری کو پکارا تھا تو جرمی نے اس کی آواز سنی تھی۔ البتہ جب پستول کا دھماکا سنائی دیا تو وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور سامنے دیکھنے لگا لیکن کچھ نظر آیا۔ اس نے خطرہ محسوس کر کے آبد بھری ہوئی بندوق اٹھالی۔ اس نے دیکھا کہ سیاوا وہاں نہ تھی جہاں کھڑی ہوئی تھی بلکہ پستول کا دھماکا سن کر وہ بھاگ گئی تھی ڈونگے کی طرف اور اب اس کے قریب رانوں تک گہرے پانی میں کھڑی ہوئی تھی۔ ڈونگے کی حفاظت کے خیال سے جرمی اس کی طرف بھاگا اور جب وہ اس کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ سیاوا ساحل کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ یکایک جرمی کو باربر کی فکر ہوئی اور اس کی طرف سے شدید خوف نے اسے شکنجے میں لے لیا۔ اور جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا اتنی تیزی سے اس طرف بھاگا جس طرف باربر تھا۔"

"سام" اس نے پکارا "کہاں ہو تو؟"

بیری نے اسکی آواز سنی اور وہ باربر کی طرف سے اس طرف گھوم گیا اور اس نے جرمی کو دیکھ لیا جو سمندر کے پس منظر میں صاف نظر آ رہا تھا۔ باربر نے بدقت تمام اپنے

آپ کو اٹھایا اور کوشش کر کے ذرا سا گھوم گیا۔ اور اب وہ درد کی ٹیس اور اپنے پہلو پر خون کی چکنی نمی محسوس کر رہا تھا۔

"واپس جرمی" وہ چیخا" واپس جاؤ ڈونگے کی طرف۔"

جرمی نے باربر کی آواز تو سنی لیکن سمجھ نہ سکا کہ اس نے کیا کہا چنانچہ اس نے اپنی رفتار دھیمی کر دی اور اب وہ آسان ترین ہدف تھا۔ بیری کی چیخ کے آخری الفاظ بیری کے دوسرے پستول کے دھماکے میں ڈوب گئے۔ گولی جرمی کے سینے پر لگی اور وہ اپنی بندوق پر اوندھے منہ گر کر تڑپنے لگا۔"

ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ باربر اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اپنے جسم کی پوری قوت اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اپنا بیکار پستول بیری کی طرف کھینچ مارا۔ وہ اس کے چہرے پر لگا۔ بیری کے ہاتھوں سے پستول چھوٹ گئے اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اب باربر زخم کی تکلیف محسوس نہ کر رہا تھا۔ انتہائی غم و غصے کے جذبات اس کی تکلیف پر غالب آگئے تھے۔ وہ نعرے کے ساتھ بیری پر ٹوٹ پڑا اور اپنا پنجہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے جما کر اس کا سر یوں پیچھے کی طرف دھکیل دیا کہ اس کی گردن "کرڑ" سے بولی۔ اس نے دوسرے ہاتھ کا گھونسا بیری کے پیٹ پر رسید کر دیا۔ یہ بڑی زبردست ضرب تھی۔ کپتان کے منہ سے جو آواز نکلی وہ نیک کراہ اور نیم چیخ تھی۔ اور وہ بے دم سا ہو کر باربر پر گرا۔ باربر نے اسے دھکیل کر سیدھا کھڑا کیا اور دوسری ضرب لگانے کے لئے مناسب وقت کا منتظر رہا اور جب بیری نے سیدھا کھڑا کیا اور پھر تیسرا گھونسا رسید کیا۔ اور اب جو بیری گرا ہے تو اس کا جبڑا ٹوٹ کر لٹک رہا تھا اور اس کی پھٹی ہوئی اور بے نور ہوتی ہوئی آنکھوں کی موت تھی۔

گرے ہوئے کپتان کے قریب سے ہٹ کر باربر لڑکھڑاتے قدموں سے وہاں پہنچا جہاں جرمی چت پڑا تھا۔ وہ اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور دیکھا کہ جرمی مر چکا تھا۔

ایک منٹ تک وہ لڑکے کا سر اپنے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھائے اس کے زرد چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اسے لٹا کر بیری کے قریب پہنچا اور اس کے سینے پر کان رکھ دیا۔ بوڑھے کپتان کا دل خاموش تھا۔

اب باربر کھڑا انگلیوں سے اپنا زخم ٹٹول رہا تھا۔ اس نے زخم پر سے اپنی قمیض کھینچی تو اس کا ایک ٹکڑا زخم میں سے نکل آیا۔ اس کا بازو سن ہو رہا تھا اور وہ شانے سے کلائی تک خون کی موٹی لکیر محسوس کر رہا تھا اور ایک دم سے اسے شدید تنہائی کا احساس ہوا اور وہ بلیٹر کی غیر موجودگی کو شدت سے محسوس کرنے لگا۔ انتہائی غم سے نڈھال ہو کر اس نے جرمی اور پھر کپتان کی لاش کی طرف دیکھا تو پھر وہ اس لئے زندہ رہا تھا کہ جرمی کو گنوا دے

اور خود اپنے کپتان کی جان لے لے؟" ایک لمحہ تک وہ دم بخود سا کھڑا رہا پھر جھکا' آہستہ سے اپنے کپتان کو اٹھایا اور ڈونگے کی طرف چلا۔ اس کے زخمی شانے میں درد دھڑک رہا تھا۔

وہ ڈونگے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے احساس ہوا کہ اس نے دھماکے کی آواز سنی تھی۔ اس نے گھوم کر ڈھلان کی طرف دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ اسے کچھ دکھائی دے گا۔ لیکن وہاں کچھ نہ تھا۔ وہ پھر پلٹ کر پانی میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈونگے کی طرف بڑھا۔ کپتان کا خون آلود چہرہ اور کھلا ہوا منہ دیکھ کر سیاوا سہم گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے باربر کو دیکھنے لگی جو بیری کو ڈونگے کے پلیٹ فارم پر رکھے ہوئے بادبان پر لٹا رہا تھا۔ اس نے بیری کے ہاتھ اور پیر پھیلا دیئے کہ لاش لڑھک نہ جائے۔ اب وہ جرمی کی لاش لانے کے لئے واپس ساحل کی طرف جا رہا تھا کہ ایک دم سے ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا اور ڈھلان کی طرف دیکھنے لگا۔

اس کا یوں ٹھٹھک جانا کسی خیال کی وجہ سے نہ تھا بلکہ جبلی تھا۔ وہ اس لئے رکا تھا کہ اسے احساس ہوا تھا کہ ڈونگا ان کی زندگی تھا۔ یہی ایک چیز تھی جو ان کا رشتہ زندگی سے قائم رکھے ہوئے تھے چنانچہ اسے بچانا بے حد ضروری تھا۔ وہ پلٹ کر پھر ڈونگے کی طرف چلا۔ چند قدم چلنے کے بعد اسے بندوقیں یاد آ گئیں۔ بندوقیں بھی ان کی زندگی کا اہم جزو تھیں۔ وہ ساحل پر وہاں پہنچا جہاں بندوقیں تھیں۔ اس نے جھک کر بندوقیں اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائیں تو زخم میں درد کی ایسی ٹیس اٹھی کہ اسے پسینہ آ گیا تاہم وہ بندوقیں لے آیا اور انہیں بیری کی لاش کے قریب رکھ دیا۔ اس نے سیاوا کی طرف دیکھا تو وہ اس کا ارادہ سمجھ کر آگے بڑھی لیکن اس نے سیاوا کا شانہ پکڑ لیا۔"

"نہیں۔۔ واپس' وہ بولا اور ڈھلان کی طرف اشارہ کر کے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ سلیٹر کسی بھی وقت واپس آ سکتا تھا۔

لیکن سیاوا کچھ سمجھ نہ سکی سوائے اس کے کہ باربر سخت تکلیف میں تھا' مارے تکلیف کے اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا' شانے سے خون بہہ رہا تھا اور بازو تقریباً بے جان سا لٹک رہا تھا۔ تاہم وہ اتنا ضروری سمجھ گئی کہ باربر سلیٹر کو چھوڑ کر جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

سیاوا نے اثبات میں سر ہلا دیا تو باربر نے اس کا شانہ چھوڑ دیا اور ڈونگے کے اگلے حصہ کی طرف لنگر کے پتھر کو تلاش کرتا ہوا بڑھا۔ وہ گلے گلے تک پانی میں پہنچ گیا تھا جب اسے لنگر کا پتھر مل گیا۔ اس نے پتھر اٹھا کر ڈونگے میں ڈال دیا اور ڈونگے کی دیوار پکڑ کر اس

نے سیاوا کو آواز دی۔

سیاوا دوڑ کر ڈونگے میں سوار ہو گئی۔ اور چپو سنبھال لیا۔ ایک موج آئی اور اس نے ڈونگے کو اوپر اٹھا لیا۔ موج ساحل سے ٹکرا کر لوٹی تو ڈونگے کو اپنے ساتھ لے چلی اور تب باربر دوڑ کر اس میں بیٹھ گیا۔"

اب وہ ساحل سے کئی گز دور پہنچ چکے تھے اور محفوظ تھے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے ڈونگا روکا' اس کا رخ ساحل کی طرف موڑ دیا اور اب وہ اس میں بیٹھے ساحل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ باربر کا شانہ بری طرح سے درد کر رہا تھا اور اب اسے احساس ہوا کہ گولی اب تک شانے میں ہی تھی۔"

اٹھائیسواں باب

سلیٹر نے جرمی کی لاش پر سے نظریں ہٹا کر ساحل اور سمندر کی طرف دیکھا تو عین اس وقت لمبے اور پتلے بادل کے ٹکڑے نے چاند کو ڈھانک لیا۔ باربر وہاں نہ تھا یہ اس کے لئے مایوس کن اور حوصلہ شکن حقیقت نہ تھی۔ اسے تو اس وقت صرف جرمی کا غم تھا جس کی لاش ریت پر پڑی ہوئی تھی۔ یہ احساس تھا کہ اس لڑکے کی ہنستی کھیلتی ارمانوں بھری زندگی ختم ہو چکی تھی۔ موت نے اسکی دنیا کو لپیٹ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کہیں رکھ دیا تھا۔

سلیٹر کی ہستی کا ایک حصہ مر گیا تھا۔

وہ ایکبار پھر جرمی کی لاش کے قریب بیٹھ گیا' اسکا سر اٹھایا اور دیکھا کہ اس کی ایک آنکھ کے کونے میں ریت چپکی ہوئی تھی۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اس کا سر سنبھال کر سلیٹر نے ہاتھ سے اس کی بے نور کھلی ہوئی آنکھیں بند کر دیں۔ اس نے جرمی کے سینے کی طرف دیکھا۔ خون ایکدم سے اور تیزی سے بہہ گیا تھا کیونکہ گولی دل کو چھید گئی تھی۔ آس پاس کی ریت بھی خون سے سرخ تھی۔ اس نے لاش کو اپنے سینے سے لگا کر اس کے چہرے سے اپنی چہرہ بھڑا دیا۔ اس دباؤ سے جرمی کے منہ سے ہلکی سی ہوا باہر نکل آئی تو سلیٹر چونکا۔

اس نے جرمی کو واپس ریت پر لٹا دیا اور اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر چاقو تلاش کرنے لگا۔ چاقو وہیں تھا۔ اس نے آہستہ سے پٹکا کھول کر چاقو خول سمیت نکال لیا۔ پھر پٹکا باندھ کر چاقو اپنی قمیض کے نیچے رکھ لیا۔ وہ لاش کے قریب سے ہٹ آیا اور جیسے خواب کے عالم میں چلتا ہوا اتفاق سے اس جگہ پہنچ گیا جہاں باربر اور بیری کا مقابلہ ہوا تھا۔ یہاں اسے نے ریت پر مزید خون دیکھا اور قدموں کے نشانات پر چل پڑا تو واپس جرمی کی لاش تک

پہنچ گیا۔

سمندری ...ر کی طرف سے بندوق چلنے کی آواز آئی' سلیٹر اس طرف گھوم گیا اور ساحل کی چوڑائی عبور کر کے لب آب جا کھڑا ہوا۔ باربر نے اسے دیکھ کر آواز دی۔ سلیٹر نے کوئی جواب نہ دیا لیکن باربر نے لڑکی سے بڑبڑا کر کچھ کہا اور وہ دونوں چپو چلا کر ڈونگے کو کنارے کے قریب لے آئے۔ ...ے ...نگا کو کنارے پر لانے میں ان کی مدد کی اور باربر ڈونگے سے اتر کر ساحل پر آگیا۔ اس کا زخمی شانہ بے جانی سے جھکا ہوا تھا اور اس کی ٹانگوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

"جرمی کو دیکھ لیا؟" باربر نے پوچھا۔

"ہاں۔ سلیٹر نے جواب دیا اور پھر اس کی نظر ڈونگے کے پلیٹ فارم پر پڑی ہوئی کپتان کی لاش پر پڑی۔

"اس نے مارا ہے اسے" باربر نے کہا" جرمی میری مدد کو آیا تھا۔ اگر تم نے اسے دیکھا ہوتا۔ اس نے سر سے بیری کی لاش کی طرف اشارہ کیا" تو پہلی ہی نظر میں جان لیتے کہ یہ پاگل ہوگیا تھا۔ اسے مار ڈالنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ خدا مجھے معاف کرے لیکن میں مجبور تھا۔

سلیٹر نے پانی میں اتر کر اور ڈونگے کے قریب پہنچ کر بیری کی لاش کی طرف دیکھا۔ یہ دوسرا غم تھا لیکن شدید نہ تھا۔ جرمی کے غم کے مقابلے میں اس غم کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ایکدم سے اس کے دل میں اس واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کی خواہش بیدار ہوگئی لیکن یہ خواہش فوراً ہی غائب ہوگئی اور وہ پلٹ کر ساحل پر آگیا۔ باربر نے بیری کی لاش اٹھائی اور وہ بھی ساحل پر آگیا۔ سلیٹر نے جرمی کی لاش اٹھائی اور دونوں ڈھلان پر اس جگہ آئے ... ...ھاڑیاں تھیں۔

انہوں نے اپنے ننگے ہاتھوں سے گڑھا کھودا۔ یہ ایک کم گہری قبر تھی لیکن اتنی چوڑی تھی کہ دونوں لاشوں کو قریب قریب رکھ دیا گیا۔ باربر قبر میں پہلے ہی ریت ڈال چکا تھا کہ سلیٹر نے کہا۔

"ٹھہرو باربر"۔

"آخری دعا؟" باربر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ یاد ہے تمہیں؟"۔

"تھوڑی سی۔ یہاں وہاں سے۔

"تو پھر پڑھو۔ کتاب لانے جانا ضروری نہیں"۔

باربر نے سر جھکا کر دعا پڑھی۔ سلیٹر نے اس کا ساتھ دیا۔

سلیٹر کو یاد آیا کہ جرمی اس کا چاقو کتنے شوق سے تیز کیا کرتا تھا چنانچہ اس نے اپنا چاقو نکال کر جرمی کے سینے پر رکھ دیا۔ اب اس نے قمیض کے نیچے سے جرمی کا چاقو نکالا اور اسے خول میں سے گھسیٹ کر اپنے چاقو کا خالی خول میں رکھ لیا اور جرمی کے چاقو کے خول باربر کی طرف بڑھا کر پوچھا۔

"تم نے بنایا تھا یہ؟"۔

"ہاں۔ لاؤ۔ مجھے دو یہ"۔

اور باربر نے جھک کر یہ خول بیری کے سینے پر رکھ دیا۔

"اب ہم قبر بند کر دیتے ہیں" سلیٹر نے کہا۔

اور انہوں نے قبر بند کر کے اوپر گھاس اور جھاڑیاں جما دیں۔

جب وہ کنارے پر آئے تو چاند بدلی میں سے نکل آیا تھا۔ سلیٹر نے آسمان کی طرف یکھا۔

"ٹھیک ہے۔ بحری درے میں سے گزرنا اب آسان ہوگا۔ باربر نے کہا۔

اور چاند کی شفاف چاندنی میں ان کا ڈونگا بحری درے کو آسانی سے عبور کر گیا جیسا کہ اربر نے کہا تھا' اور اس وقت دن کی پہلی روشنی آسمان سے اتر آئی تھی۔ یہ درہ' جیسا کہ یاوا نے کہا تھا' تنگ تھا اور اس کے چاروں طرف گرجتا ہوا سمندر گہرا اور مواج تھا اور بح کی روشنی میں دودھیا نظر آتا تھا۔ اچھلتے اور گرجتے اور بھنور پیدا کر کے بہتے ہوئے ھارے کا نظارہ ہیبتناک تھا جو دلوں پر خوف طاری کر رہا تھا۔

سلیٹر پر اب ٹھنڈی اور خنک بے حسی مسلط تھی اور بھوک اور تھکن اسے بھینچ رہی ی۔ بھوک اس کی جو اس نے گنوایا تھا اور تھکن روح کی' دل کی اور جسم کی بھی۔

درے سے نکل کر ڈونگا سمندر میں پہنچا تو زندہ چیز کی طرح کانپ گیا اور آگے بڑھنے ے پہلے ذرا دیر کے لئے جیسے ٹھٹھک گیا اور پھر جیسے ہٹ کر کے سمندر میں پھاند پڑا۔ سلیٹر ڈونگے کے پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا اور جب اس نے چپو اٹھا کر چلایا اور جب ڈونگے کا ماتھا موج میں بلند ہوا اور جب سلیٹر کو احساس ہوا کہ اب ان کی قوتوں کا کیسا زبردست متحان تھا تو ایک خوفناک لمحے میں اسے اس کی جھلک نظر آگئی جو آگے تھا' جو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور جو وہ گنوا چکے تھے۔ اور اسکا چپو اوپر اٹھا اور ہوا میں ہی معلق رہا۔ اس نے اربر کے اور سیاوا کے چپو کو... مسلسل اٹھتے اور گرتے دیکھا۔ اور انہیں یوں دیکھا جیسے ے فاصلوں سے دیکھ رہا ہو اور غیر دلچسپی سے دیکھا جیسے ان سے اور وہ جو کچھ کر رہے

تھے اس سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو"۔

اس وقت خود اس کو طاقت اور کوششوں کی ضرورت تھی۔ لیکن وہ چپو اٹھائے مایوس بیٹھا رہا۔ اور اسے سیاوا ایک محجوبہ دکھائی دی۔ اسکی ہمت میں' اس کی جسمانی قوت میں اور مایوس ہوئے بغیر برابر چپو چلانے میں ایک عجوبہ تھا اور یہ وہ دیکھ رہا تھا اور باربر بھی' سلیٹر کے مایوس ہوکر بیٹھ رہنے سے بے خبر' چپو چلا رہا تھا۔ لیکن سلیٹر جانتا تھا کہ سیاوا اس کے یوں مایوس ہوکر بیٹھ رہنے سے بے خبر نہ تھی۔ جانتی تھی کہ وہ چپو نہ چلا رہا تھا لیکن وہ خود مایوس نہ تھی۔ وہ ہمت نہ ہاری تھی۔

اور تب سلیٹر کی شکست اور مایوسی پر اس کی خودداری غالب آگئی اور اس نے چیخ کر باربر کو خبردار کیا' باربر نے ذرا سا گھوم کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اپنا چپو لڑھک کر آئی ہوئی موج میں کھبا دیا۔ موج نے ڈونگے کو اپنی پشت پر اٹھالیا' ڈونگا موج کی چوٹی پر ذرا دیر ٹھہر کر دوسری طرف پھسلا اور پھر دوسری موج نے اسے اٹھالیا اور پھر جب وہ اس موج سے بھی پھسل کر نیچے آیا ہے تو اب ان پر ظاہر ہوگیا کہ اب واپسی کی کوئی صورت نہ تھی۔ اب انہیں یا تو آگے ہی بڑھنا تھا یا پھر ختم ہوجانا تھا۔

سمندر کے شور اور ہواؤں کی سیٹیوں نے ان کے کان بھر دئے۔

اور پھر سیاوا نے چپو رکھ کر الپچا اٹھالیا۔ باربر کا شانہ درد سے دھڑک رہا تھا اور چپو چلانے کی وجہ سے اس کے زخم سے خون پھر جاری ہوگیا تھا۔ سلیٹر نے اسے تکلیف سے کراہتے اور پھر گالی بکتے سنا۔ تھوڑی دور آگے بڑھنے کے بعد باربر کا چپو پانی میں غرق ہونے کے بجائے ہوا میں ہی گھوم گیا اور ایک دہشت ناک لمحے کے لئے ڈونگا ٹیڑھا ہوکر الٹنے کے قریب ہوگیا لیکن باربر نے جلدی سے چپو چلا کر اسے سنبھال لیا۔

پانچ رسوں کی لمبائی تک وہ ڈونگے کو موجوں پر سنبھالتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر سیاوا نے اپنا چپو اٹھا کر باربر کے سر پر سے ایک طرف اشارہ کیا۔

"مغرب شمال مغرب" سلیٹر نے اتنی ہی اونچی آواز میں کہا کہ باربر سن سکے۔ باربر نے کراہ کر چپو اٹھایا لیکن اس کی ضرب پانی پر نہ لگاسکا اور سیاوا اور سلیٹر نے چپو چلا کر ڈونگے کا رخ بدل دیا۔

اتیسواں باب

ابتدا میں ہوا نام کو نہ تھی۔ آسمان کے کنارے پر' جہاں وہ سمندر سے بغلگیر تھا' بھورے بادلوں کا جمگھٹا تھا۔ ان بادلوں کے اوپر آسمان حیرت انگیز حد تک نیلا تھا جس میں یہاں وہاں گلابی اور چمپئی بادلوں کے پیوند تھے۔ افق مشرق پر' ٹھیک اس جگہ جہاں سے تھوڑی دیر بعد ہی سورج سر ابھارنے والا تھا' ایک ستارہ اپنی پوری تابناکی سے جگمگا رہا تھا حتیٰ کہ چاند بھی' جو پورا اور آدھے آسمان میں بلکہ تقریباً سر پر تھا' اس تارے کے مقابلے میں ماند معلوم ہوتا تھا۔

اب وہ جزیرے سے دور اور گہرے سمندر میں آچکے تھے تو ڈونگا بہت چھوٹا اور حقیر سا معلوم ہوتا تھا اور سمندر کی موجیں باربار اس کے پہلو پھلانگ کر اندر آجاتی تھیں۔ سیاوا مسلسل پانی اچ رہی تھی پھر بھی بہت سا پانی پینیدے میں باقی رہ جاتا تھا جو ڈونگے کی حرکتوں کے ساتھ ماتھے سے پچھلے حصہ سے ماتھے کی طرف بھاگتا رہتا تھا۔

دور ہوتا ہوا جزیرہ اپنی تفصیلات کھو کر ایک زبردست سبز دھبے میں تبدیل ہوتا جارہا تھا۔ دو گھنٹے بعد سلیٹر نے آرام کرنے کا حکم دیا اور تب انہوں نے گھوم کر جزیرے کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی سبز تھا لیکن فاصلے نے اسے نیلا کرنا شروع کردیا تھا اور افق میں مل کر غائب ہوجانے سے پہلے وہ بھورا نیلا ہوجانے والا تھا۔

ایک بار پھر روانہ ہونے سے پہلے باربر نے چپو اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھا اور قمیص اتار کر اسے دیکھنے لگا۔ سلیٹر نے دیکھا کہ زخم شانے سے نیچے تک چلا گیا تھا اور بازو کے نیچے خون بہہ کر خشک ہوگیا تھا۔ باربر نے اپنا چاقو نکالا جس پر اب ہلکا سا زنگ لگ گیا تھا اور قمیص کے پچھلے حصے پر سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا اور اسے پانی سے بھگو کر اپنا زخم صاف کرنے لگا اس کے بعد اس نے الپچے میں سمندر کا پانی بھر کر اپنے زخم پر ڈالا' پھر قمیض پہنی اور چپو اٹھا کر کھینے لگا۔

صبح نصف کے قریب گزر چکی تھی جب ہوا چلنے لگی۔ سیاوا نے ہوا کو محسوس کرتے ہی سلیٹر کی طرف دیکھا اور بادبان کی طرف اشارہ کیا۔ سلیٹر نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ چپو رکھ کر بادبان کی رسیاں کھولنے لگی۔ ڈونگا سلیٹر اور باربر کے لئے نیا تھا چنانچہ اس کے سازوسامان نے ابتدا میں انہیں الجھن میں ڈال دیا تھا اور اگر وہ مستول اور بادبان لگانے کی کوشش کرتے تو ڈونگا یقیناً الٹ جاتا۔ لیکن سیاوا ڈونگے سے واقف تھی۔ چنانچہ بادبان لگادینے کے بعد وہ آسانی اور سبک رفتاری سے بہنے لگا۔ اب انہیں صرف سکان گیری کرنی

تھی اور بادبان کا خیال رکھنا تھا چنانچہ سلیٹر نے سکان سنبھال لیا اور سیاوا بادبان کی طرف متوجہ رہی۔

اب چونکہ وہ چپو نہ چلا رہے تھے اس لئے دھوپ انہیں جلاتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی لیکن ہوا جنوب مشرق تھی جو ان جزائر کی تجارتی ہوا تھی چنانچہ ڈونگا اس ہوا کے سہارے اپنی رفتار سے بہا جا رہا تھا۔ سلیٹر جانتا تھا کے ڈونگے کو گھمایا نہ جا سکتا تھا کیونکہ اس کے لئے اسے موڑ کر رخ بدلنا ضروری تھا لیکن جس طرح وہ سیدھا سیدھا بہہ رہا تھا اور پھر ہوا اسی طرف سے بہتی رہی جس طرف سے بہہ رہی تھی تو پھر اسے موڑنے کی کچھ زیادہ ضرورت نہ تھی۔ سلیٹر اور باربر کو شروع میں یہ ڈونگا بے حد کمزور اور سمندری سفر کے ناقابل معلوم ہوا تھا اور اس سفر کے ابتدائی گھنٹوں میں وہ اس کی ایک ایک لرزش اور کپکپی محسوس کرتے رہے تھے لیکن رفتہ رفتہ وہ اس کی لرزشوں سے مانوس ہوئے تو ڈونگے پر ان کا اعتبار بڑھ گیا۔ وہ موجوں پر اٹھ اور گر رہا تھا' لرز رہا تھا' ڈول بھی رہا تھا لیکن اب وہ مطمئن تھے اور جانتے تھے کہ یہ الٹ نہ جائے گا۔

پورے کھلے ہوئے بادبان میں ڈونگے کی سکان گیری کرنا آسان نہ تھا اور وہ بھی چپو کے ذریعہ چنانچہ سلیٹر کی کلائیاں اور بازو درد کرنے لگے۔ اس نے چپو کو ڈونگے کی دیوار سے باندھ دینے کے متعلق سوچا لیکن ڈونگے میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے وہ چپو کا دستہ باندھ سکتا۔

اسے بہرحال یہ تکلیف برداشت کرنی تھی۔

اور پھر ایکدم سے اس کا شوق تجسس بیدار ہو گیا۔ ایکبار پھر وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے قرار ہو گیا کہ جری اور بیری کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی۔

"باربر" اس نے ایکدم سے اور تقریباً غیر شعوری طور پر کہا "جری کس طرح مارا گیا؟"۔

باربر نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ میں رکھ لیا کہ اسے ذرا آرام ملے اور پھر سامنے' افق پر نظریں گاڑھ کر اس نے سلیٹر کو بتایا۔

"میں نے آواز دی تھی۔ چیخ کر اس سے واپس چلے جانے کے لئے کہا تھا لیکن بیری نے اسے دیکھ لیا اور تم تو جانتے ہی ہو کہ بیری کا نشانہ' خصوصاً پستول کا نشانہ خطا نہیں کرتا"۔

اور پھر چند منٹوں کے توقف کے بعد باربر نے پوچھا۔

"میری باتوں پر یقین کر رہے ہو نا؟"۔

سلیٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سیاوا نے سب کچھ یا تھوڑا بہت تو ضرور دیکھا ہوگا" باربر نے اضافہ کیا۔

"ہاں۔ لیکن میں اس سے پوچھ نہیں سکتا"۔

"تاہم میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے"۔

"باربر؟"۔

"ہاں"۔

"شک ہے میرے دل میں"۔

"تم نے لڑکی پر بھی شک کیا تھا۔ باربر نے کہا اور اضافہ کیا" تم مجھ پر بھی شک کر سکتے ہو اور اس کے متعلق میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا"۔

"کیا سوچ لیا تھا؟"۔

"یہی کہ اگر تمہیں مجھ پر شک ہے تو اس کا اقرار صاف صاف لفظوں میں تمہیں کرنا ہوگا اور پھر میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا"۔

"چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ کیونکہ اگر تمہارے دل میں شک ہے تو پھر وہ رفتہ رفتہ یقین میں تبدیل ہو جائے گا اور جب ایسا ہوگا تو پھر اس کا انجام کسی ایک کی موت پر ہوگا۔

سہ پہر ختم ہو رہی تھی جب سیاوا "جو" ڈونگے کے ماتھے پر سے آگے دیکھ رہی تھی' گھوم کر سلیٹر کی طرف دیکھا اور انگلی اٹھا کر سامنے اشارہ کیا۔ سلیٹر نے اس طرف دیکھا تو خشکی نظر آئی۔ وہ ایکدم سے سکانی چپو پر جھکا اور ڈونگے کو اس طرف لے چلا۔ سیاوا منتظر رہی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ڈونگا اپنے آپ ہی راستے سے نہ ہٹ گیا تھا بلکہ سلیٹر اسے خشکی کی طرف لئے جا رہا تھا تو اس نے ایکبار پھر گھوم کر سلیٹر کی طرف دیکھا اور سر ہلا ہلا کر کچھ کہنے لگی۔ باربر گھوم کر سیاوا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں اس کے بڑے سر میں بے نور سی معلوم ہوتی تھیں اور ہوا کے دباؤ کی وجہ سے اس کی گھنی ڈاڑھی اس کے سینے سے چپک گئی تھی۔

باربر نے سیاوا کا مطلب سمجھ لیا اور سلیٹر کی سمجھ میں تو اس کے چند الفاظ بھی آ گئے سامنے نظر آتے ہوئے جزیرے پر آبادی نہ تھی لیکن آوا ان کی تلاش میں اس جزیرے پر سب سے پہلے آئے گا۔ سیاوا نے اس جزیرے کا نام "آئی وا" بتایا۔

"مناسب یہی ہے کہ فیصلہ سیاوا پر چھوڑ دو" باربر نے کہا۔

سلیٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ عجیب بات تھی کہ اب اسے اس بات سے ذرا بھی دلچسپی نہ تھی کہ وہ کہاں اور کون سے جزیرے پر اتریں گے اور ان کے ساتھ کیا واقعہ ہوگا۔ اس کے برخلاف باربر ایک عجیب طرح کی مسرت محسوس کررہا اور اسے کامیابی کا یقین تھا حالانکہ اسکا زخم درد سے مسلسل دھڑک رہا تھا۔ اور وہ قبر میں لیٹے ہوئے جرمی اور بیری کی مردہ صورتوں کو بھلا نہ سکتا تھا۔

آئی وا انہیں۔ جڑواں جزیرے دکھائی دئے جو سمندر میں سے جیسے ایکدم سے ابھر آئے تھے۔ یہ جزیرے چوٹیوں والی مونگے کی چٹانیں تھیں جن کا نہ کوئی ساحل تھا اور نہ ہی کہیں درخت نظر آتے تھے البتہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں۔ آبی پرندے اچھلے پانی پر منڈلا رہے اور مچھلیاں پکڑنے کے لئے غوطے مار رہے تھے۔ اور جب ان کے اس سفر کا یہ پہلا دن غروب ہو رہا تھا تو انہیں دوسرا بڑا جزیرہ دکھائی دیا۔ ابھی وہ شام کے... دھندلکے میں سے نکل کر حد نظر میں آیا ہی تھا کہ غائب بھی ہوگیا اور رات نے انہیں اپنی اندھیری آغوش میں لے لیا۔ سیاوا نے ایکبار پھر اشارہ کیا اور ایکبار پھر انہوں نے ڈونگے کا رخ موڑ دیا۔ اب وہ شمال مغرب کی طرف جارہے تھے۔

رات کا اندھیرا اترتے ہی ہوا بند ہوگئی۔ انہوں نے بادبان... اتار لیا اور رات کی خنکی نے انہیں چھوا تب انہیں پتہ چلا کہ ظالم سورج ان کے ساتھ کیا سلوک کر گیا تھا۔ ان کی کھال اتنی خشک ہوگئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا پھٹ جائے گی۔ بدن کی ساری رطوبت اور نمی جیسے بھاپ بنکر اڑ گئی تھی اور ان کے جسم پر جو خراشیں تھیں وہ چیخ کر کھل گئی تھیں اور جہاں جہاں مچھروں اور دوسرے کیڑوں نے ڈنک مارے تھے وہاں خلش ہو رہی تھی۔ باربر کا زخم اینٹھ گیا تھا اور جب اس نے چپو چلانا شروع کیا تو اس سے ایکبار پھر خون بہنے لگا اور خود اس پر غشی سی طاری ہوگئی۔ اب چپو چلانے کی حرکت اس کے درد کو انتہا تک پہنچا رہی تھی۔ اپنی کراہ کو روکنے اور سلیٹر کو اپنی ناقابل برداشت تکلیف سے بے خبر رکھنے کے لئے اس نے یہ کیا کہ بار بار کھانسنے اور کھنکھارنے لگا۔

رات کی خنکی کا دوسرا فوری اثر یہ ہوا کہ دن بھر کا روکا ہوا پیشاب مثانے میں جوش مارنے لگا۔ باربر سے برداشت نہ ہوسکا۔ اس نے چپو رکھ دیا، گردن گھما کر سلیٹر کی طرف دیکھا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ سلیٹر نے سیاوا کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں کے بیچ میں بیٹھی باری باری سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اگر یہ دوسری طرف منہ پھیر لے تو میں ذرا......" باربر نے کہا۔

"یہ میں اس سے نہیں کہہ سکتا۔ تم جانو باربر میں اسکی بولی کے دوچار لفظ ہی جانتا

ہوں۔

لیکن سیاوا نے ان کی ضرورت سمجھ لی۔ اس کے ہونٹوں پر موہوم سی مسکراہٹ آئی اور وہ آہستہ سے، اتنے آہستہ سے کہ یہ ڈونگا ذرا بھی نہ لرزا، اس کی دیوار پر سے پھسل کر پانی میں اتر گئی۔

"آ- ہا- ہا-" باربر نے ایک عجیب طرح کی راحت محسوس کی۔

پندرہ منٹ بعد سیاوا ڈونگے کے قریب آئی اور سلیٹر اور باربر نے ملکر اسے اوپر کھینچ لیا اور جب باربر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تو سلیٹر نے دیکھا اس کے زخم سے خون بدستور بہہ کر اس کی قمیص کو سرخ کررہا تھا۔

"باربر! گولی تمہارے شانے میں ہی پیوست ہے؟ جب سیاوا اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اور انہوں نے چپو سنبھال لئے تو سلیٹر نے پوچھا۔

"ہاں"۔

"تو پھر اسے نکالنا ضروری ہے"۔

"بے شک۔ لیکن جب ہم کسی جزیرے یا ساحل پر پہنچ جائیں گے تب دیکھا جائے گا"۔

وہ رات بھر چپو چلاتے رہے۔ جب تھک جاتے تو ذرا دیر کے لئے ستا لیتے اور جب حلق خشک ہوجاتے تو ذرا سا پانی پی لیتے۔ سلیٹر تاروں سے سمت کا اندازہ لگا کر ڈونگے کو سیدھا سیدھا لئے جارہا تھا۔

رات ختم ہوئی اور دن طلوع ہوا تو ہوائیں چلنے لگیں اور ڈونگے کی رفتار نسبتاً تیز ہوگئی۔ اور اب سیاوا انہیں اس بڑے جزیرے کے متعلق بتانے کی کوشش کرنے لگی جو انہیں کل شام کے دھندلکے میں نظر آیا تھا۔ اور اس وقت پیچھے، روشنی مشرق افق کے پس منظر میں، بھورا بھورا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ "لاکیا" جزیرہ تھا اور اونیا تا اور آئی وا جزیرے سے بڑا تھا اور بے حد آباد تھا۔ اس جزیرے پر "ٹوائی نایاوا" کا گھر تھا جو اس طرف کے سارے چھوٹے جزیروں کا زبردست سردار تھا۔ سیاوا نے اس ہوا کو مبارک کہا جو ان کے ڈونگے کو اس جزیرے کے قریب سے بچاکر نکال لائی تھی۔ اب بھی وہ بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی کہ کہیں کوئی ڈونگا ان کا تعاقب تو نہیں کررہا یا کہیں آس پاس گشت تو نہیں لگا رہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر ٹوائی نایاوا کے کسی تیز رفتار ڈونگے نے انہیں دیکھ لیا تو ان کا انجام کسقدر خوفناک اور لرزہ خیز ہوگا۔

اس دن انہوں نے تین دفعہ کھانا کھایا۔ پہلے تھوڑا سے گوشت اور بسکٹ، دوپہر کے

وقت وہ کھانا جو سیاوا ٹوکری بھر کر لائی تھی اور شام کے وقت' جب ہوا بند ہو چلی تھی' جہاز کے ذخیرے میں سے کھانا نکال کر کھایا۔ سورج نے ان کی کھال جھلس دی تھی اور ان کے پیر ڈونگے کے پیندے میں بھرے ہوئے پانی میں ہی رہے تھے اس لئے تلوے کی کھال نرم ہو گئی تھی' انگلیوں کے درمیان اور جڑوں میں کھجلی ہو رہی تھی اور وہاں کی کھال مردہ ہو کر اکھڑ رہی تھی۔ اندھیرا اترنے سے کچھ ہی دیر پہلے ایک ناریل بہتا ہوا ڈونگے کے قریب آیا۔ سیاوا نے جھک کر اسے اٹھا لیا' باربر کے چاقو سے اسے کھولا اور اس کا پانی انہیں پینے کو دیا۔ ان کے پاس پانی کا کافی ذخیرہ موجود تھا لیکن وہ پانی گرم اور ذائقہ میں نمکین تھا۔ ناریل کا پانی ٹھنڈا' میٹھا اور فرحت بخش تھا۔

جب وہ ناریل کا پانی پی رہے تھے تب باربر کو ایسا لگا کہ اسے دور خشکی دکھائی دی ہے شاید۔ شمال مغرب کی سمت ایک دھندلا ابھار سا تھا۔ اس نے سیاوا کی طرف گھوم کر اس دھندلے تودے کی طرف اشارہ کیا۔ سیاوا نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ذرا بھی حیرت زدہ معلوم نہ ہوتی تھی۔ سلیٹر نے ڈونگے کا رخ اور بھی زیادہ مغرب کی طرف کر دیا کہ وہ اس جزیرے سے بچ کر اور اس سے زیادہ سے زیادہ دور نکل سکیں۔

آدھی رات ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا' آسمان پر بادل تھے اور ڈونگا اپنی مناسب رفتار سے بہا جا رہا تھا کہ یکایک انہیں اپنے سامنے آگ کے بہت سے پھول کھلتے نظر آئے۔ یہ بات یوں فوری طور پر ہوئی تھی جیسے وہ لوگ کسی پہاڑی کے پیچھے سے نکل کر ناگہاں ایسے پڑاؤ کے سامنے پہنچ گئے ہوں جس میں بہت سے الاؤ روشن ہوں۔ باربر نے چیخ کر انہیں اس طرف متوجہ کیا اور سیاوا ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے بشرے سے انتہائی خوف عیاں تھا۔

"سمندری دھارا ہمیں اس جزیرے کی طرف لئے جا رہا ہے" سلیٹر نے کہا۔

باربر اور سیاوا نے دیکھا کہ سلیٹر ڈونگے کا رخ موڑنے کی کوئی.... کوشش نہیں کر رہا۔ سیاوا اس کی طرف گھوم گئی اور جزیرے سے دور کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ سیاوا نے جو کچھ کہا وہ سب کا سب اس نے سمجھا تو نہیں لیکن اس کا مطلب صاف تھا۔

"سیاوا ہمیں خبردار کرنے کی کوشش کر رہی تھی' باربر نے کہا" وہاں خطرہ ہے۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد اس نے پھر کہا۔

"اس جزیرے پر۔ آبادی ہے" اس نے سر گھما کر دیکھا اور یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ سلیٹر ڈونگے کا رخ بدلنے کی کوشش نہ کر رہا تھا بلکہ اسے سیدھا جزیرے کی طرف لئے جا رہا تھا۔ وہ بولا "رخ بدلنے میں میں تمہاری مدد کرتا ہوں"۔

اور چپو اٹھانے کے لئے جھکا۔

"رہنے دو باربر" سلیٹر نے جلدی سے کہا۔ اس کے لہجہ میں کرختگی تھی کہ نہ صرف باربر چونکا بلکہ سیاوا نے بھی اسے محسوس کر لیا "ہم وہاں جائیں گے"۔

"تمہارا مطلب ہے اس جزیرے پر؟" باربر اپنی حیرت نہ چھپا سکا "اتریں گے اس پر؟"۔

لیکن سلیٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک لمحے تک وہ سلیٹر کی طرف دیکھتا رہا اور پھر سامنے کی طرف رخ کر کے بیٹھ گیا۔ باربر مایوس اور پریشان تھا۔ سلیٹر میں سیاوا کو وہ جذبہ نظر آ گیا جس سے وہ ڈرتی تھی۔ یعنی غصہ۔ اتنا وہ اس جزیرے سے خائف نہ تھی جس پر اترنے کا سلیٹر نے فیصلہ کر لیا تھا جتنا اس کے غصے سے خوفزدہ تھی۔

اور سچ تو یہ ہے کہ سلیٹر اگر یہ سمجھانا بھی چاہتا کہ اس نے اس جزیرے پر اترنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا تو وہ سمجھا نہ سکتا۔ لیکن باربر پر اسے جو شک جو گیا تھا وہ' خود اس کی بے خبری میں ہی' اب پختہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے لئے خشکی پر اترنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟ یہ تو وہ خود بھی نہ جانتا تھا اور نہ ہی وہ یہ جانتا تھا کہ جزیرے پر اتر کر اسے کیا کرنا ہے البتہ یہ وہ ضرور جانتا تھا کہ اسے بہرحال اس جزیرے پر اترنا ہے۔

سلیٹر کی خشک' پھٹی ہوئی کھال کی دراڑوں میں سے خون بہہ رہا تھا' اس کی نظر کچھ دھندلا گئی تھی اور اس کا پورا جسم پھوڑا بنا ہوا تھا۔ وہ آگے کی طرف جھکا آگ کے نارنجی رنگ کے پھولوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہوا مناسب تھی اور چاند بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اور جزیرے پر جلتے ہوئے الاؤ۔ جو آتشی پھولوں کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ اب بڑے ہو گئے اور ساتھ ہی سیاوا اور باربر کی مایوسی انتہا کو پہنچ گئی۔

باربر خاموش بیٹھا تھا اوار اس کے شانے کا زخم دھڑک رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ یہ پاگل پن تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ مارے جائیں گے۔ باربر کا دل ڈوب گیا۔ یہ سراسر خودکشی تھی۔ اگر جزیرے کے باشندوں کے ہاتھوں نہیں تو سمندر کی موجوں کے ذریعہ ان کی موت یقینی تھی۔ کوئی بھی موج ان کے ڈنگے کو اٹھا کر جزیرے کے سرے پر کھڑی ہوئی جناتی چٹانوں سے ٹکرا سکتی تھی اور پھر۔ وہ ڈوب جائیں گے۔

اور پھر چاند بادلوں میں سے نکل آیا اور تارے بھی چمکنے لگے اور انہوں نے دیکھا کہ جزیرہ فلک بوس اور عمودی چٹانوں کا مجموعہ تھا۔ خاموش اور مہیب۔ اور جہاں الاؤ کی روشنی تھی وہاں فضا میں نارنجی رنگ کا ہالہ سا بن گیا تھا اور۔ اس کے عین اوپر دمدار ستارہ تھا۔

باربر اور سیاوا کو ایسا معلوم ہوا جیسے سلیٹر اس طرف کے بحری راستے سے پوری طرح واقف تھا۔ وہ مونگے کی چٹانوں سے ڈونگے کو بچا رہا تھا اور پھر اچانک' معجز نما طور سے' ڈونگا ایک بحری درے میں تھا۔ باربر کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اسے یوں معلوم ہوا جیسے سکان خود شیطان۔۔۔ سنبھالے ہوئے تھا یا سلیٹر مجسم شیطان تھا۔ اور سیاوا کو یقین ہو گیا کہ یہ سفید فام دیوتا ہی تھے۔ کوئی انسان ڈونگے کو اس طرح بچا کر نہ لا سکتا تھا۔ ہوا کم ہو گئی تو سیاوا نے بادبان اتار کر لپیٹا اور مستول سمیت اسے احتیاط سے پلیٹ فارم پر رکھ دیا اور اب وہ چپو چلا رہے تھے۔

اور اب پہلی دفعہ سلیٹر نے سیاوا کی طرف دیکھا' آگے جھک کر اسکے شانے پر ہاتھ رکھا اور سیاوا نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا اور اسکے بشرے پر سوال پڑھ کر بائیں طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنے اشاروں سے راستہ بتاتی ہوئی ڈونگے کو ساحل سے دور لے آئی' وہ ایک موڑ مڑے اور الاؤ کی روشنی چٹانوں کے پیچھے چھپ گئی اور اب وہ بلند' کالی اور مہیب چٹانوں کے سائے میں تھے۔ اور ڈونگے کے ماتھے نے اتھلے پانی میں کی پتھریلی تہہ کو چھو لیا۔

اپنے شانے کی تکلیف سے سسکیاں لیتے ہوئے باربر نے لنگر کا پتھر اٹھایا' اسے کنارے پر ڈال دیا اور گھوم کر سیاوا اور سلیٹر کو پانی میں سے نکل کر کنارے پر آتے دیکھنے لگا۔ سیاوا کے نزدیک یہ سراسر حماقت تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آویلا کی دسترس سے بچنے کے لئے انہیں طویل' بے حد طویل فاصلہ طے کرنا ہے۔ چنانچہ یہاں رکنا حماقت تھی۔ باربر نے صرف یہ سوچا کہ اس کے شانے سے گولی نکالنے کے لئے سلیٹر اس جزیرے پر اترا ہے۔۔۔۔ چٹانی ساحل پر چلتے ہوئے سلیٹر نے ٹھوکر کھائی اور گرتے گرتے بچا۔ اس نے باربر کو نہ دیکھا جو کالی اور اندھیری چٹان کے پس منظر میں کھڑا ہوا تھا۔ باربر نے اسے آواز دی تو سلیٹر اس کے قریب پہنچا۔

"باربر" ہم ذرا آگے جائیں گے" سلیٹر نے کہا"۔

باربر اپنا زخمی ہاتھ دوسرے ہاتھ سے سنبھالے ہوئے تھا اور اسکی آنکھوں اور بشرے سے انتہائی تکلیف کے آثار ہویدا تھے۔

سیاوا کی نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد سلیٹر رک گیا۔ باربر بھی رک گیا اور منتظر رہا کہ سلیٹر کچھ کہے گا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔

"ہاں تو مسٹر سلیٹر! اب کہو کیا چاہتے ہو؟" باربر نے پوچھا"۔

سلیٹر کو باربر جھومتا ہوا دکھائی دیا۔

"تم نہیں جاؤ گے باربر" سلیٹر نے کہا۔

"ہاں۔ نہیں جاؤں گا صاب" باربر نے کہا اور ذرا سا گھوم گیا۔ اسکے شانے میں ٹیس اٹھی تو اس نے بے تاب ہو کر اپنا بازو ذرا سا اوپر اٹھایا۔

"باربر! جری کو تم نے مار ڈالا۔ ہے نا؟"۔

سلیٹر نے آخر کار وہ بات کہہ ہی دی جس کو سوچنے کی بھی وہ ہمت نہ کر سکا تھا۔

"نہیں صاب۔ میں نے کپتان بیری کو مارا ہے کیونکہ وہ پاگل ہو گیا تھا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ لیکن جری کو نہیں"۔

"میں نے کہا تھا کہ میں تم پر شک کر سکتا ہوں باربر"۔

"ہاں۔ اور میں نے کہا تھا کہ اگر تمہیں مجھ پر شک ہے تو صاف صاف کہہ دو اور میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا"۔

سلیٹر نے ایک عجیب طرح کی بے تعلقی سی محسوس کی جیسے اسکا دماغ اس کی کھوپڑی میں ادھر ادھر ٹٹول رہا ہو اور کہیں اس نے ڈوئل کو چھو لیا' ڈوئل نے کچھ کہا تھا اسے محسوس کر لیا۔ سلیٹر نے باربر پر سے نگاہیں ہٹالیں اور یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"بہتر ہو گا کہ تم مجھے یہیں چھوڑ جاؤ" باربر کہہ رہا تھا لیکن سلیٹر سن نہ رہا تھا کیونکہ وہ یاد کر رہا تھا جو ڈوئل نے اس سے کہا تھا۔ وہ اسے یاد آ رہا تھا۔

"باربر! تم جانتے ہو کہ ڈوئل کو بچاؤ کشتی مل گئی ہے؟"۔

باربر نے سوچا کہ سلیٹر کا دماغ چل گیا ہے شاید۔

"بچاؤ کشتی مل گئی ہے اسے؟ ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

"ہاں۔ اور ایک بات اور بھی۔ اسکے پاس کتنی بندوقیں ہونی چاہئیں۔

"خود اس کی ایک" باربر نے آہستہ سے کہا" جسے لیکر وہ کیمپ سے نکلا تھا اور دوسری جو اس نے پائن کو مار کر حاصل کی تھیں۔ کل تین بندوقیں اور دو پستول"۔

"اس کے پاس چار بندوقیں تھیں"۔

"تو پھر" باربر نے ایکدم سے کہا" یہ چوتھی کپتان بیری کی ہو گی۔ بیشک۔ انہی کی ہے کیونکہ جب کپتان ساحل پر آئے ہیں تو ان کے پاس بندوق نہ تھی۔ صرف پستول تھے۔ اور یہ بھی میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں۔ یہ کشتی اسے کیسے مل گئی؟"۔

"یہ تو میں نہیں جانتا"۔

باربر خاموش ہو گیا۔ وہ حیران تھا کہ یہ سب کیا الجھیڑا ہے اور اس کا کیا مطلب سمجھا جائے"۔

تم نے مجھے بتایا نہیں کہ وہاں۔ ٹیلے پر کیا واقعہ ہوا" اس نے کہا" میں نے دھماکا سنا

تھا۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری ڈوئل سے مڈبھیڑ ہوگئی اور تم نے اسے گولی ماردی"۔

"نہیں۔ میری مڈبھیڑ تو بے شک اس سے ہوئی لیکن میں نے اسے گولی نہیں ماری"۔

"اور اس نے تمہیں بتایا کہ اس کے پاس بچاؤ کشتی ہے"۔

"ہاں"۔

"تمہارے خیال میں یہ وہ سچ کہہ رہا تھا؟"۔

"ہاں"۔

"تمہیں یقین ہے کہ تم نے اس کا خاتمہ نہیں کردیا"۔

"وہ گولی میں نے نہیں چلائی تھی بلکہ اس نے مجھ پر چلائی تھی۔ گولی میری بغل کے نیچے سے نکل گئی"۔

"اور اس کے لئے تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے" باربر نے تلخی سے کہا "کاش کہ بیری کے پستول کی گولی بھی میری بغل کے نیچے سے نکل گئی ہوتی یا پھر ذرا نیچے لگی ہوتی اور میرا خاتمہ کردیا ہوتا جس طرح کہ دوسری گولی نے جری کو ڈھیر کردیا"۔

اور سلیٹر ایکدم سے اس پر ٹوٹ پڑا اور دونوں ہاتھوں سے اسے شانوں سے دبوچ لیا۔

باربر کی حیرت ذرا دور ہوئی تو اس نے سلیٹر کے لات رسید کردی لیکن اس نے باربر کو چھوڑا نہیں۔ باربر کے شانے سے درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔

"باربر!" سلیٹر چیخ رہا تھا" سچ کہو۔ لڑکے کی جان تم نے لی ہے؟"۔

"نہیں۔ میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ نہیں"۔

"اگر تم نے اس کی جان لی ہے تو خدا کی قسم میں تمہیں.........

"مجھے زندہ نہ چھوڑوگے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن میں نے جری کی جان نہیں لی۔ میں نے بیری کو مارڈالا۔ مسٹر سلیٹر! تم تو جانتے ہی ہو کہ بیری کا پستول اور بندوق چلانے میں کسقدر ماہر تھا۔ پکا نشانے باز۔ تم بھولے نہ ہوگے کہ اس نے آویلا کے جزیرے پر پرندے کو کس طرح مار گرایا تھا۔ تم جانتے ہو کہ وہ کس طرح شوٹ کرسکتا تھا۔ میں نے اسے دو پستولوں سے دو وحشیوں کو گراتے دیکھا تھا اور ان میں سے ایک تو چودہ پندرہ قدم دور تھا"۔

"تم بھی تو شوٹ کرسکتے ہو باربر"۔

"ہاں۔ کرسکتا ہوں۔ لیکن میرے پستول تم تھے۔ میں بتاچکا ہوں کہ میں نے بیری کو کس طرح ختم کیا۔ اپنے ہاتھوں سے"۔

سلیٹر کی گرفت اس کے شانوں پر مضبوط تھی اور اس گرفت سے اس کا زخمی شانہ نہ صرف بری طرح سے درد کررہا تھا بلکہ ایکبار پھر اس سے خون بہنے لگا تھا جس کی نمی وہ اپنے پہلو پر محسوس کررہا تھا اور اس حالت میں بھی اس نے دیکھا کہ سلیٹر بے حد غمزدہ تھا۔ لیکن باربر کا غم اس سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس نے جری کو گولی کھاکر گرتے اور مرتے دیکھا تھا وہ وہاں موجود تھا لیکن جری کو بچانہ سکا تھا اور اس نے خود اپنے کپتان کی جان لی تھی۔ بے شک اس کا غم زیادہ تھا۔

سلیٹر نے اس کے شانے چھوڑدئے۔ اس کے ہاتھ بے جان سے لٹک گئے اور ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس کا غصہ ایکدم سے رفع ہوگیا تھا اور اب وہ بے حد کمزوری محسوس کررہا تھا۔ اس کا پورا جسم نڈھال۔۔ ہورہا تھا۔

وہ کنارے پر پہنچے تو سیاوا بھاگتی ہوئی آئی۔ اس کے ہاتھوں میں پتوں کے بنڈل تھے جو اس نے ڈونگے میں ڈال دئے اور چٹان کی چوٹی کی طرف اشارے کرکے آدمیوں کے متعلق سلیٹر سے کچھ کہنے لگی۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ وہ ذرا دور سے بھاگتی ہوئی آئی تھی کیونکہ وہ ہانپ رہی تھی۔ اسکی چھاتیاں اٹھ اور گر رہی تھیں اور الفاظ اس کے منہ سے لڑھک کر نکل رہے تھے۔

"ہمیں دیکھ لیا گیا ہے" سلیٹر نے جلدی سے کہا "چلو"۔

اور وہ پلٹ کر لنگر کے رسے کی طرف چل دیا۔

باربر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا اور ان دونوں کی طرف دیکھتا رہا اور جب سلیٹر لنگر اٹھا کر آگیا تو سیاوا ڈونگے کو مونگے کی چٹانوں پر دھکیلنے میں مصروف ہوگئی۔

باربر کی نظر گہری نہ تھی اور نہ ہی اسے کسی بات پر غور و خوض کرنے کی عادت تھی چنانچہ اس وقت بھی اس نے ایک فوری فیصلہ کرلیا۔ وہ ان لوگوں کو جاتے دیکھتا رہے گا اور جب ڈونگا تیرنے لگے گا تو باربر دو بندوقیں۔ پستول اس کے پاس تھے ہی۔ بارود کا سینگ اور تھوڑی سے گولیاں لے لیگا اور جب سلیٹر ڈونگے میں سوار ہوجائے گا تو وہ ڈونگے کو دھکیل کر واپس آجائے گا۔ وہ نہ تو آزردہ خاطر تھا اور نہ ہی روٹھا تھا لیکن سلیٹر نے اس پر شک کیا تھا چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا جیسا اس نے کہا تھا۔ یعنی انہیں چھوڑ دے گا۔

"خدا کے لئے باربر، جلدی کرو" سلیٹر غرایا "ہمیں دیکھ لیا گیا ہے"۔

باربر پانی میں اترا اور ڈونگے کے پچھلے حصے پر ہاتھ ٹکا کر اسے دھکیلنے لگا۔

جس اتھلے پانی کے حصے پر وہ ڈونگا دھکیل رہے تھے اس میں یہاں وہاں گہرے پانی کی خلیجیں اور کھڈ تھے۔ چنانچہ وہ گہرے پانی سے ڈونگے کو بچاتے ہوئے آگے لے جارہے

تھے۔ سیاوا جانتی تھی کہ کئی جگہ تو پانی ایک یا دو قدم گہرا ہے۔ اس جگہ سے' جہاں وہ ڈونگے میں سوار ہوسکتے تھے' چند گز دور تھے کہ سیلٹر گرا۔

کئی دفعہ اس نے اور باربر نے بھی مونگے کے ڈھیر اور چٹانیں اپنے پیروں تلے محسوس کی تھیں اور ایک دفعہ تو باربر کے پیر ٹخنوں تک دھنس گئے تھے اور نکیلی مونگوں نے اس کے سمندری جوتوں کو کاٹ دیا تھا۔ سیلٹر ڈونگے کے بائیں پہلو کی طرف تھا اور اس نے محسوس کرلیا تھا کہ وہ نرم تہہ پر ہے۔ اس کے عین دائیں طرف گہرا پانی تھا چنانچہ وہ کھڑا رہ گیا کہ ڈونگا اس کے قریب سے نکل کر آگے بڑھ جائے تو پھر وہ خود آگے بڑھے لیکن یہ وہ نہ جانتا تھا کہ وہ مونگے کے نرم ڈھیر کے عین کنارے پر کھڑا ہوا ہے۔

اور یکایک اس کا دایاں پیر پھسلا اور مونگے کا چاقو جیسا کنارا اس کی ٹانگ سے گھسٹتا چلا گیا۔ ایک چیخ کے ساتھ سیلٹر نے ڈونگے کی دیوار پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ وہ گرا' چاندنی میں نہایا ہوا پانی اس کی آنکھوں کے سامنے اچھلا' کھلا اور پھر اسکے سر پر ہوگیا اور اس کی ناک اور منہ میں گھس گیا۔ اس نے ٹانگیں چلائیں اور گہرے پانی کے کھڈ کی ریتلی تہہ اپنے پیروں تلے محسوس کی اور پھر ایک خوفناک درد اس کے پیر اور رانوں کو کاٹتا چلا گیا اور پھر کوئی ٹھوس چیز کی طرح بل کھاتا ہوا گھناؤنا جسم ایکدم سے اس کے قریب آیا' اس سے ٹکرایا' اسے لڑھکا دیا اور پھر اسے نیچے لے جاکر تہہ سے بھیج دیا۔

اس نے محسوس کیا کہ باربر اسے اوپر اٹھا رہا تھا' وہ اسے پانی میں سے نکال کر ہوا میں لے آیا اور ڈونگے میں بٹھانے لگا۔ سیاوا ڈونگے کو سنبھالے ہوئے تھی۔ وہ کھانس رہا تھا' کھنکھار رہا تھا اور قے پر قے کرکے سمندر کا پانی نکال رہا تھا اور اس کے حلق اور منہ میں کڑواہٹ تھی۔ اس نے دھندلی آنکھوں سے دیکھا کہ باربر کمر کمر پانی میں ڈونگے کے پہلو سے ٹیک لگائے کھڑا ہے اور چیخ چیخ کر بام مچھلی کے متعلق کچھ کہہ رہا ہے۔ مچھلی تگڑے آدمی کی ران جتنی موٹی اور چھ سات فٹ لمبی تھی۔ وہ ایک دم سے بل کھاتی ہوئی اتھلے پانی میں آئی اور بجلی کی سی تیزی سے گہرے پانی کے دوسرے کھڈ میں اتر کر غائب ہوگئی۔

باربر نے سیلٹر کی ٹانگ کی طرف دیکھا۔ پتلون کا پائنچہ جھیر جھیر تھا اور اس کے نیچے گوشت کی دھجیاں' ہڈی سے تقریباً الگ ہوکر لٹک رہی تھی۔

"سوار ہو جاؤ لڑکی" اس نے کہا۔

سیاوا نے اس کا مطلب سمجھ لیا۔ باربر ڈونگا پکڑے رہا اور وہ اس میں سوار ہوگئی۔ ایک لمحہ تک باربر چہ کمم کے عالم میں کھڑا رہا۔ اس نے سیلٹر کی طرف دیکھا جو ڈونگے کے پہلو سے ٹیک لگائے نیم بیہوشی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور پھر اپنے شانے کے درد کو

ایک گالی دے کر باربر ڈونگے پر چڑھا اور سیلٹر کی جگہ بیٹھ کر سکان سنبھال لیا۔

تیسواں باب

آدھی رات گزر چکی تھی جب باربر نے سیاوا سے بادبان اتار لینے کو کہا اور خود بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ چاند غروب ہو رہا تھا لیکن آسمان بادلوں سے قریب قریب پاک تھا۔ مشرقی سمت سے چلتی ہوئی ہوا کے سہارے ڈونگا سبک رفتاری سے بہہ رہا تھا۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ باربر نے سیلٹر کو ڈونگے کے پچھلے حصے کی طرف منہ کرکے بٹھا دیا تھا۔ سیلٹر بیہوش تو نہ تھا البتہ سناٹے میں تھا اور اس کے پیر سے خون بھی زیادہ بہہ گیا تھا۔ باربر نے اس کے پیر کا معائنہ کیا۔ بام مچھلی نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اس کی ٹانگ میں کاٹا تھا اور اس کے لمبے نکیلے دانتوں نے پیر کے گوشت میں سوراخ کردیئے تھے اور گوشت کو چیر بھی دیا تھا البتہ ادھیڑا نہ تھا جیسا کہ شارک مچھلی کرتی۔ سیلٹر کے یوں زخمی ہوجانے پر سیاوا کو بے حد صدمہ ہوا۔ اس کا غم اور مایوسی حقیقی اور مکمل تھی۔ کئی دفعہ اس نے وہ نام دہرایا جو اس کی زبان میں اس مچھلی کا تھا "ڈابیا"۔ اس نے کہا تھا اسے۔

سیاوا جو پتے لائی تھی وہ باربر کے زخم کے لئے تھے۔ یہ بات اس نے پہلے پتوں اور پھر باربر کے زخموں کی طرف اشارہ کرکے اس پر ظاہر کردی اسی طرح سے اس نے یہ بھی ظاہر کردیا کہ وہ چند پتے سیلٹر کے زخموں کے لئے بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

پتوں کو الگ الگ کرنے کی وجہ سے ڈونگا ڈگمگایا تو سیلٹر کو ہوش آگیا۔

"ڈونگا رک کیوں گیا؟ اس نے پوچھا۔

"تاکہ تمہاری ٹانگ کے زخموں کی خبر گیری کی جائے" باربر نے جواب دیا۔ ان سے اب تک خون بہہ رہا ہے اور زیادہ خون بہہ گیا تو تم حد درجہ نقاہت محسوس کرنے لگو گے۔

باربر نے احتیاط سے سیلٹر کی پتلون کا پائنچہ کاٹ کر پھاڑ دیا اور سیاوا نے پتے ٹہنیوں سے توڑ کر انہیں اپنی ہتھیلیوں کے درمیان ملا اور ان کے موٹے موٹے ڈاٹ سے بنادیئے۔ باربر نے الجنے سے زخموں پر پانی ڈالا اور پھر ان پر پتے رکھ دیئے۔

بادبان کے کونے سے دھجی کاٹ کر اس سے پٹی کا کام لیا۔

جب سیاوا نے اس کے شانے کے زخم کا علاج بھی اسی طرح کرنا چاہا تو اس نے انکار کردیا۔ کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زخم تو مندمل ہوجائے لیکن گولی اندر ہی رہ جائے۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک گولی نکالی نہیں جاتی تب تک اس کے صحت مند ہونے کی امید بہت کم تھی۔ اب اس نے درد میں ایک تبدیلی بھی محسوس کی۔ اب درد بس دھڑکن ہی دھڑکن تھی۔ چنانچہ باربر کو اب معلوم ہوا کہ اس کے تندرست ہونے کی ایک ہی

صورت تھی اور یہ کہ گولی جلد از جلد نکال لی جائے۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا ساوا یہ کام کر سکتی ہے؟ کیا موچنا لا کر سیاوا کو بتائے کہ یہ اوزار کس طرح چیزوں کو پکڑ سکتا ہے؟ اسے بندوق کی گولی دکھا کر سمجھائے کہ اسے زخم میں کس طرح ٹٹولا جاتا ہے؟ ہاں۔ یہ ممکن ہے لیکن وہ سلیٹر سے آگے تھی۔ بہت آگے۔ کیا وہ پیچھے آسکتی تھی؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ سلیٹر کو اٹھا کر آگے پہنچا دیا جائے اور سیاوا اس کی جگہ پر آجائے؟ نہیں۔ یہ خطرناک بات تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ سمندر میں مدوجزر تھا۔ چنانچہ اسے سلیٹر کے ہوش میں آنے تک انتظار کرنا تھا۔

ایک دو دفعہ سلیٹر نے آنکھیں کھولیں' اپنے ماتھے پر بادبان کو پھڑپھڑاتے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اور اس نے باربر کی آواز سنی۔ وہ تارے کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔
باربر اپنے اپ سے باتیں کر رہا تھا' تارے کو تلاس کر رہا تھا اور اپنے آپ کو کوس رہا تھا۔

باربر! سلیٹر نے ایکدم سے ہوش میں آکر دونوں ہاتھوں سے ڈونگے کی دونوں طرف کی دیواریں پکڑ لیں اور کوشش کر کے اٹھ بیٹھا۔ باربر کہہ دو بھائی کہ جرمی کی جان تم نے نہیں لی"۔

سلیٹر کی آنکھوں میں التجا تھا اور امید کہ باربر انکار کر دے۔
"نہیں سلیٹر۔ میں نے کپتان کی جان لی ہے"۔
"اور تم کہتے ہو کہ وہ پاگل ہو گیا تھا؟"۔
"ہاں۔ چنانچہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا؟"۔
"اس نے جرمی کو گولی مار دی تھی؟"۔
"ہاں۔ جب جرمی میری مدد کے لئے آرہا تھا۔ خدا کے لئے سلیٹر۔ تم یقین کیوں نہیں کر رہے مجھ پر؟"۔
"مجھے یقین ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ میرا شک اب دور ہو گیا ہے"۔
اس کا پیر درد کر رہا تھا اور اس کی کھال پر کے آبلے پھٹ گئے تھے ڈونگے کے پیندے سے رگڑ کھا کر اور وہ وہاں بھی تکلیف محسوس کر رہا تھا لیکن اس کے دماغ پر چھائی ہوئی دھند اب دور ہو چکی تھی اور وہ صاف تھا۔
"تمہاری ٹانگ۔ زخمی ہے۔ بام مچھلی نے کاٹ لیا ہے تمہیں"۔
"ہاں اب یاد آیا اور یہ بھی یاد آیا کہ تم آپ ہی اپ کچھ کہہ رہے تھے"۔
باربر مسکرایا۔

"میں وہ ستارہ تلاش کر رہا تھا جس سے تم سمت معلوم کرتے تھے"۔
"ستارے سے زیادہ میں نے ہواؤں سے سمت کا اندازہ لگایا ہے"۔
"یہ سالا ڈونگا ہے کہ بلا ہے۔ اسے گھمانا بھی ایک مصیبت ہے"۔
"عادی ہو جاؤ گے اس کے تم پھر مصیبت مصیبت نہ رہے گی"۔
"جنوب کی سمت ایک ستارہ ہے" باربر نے اپنے سر سے اشارہ کیا" سیاوا اس کا نام جانتی ہے"۔
سلیٹر نے سیاوا کی طرف دیکھا۔ "کولا کالو" اس نے ستارے کی طرف اشارہ کر کے یہ نام کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ستارے کو وحشیوں کی بولی میں یہی کہتے ہیں۔
"تو" سیاوا نے اس کا مطلب سمجھ کر کہا "ناگا"۔
"ہاں۔ یہی نام بتایا تھا اس نے۔ ناگا" باربر بولا۔
"جہاں تک میں جانتا ہوں" سلیٹر نے کہا "ناگا کسی قسم کا پرندہ ہے"۔
"ہو سکتا ہے" باربر نے کہا "کیونکہ یہ تارہ بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پرندہ بازو پھیلائے بیٹھا ہو"۔
"نیک شگون۔ ہے نا؟"۔
"ہاں۔ بہت"۔
"ہاں۔ بہت"۔
پو پھٹی تو سلیٹر نے دیکھا کہ باربر کی حالت زیادہ خراب تھی۔ وہ سو گیا تھا اور جب سلیٹر نے بیدار ہو کر اس کا جھکا ہوا سر' الجھے ہوئے بال اور ڈاڑھی اور آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے دیکھے تو اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسا کہ وہ باربر کی طرف سے بے پروا تھا اور اس کے شانے میں سے گولی نہ نکالی تھی۔ یہ کام اسے اب کرنا تھا اور وہ بھی ڈونگے میں۔ خود اس کی ٹانگ بھی زخمی تھی تاہم کوشش کر کے اس نے پلیٹ فارم پر رکھے ہوئے سامان میں سے ڈاکٹری سامان کا صندوق گھسیٹ لیا اور اس میں سے زخم سلائی' چمٹی اور برانڈی کی بوتل نکال لی۔ یہ چیزیں لے کر جب وہ پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تو پیر کا درد اور بھی ناقابل برداشت تھی۔ سیاوا اسے دیکھ رہی اور اس کی تکلیف دیکھ کر کڑھ رہی تھی۔ پھر وہ اس کی مدد کرنے لگی۔ اس نے سلیٹر کے دونوں شانے پکڑ لئے کہ اسے سہارا دے تاکہ اس کے جسم کا دباؤ اس کے زخمی پیر پر نہ پڑے"۔
"سام! سلیٹر نے باربر کا وہ بازو جو زخمی نہ تھا' آہستہ سے ہلایا۔ باربر نے آنکھیں کھول

"آ۔ ہاں" وہ بڑبڑا۔

پھر وہ ایکدم سے سیدھا ہو بیٹھا' میکانکی طور پر [illegible] سنبھال لیا اور سلیٹر کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ وہ سو گیا تھا اور سلیٹر نے اس کی اس کوتاہی کو معاف کر دیا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے سام" سلیٹر نے کہا "چپو رکھ دو اور بیٹھے رہو۔ لیکن۔ لیکن۔ میں تمہارے شانے سے گولی نکالنے جا رہا ہوں"۔

"ہا۔ آ۔ بہت تکلیف ہے" وہ بولا اور پھر آنکھیں بند کر کے اضافہ کیا۔ لڑکی کے پاس پتے تو ہیں ہی"۔

"لو۔ ایک دو گھونٹ پی لو" سلیٹر نے برانڈی کی بوتل اسکی طرف بڑھادی۔ باربر نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ہے یہ؟"۔

"اس سے تمہیں کیا۔ زہر نہیں ہے۔ [illegible] ایک [illegible] گھونٹ لیتے ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ کیا ہے۔ اور پھر تم اپنے اپ کو خوش قسمت کہو گے"۔

سلیٹر مسکرایا۔ جواب میں باربر بھی مسکرایا۔

باربر نے بوتل لے لی۔

"ہاں"۔

"تو پھر میں نہ پیوں گا"۔

"میں جو کہتا ہوں۔ یہ حکم ہے سام"۔

"نہیں صاب۔ اتنی سی تو ہے یہ۔ اور پھر آگے چل کر ہمیں اس کی سخت ضرورت پڑ جائے گی تو؟"۔

اور پھر خود تمہارا پیر بھی تو....."۔

"باربر! پی لو۔ یہ میرا حکم ہے"۔

"لیکن صاب......"۔

"جانتے ہو تم کہ زخم میں سلائی ڈال کر گولی تلاش کرنے میں کتنی تکلیف"۔

"جانتا ہوں۔ بے انتہا"۔

"تو پھر پی لو اور مجھے اپنا کام کرنے دو ورنہ سیاوا تمہیں بووا اور بزدل سمجھے گی"۔

باربر نے کراہ کر بوتل منہ سے لگائی اور چند گھونٹ پی لئے۔

"زیادہ۔ اور زیادہ۔" سلیٹر نے کہا "چند گھونٹوں سے کچھ نہ ہو گا"۔

اور پھر سلیٹر نے سلائی اٹھائی۔ باربر نے دیکھا اور اس کی کنپٹیوں اور ماتھے پر پسینے کے

قطرے نمودار ہونے لگے۔

"باربر! اپنا سر جھکا کر دوسرے شانے پر لٹکا دو"۔

خشکی پر بھی یہ کام مشکل تھا اور ڈونگے میں تو بہت ہی مشکل تھا اور گولی اتنی زیادہ گہرائی میں تھی ان دونوں کو اس کی توقع بھی نہ تھی۔ سلیٹر سلائی زخم میں نصف سے زیادہ داخل کر چکا تھا اور اس سے گولی تلاش کر رہا تھا۔ انتہائی تکلیف برداشت کرنے کی غرض سے باربر نے ڈونگے کی دیوار کا کنارہ پکڑ رکھا تھا' نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا اور پسینہ اس کے ماتھے سے بہہ کر آنکھوں میں اور کنپٹیوں سے گزر کر اس کی ڈاڑھی میں داخل ہو رہا تھا۔

"باربر! تمہاری تکلیف کا مجھے احساس ہے لیکن۔ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں"۔

"ٹھیک ہے صاب" باربر کی آواز بھنچی ہوئی تھی "گولی ملی یا نہیں؟"۔

"نہیں" سلیٹر نے کہا اور سلائی اور زیادہ زخم میں اتار دی"۔

زخم اب پکنے لگا تھا۔ اس میں مواد پیدا ہو چلا تھا۔ چنانچہ اس سے پیپ بہہ رہی تھی۔ سلیٹر نے گولی تلاش کر لی۔ اور چمٹی اٹھا کر اسے زخم میں اتار دی کہ اس سے پکڑ کر گولی کو باہر گھسیٹ لے۔ لیکن تین دفعہ گولی چمٹی کی گرفت میں سے نکل گئی اور چوتھی دفعہ وہ اسے باہر نکال لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے گولی باربر کو دکھائی اور پھر اس کے پیروں کے درمیان ڈونگے کے پیندے پر پھینک دی۔ اس نے پھر چمٹی زخم میں داخل کر کے قمیص کے کپڑے کا ٹکڑا اور گندگی نکال لی۔ اب اس کا زخم صاف تھا۔

اس نے باربر کو ایکبار پھر برانڈی پلائی اور سیاوا پتے مل کر ڈاٹ اور مرہم تیار کرنے لگی۔

اس نے بتایا کہ یہ "یہ مے ۔ے" جھاڑی کے پتے تھے اور پھر سر ہلا ہلا کر انہیں یقین دلایا کہ یہ پتے ان کے زخم مندمل کر دیں گے۔

"اب کچھ آرام محسوس کر رہے ہو سام؟"۔

"ہاں۔ لیکن۔ اب اگر کوئی مجھے برانڈی کا پورا کین دے دے تب بھی میں دوبارہ اس عمل جراحی کے لئے تیار نہ ہوں گا۔

"لیکن۔ شکر کرو کہ یہ مشکل بہرحال آسان ہو گئی"۔

"ہاں صاب۔ شکریہ صاب۔ بہت بہت شکریہ"۔

"میرا شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ تمہیں تو مجھے گالیاں دینی چاہیئے کہ یہ

کام مجھے بہت پہلے کرلینا چاہئے تھا۔ آخر یہ میرا فرض تھا۔

اس دن۔ اور آویلا کے جزیرے سے رخصت ہونے کا ان کا چوتھا دن تھا۔ ہوا تیز نہ تھی۔ چنانچہ وہ ڈونگے کو دوپہر تک بڑی مناسب رفتار سے بہاتی رہی اس کے بعد ہوا ایکدم سے گر گئی اور دوسری سمت سے بہنے لگی۔ ایکبار پھر۔ اگر سیاوا ان کے ساتھ نہ ہوتی۔ وہ لوگ ڈونگا گنوا بیٹھتے۔ یہ سیاوا ہی جانتی تھی کہ ایسے موقع پر کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی ڈونگے کو موڑ کر ہوا کے رخ کردیا۔ اور اب ڈونگے کا ماتھا اس کی دم تھا اور دم ماتھا۔

رات کا اندھیرا اترنے تک ہوا اسی طرح نئی سمت سے بہتی رہی۔ اب چپو چلانے کی سکت ان میں نہ تھی۔ سیاوا مردوں سے زیادہ قوت کا ثبوت دے رہی تھی لیکن یہ توقع رکھنے کا تو سوال ہی نہ تھا کہ وہ اکیلی ہی چپو چلاتی رہے گی۔ انہوں نے تھوڑا سا گوشت اور بسکٹ کھا کر پانی پی لیا۔ اور پھر جیسے بھی ممکن ہوا ڈونگے کی دیواروں سے ٹیک لگا کر اور حتیٰ الامکان پھیل کر اپنے دکھتے اعضا اور جسم کو آرام پہنچانے کی غرض سے انہوں نے آنکھیں بند کرلیں کہ جتنی بھی نیند مل جائے غنیمت ہے۔

لیکن جب پانچویں دن کی صبح طلوع ہوئی تو سیلٹر کو نظر آیا کہ وہ لوگ زندگی کی نہیں بلکہ موت کی منزل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ باربر کی خون آلود قمیص میں' اس کی بکھری ہوئی ڈاڑھی میں' سرخ آنکھوں اور ان کے گرد پڑے ہوئے سیاہ حلقوں میں' خود اپنی آنکھوں کے درد اور جلن میں' اپنی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی جلد میں' زخمی ٹانگ کی تکلیف اور پھوڑے کی طرح درد کرتے ہوئے جسم میں اسے موت۔ یقینی موت نظر آئی۔ مواج سمندر' ہواؤں اور ڈونگے مین بار بار بھرتے ہوئے پانی میں موت تھی۔

چھٹے دن کی رات کو ہوا چلتی رہی چنانچہ اس کی ٹھنڈک میں انہیں قدرے آرام ملا اور ہوا نے سفر میں بڑا سہارا دیا اور ایک حد تک ان کی مشکل آسان کردی۔ اور انہیں یہ بھی امید بندھی کہ وہ کسی خشکی کی طرف جا رہے تھے۔ وہ خشکی کون سی تھی اور یہ وہ اس تک پہنچ بھی سکیں گے یا نہیں یہ سیلٹر نہ جانتا تھا۔ لیکن وہ کسی یقینی جگہ کی طرف جا رہے تھے اس کا انہیں اس طرح یقین تھا کہ سیاوا ڈونگے کے رخ کی طرف خاص طور سے دھیان دے رہی تھی' وہ پوری طرح سے چوکنی تھی' تاروں کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی' سورج کے طلوع و غروب سے اندازہ لگا رہی تھی اور ہواؤں کا رخ اور موجوں کی اچھل کود بھی جیسے اس سے کچھ کہہ رہی تھی اور آیا۔ دو دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آبی پرندہ دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی طرف دیکھنے لگی اور اپنی آنکھوں پر ہتھیلی کا چھجہ رکھ کر

اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگیا۔

دوسری رات آئی تو ہوا بدستور چل رہی تھی۔ وہ کھانے سے فراغت کر چکے تو سیاوا حسب معمول ڈونگے میں سے سمندر میں اتر گئی اور پندرہ بیس منٹ بعد واپس آئی اس عرصہ میں وہ دونوں رفع حاجت سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ اور اب وہ تینوں ڈونگے کی دیوار سے ٹیک لگائے' کچھ بیٹھے کچھ لیٹے سونے کی کوشش کر رہے تھے۔

ساتویں صبح ابر آلود تھی اور پھر بارش شروع ہوگئی۔ ابتدا میں یہ بارش انہیں بڑی بھلی بلکہ رحمت معلوم ہوئی انہوں نے کپڑے اتار لئے اور جسم پر سے مل مل کر وہ نمک دھویا جو سمندر کی نمکین ہواؤں نے جما دیا تھا۔ اور یہ بارش زحمت بن گئی۔ دن بھر بارش انہیں بھگوتی رہی اور انہوں نے آپس میں ایک درجن بلکہ اس سے بھی کم الفاظ کا تبادلہ کیا ہوگا کیونکہ ان کے ہونٹ خشک ہو کر پھٹ گئے تھے اور جب وہ انہیں جنبش دیتے تو ان سے خون بہنے لگتا۔ ان کے زخم درد کر رہے تھے۔ ان پر بندھے ہوئے پتے سڑ گئے تھے اور ان پر بندھی ہوئی پٹیاں [illegible] دینے لگی تھیں۔ یہ حقیقت میں ایک خواب پریشاں تھا اور انہیں جو چیز صاف اور صریح طور پر دکائی دے رہی تھی وہ موت تھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اب وہ موت کی آرزو کر رہے تھے۔ موت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

لیکن سیاوا ان تکلیفوں کو حیرت انگیز طو[illegible] سے برداشت کر رہی تھی۔ اس کی کھال پر سمندری ہواؤں' دھوپ اور بارش کا اثر برائے نام ہو رہا تھا بہت کم' انہی جزیروں میں سے ایک کی باشندہ اور یہاں کی آب و ہوا کی عادی تھی۔ باربر اور سیلٹر کی طرح وہ بھی جان بچانے کے لئے فرار ہو رہی تھی لیکن سیلٹر اور باربر کے مقابلے میں اس کے سفر کا آغاز بہتر طور سے ہوا تھا کیونکہ اسے کوئی زخم نہ آیا تھا' سورج نے اس کی کھال میں دراڑیں پیدا نہ کی تھیں اور نہ ہی اس کے جسم کے وہ حصے سوجے تھے جہاں مچھروں نے کاٹا تھا۔

سیاوا سے سیلٹر کی محبت دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ زندہ رہنے کی تمنا بھی یہاں تک کہ اس نے یہ بھی یقین کرلیا تھا کہ اگر سیاوا زندہ نہ رہی تو وہ خود بھی زندہ نہ رہے گا۔ اور باربر اسکی قوت اعتمادی اور سیلٹر سے اسکا پیار دیکھ رہا تھا اور اس نے سمجھ لیا تھا کہ سیلٹر سے محبت کسی بھی قسم کی طبعی خواہش اور خود غرضی سے بلند۔ بے حد بلند تھی۔ اور پھر آٹھویں دن کی صبح طلوع ہوئی تو امید اور مسرت کا پیغام لائی۔ سامنے خشکی نظر آرہی تھی۔

اور یہ صرف جزیرہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس پر پہاڑ تھے' بلند و بالا درخت تھے' گھاس سے بھری ہوئی ڈھلانیں تھیں' خشکی کے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ

تھے، خود رو پھولوں کی جھاڑیاں تھیں اور نرمل چشمے تھے اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ کہ ٹھنڈے سائے تھے جو انہیں سورج کی تپش سے بچاسکتے تھے۔ اور یہاں انہیں ایک کھاڑی مل گئی۔ سکون کی جگہ تھی یہ جس کے اوپر پرندے چہچہا رہے تھے اور اس کھاڑی میں وہ ڈونگا لے آئے، اسے ساحل سے لگادیا اور لڑکھڑاتی ٹانگوں سے چلتے ہوئے وہ ایک درخت کے سائے میں، جو قریب ہی تھا، پہنچ گئے۔ اس سے زیادہ ان میں طاقت نہ تھی۔

اکتیسواں باب

یہ "کورو" جزیرہ تھا اور اس کے جس حصے پر وہ لوگ اترے تھے وہ خوش قسمتی سے اس کا ویران حصہ تھا۔ اگر قسمت ان کا ساتھ نہ دیتی تو وہ آفت میں پھنس جاتے کیونکہ کورو کی آبادی گنجان تھی۔ اس کے مغرب حصے میں "فی جی" لوگ آباد تھے اور مشرقی حصے میں "ٹنگان" لوگ آباد تھے جو جنگجو اور لیٹرے تھے۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں دشمن تھے اور ان میں آئے دن خونخوار جھڑپیں ہوا کرتی تھیں۔ لیکن ان کا ڈونگا جس ساحل پر پہنچا تھا وہ اس کا جنوبی کنارہ تھا اور اس طرف کا پورا علاقہ غیر آباد تھا۔

وہ لوگ نرم نرم گھاس پر بیٹھ گئے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سیاوا سلیٹر کے قریب بیٹھ گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور وہ مسکرائی۔ جس درخت کے سائے میں وہ تھے اس کے پتے انہیں ہوا دینے لگے اور چند منٹوں بعد ہی سلیٹر گہری نیند سو رہا تھا۔

جب وہ بیدار ہوا تو باربر اور سیاوا وہاں نہ تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس خیال سے اسکا دل دھڑکنے لگا کہ وہ دونوں ... اسے سوتا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس کی نظریں انہیں چاروں طرف تلاش کرنے لگیں۔ وہ دونوں کنارے پر تھے اور ڈونگے کو گھسیٹ کر احل پر لا رہے تھے۔ سلیٹر لنگڑاتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔ قریب ہی ایک شگاف تھا، چٹان بں۔ ان لوگوں نے ڈونگے کو وہاں رکھ کر ٹہنیوں اور پتوں سے ڈھنک دیا۔

ڈونگے پر سے ضرورت کا سامان لاکر انہوں نے وادی میں پڑاؤ ڈال دیا جو باکا نامی رخت کے، جس کے سائے میں انہوں نے آرام کیا تھا، پیچھے تھی۔ اس وادی کے سرے ایک ابھار تھا جس پر درخت اور گھاس اگ رہی تھی، اس کے پیچھے دوسری وادی تھی ر اس میں شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ سیاوا اس چشمے سے پانی بھرلائی اور سلیٹر نے ک ٹہنیوں اور پتوں پر تھوڑی سی بارود رکھ کر چقماق سے آگ جلائی۔ سیاوا چولہے کے

لئے لکڑیاں چن رہی تو باربر ایک برتن میں نمکین ... گوشت رکھ کر اور اس میں بسکٹ توڑ کر "اسٹیو" بنا رہا تھا۔ ابھی دوپہر ہونے میں دیر تھی جب وہ لوگ درخت کے سائے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

سلیٹر نے کہا کہ چونکہ وہ لوگ بے حد تھکے ہوئے اور نڈھال تھے اس لئے اس دن سوائے آرام کے اور کچھ نہ کیا جائے چنانچہ وہ لیٹ گئے اور فوراً ہی سو گئے اور سارا دن اور پھر ساری رات سوتے رہے دوسرے دن صبح سلیٹر اور باربر بیدار ہوئے تو سیاوا پتوں کی تلاش میں جا چکی تھی۔ چنانچہ اس صبح ان دونوں نے اپنے زخموں پر سے پٹیاں کھولیں اور نمکین گرم پانی سے اپنے زخم دھوئے۔ سلیٹر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ باربر کے شانے کا زخم مندمل ہو چلا تھا۔

مرد جب آرام کررہے تھے تو سیاوا ناریلوں سے گودا نکال نکال کر اسے سکھانے کے لئے دھوپ میں رکھ رہی تھی تاکہ اس سے تیل نکال سکے۔ اس نے بتایا کہ یہ تیل ان کی جلد کے لئے بے حد مفید ہوگا۔

دوسرے دن وہ جیسی جسمانی قوت محسوس کررہے تھے اس پر وہ خود بھی حیران رہ گئے۔ چشمے میں جھینگوں کی افراط تھی سیاوا نے انہیں پکڑنے کی ترکیب دونوں مردوں کو بتائی۔ خاصے تگڑے جھینگے تھے یہ اور سیاوا نے انہیں "ٹولو" میں۔ یعنی اس گاڑھے تیل میں پکایا جو اس نے ناریل کا گودا نچوڑ کر نکالا تھا۔

یہاں انہیں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو انسان نے بنائی ہو۔ جنگل میں زمین دلدلی نہ تھی بلکہ یہاں ناریل کے خودرو درخت بہت زیادہ بلند اور گھنے تھے۔ اور ان درختوں پر وہ پرندے جو "گی گی" کہلاتے تھے اور ان جزائر سے مخصوص تھے' چہچہا رہے تھے اور سرخ سرخ چونچوں والے ہرے ہرے طوطے شور مچا رہے تھے اور رنگ برنگی تتلیاں گھاس پر ادھر سے ادھر اڑتی پھر رہی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مختلف قسم کے بے شمار جواہرات ہری ہری گھاس پر لڑھک لڑھک کر چمک رہے ہوں اور رات کے وقت دو ہزار فٹ بلند چٹانوں کی چوٹیوں پر سے خنک اور فرحت بخش ہوائیں نیچے وادی میں اتر آئی تھیں۔

سیاوا سلیٹر کے خیالات میں زیادہ سے زیادہ بستی جارہی تھی اور کبھی کوئی گھڑی ایسی نہ ہوتی جب وہ اس کے متعلق سوچ نہ رہا ہوتا۔ عموماً وہ پو پھٹتے ہی بیدار ہو کر یا تو پانی لانے چشمے پر چلی جاتی یا ان کے زخموں کے لئے پتے لانے یا پھر پانی بھرے ناریلوں کی تلاش میں پڑاؤ سے نکل جاتی۔ اور حالانکہ سلیٹر جانتا تھا کہ وہ جلد ہی واپس آجائے گی۔ تاہم جب وہ بیدار ہو کر اسے اپنے قریب نہ پاتا تو غصہ ہو جاتا اور جب وہ واپس آجاتی تو اس پر بگڑتا کہ

جب اس کی آنکھ کھلی تھی تو وہ اس کے قریب کیوں نہ تھی۔ بہرحال وہ اس کا انتظار کرتا۔ مجنونانہ .... بے قراری سے انتظار کرتا اور پھر وہ ڈھلان پر سے اپنی مخصوص ... مستانہ چال سے اترتی دکھائی دیتی۔ اس کے ہونٹوں پر ملکوتی تبسم ہوتا' ہاتھوں میں وہ چیزیں ہوتیں جو وہ ان کے لئے تلاش کرکے لاتی تھی اور پھر وہ سلیٹر کی آنکھوں میں انتہائی پیار دیکھ کر اور اس کی نظریں اپنی برہنہ چھاتیوں اور رانوں پر رینگتی محسوس کرکے سرخ ہو جاتی۔

جزیرہ کورو پر یہ ان کا پانچواں دن تھا جب انہوں نے ڈونگے کی مرمت کا کام شروع کیا اور بڑے شوق اور دلچسپی سے دوپہر تک کام کرتے رہے یہاں تک کہ دوپہر کی دھوپ اور تپش ناقابل .... برداشت ہوگئی اور تب سلیٹر کے حکم سے کام روک دیا گیا۔ وہ لوگ پڑاؤ میں واپس آئے اور کھانا کھایا۔ آج کا کھانا "اوڈی" جھاڑی کے پتوں پر۔ جو میتھی کی طرح تھے۔ مشتمل تھا جو سیاوا نے "ٹولو" میں پکائے تھے۔ یہ باربر کی مرغوب غذا بنتی جارہی تھی چنانچہ اس نے سیاوا اور سلیٹر سے زیادہ کھایا۔

سلیٹر اس دن خوشی محسوس کررہا تھا البتہ جانتا نہ تھا کہ وہ خوش کیوں تھا۔ غالباً اس لئے' اس نے سوچا کہ اس نے کچھ کام کیا تھا محنت کی تھی یا اس لئے کہ باربر نے بڑی رغبت سے "اوڈی" کی ترکاری کھائی تھی اور اسے یوں کھاتے دیکھ کر سیاوا کے چہرے پر خوشی دوڑ گئی تھی یا اس لئے کہ ان کے زخم اور آبلے مندمل ہو رہے اور وہ اس خوبصورت جزیرے پر محفوظ تھے۔ وجہ کچھ بھی ہو بہرحال سلیٹر ایسی خوشی محسوس کررہا تھا جیسی کہ اس نے ایک عرصے سے محسوس نہ کی تھی۔

لیکن یہ خوشی [illegible]می کی یاد پر نہ چھا سکی۔ وہ اس کی کمی بری طرح سے محسوس کررہا تھا حتیٰ کہ جب وہ کام کررہا ہوتا' کھانا کھا رہا ہوتا یا کچھ بھی کررہا ہوتا جرمی کو اپنے تصور کے ذریعہ کھینچ [illegible] اس وقت تو' جب باربر "اوڈی" کی ترکاری ندیدوں کی طرح کھا رہا تھا تو سلیٹر نے جرمی کو ہنستے اور باربر کا مذاق اڑاتے [illegible] بھی سنا۔

کھانے سے فارغ ہو [illegible] وہ گھاس [illegible]ٹ گئے اور پھر سو گئے۔ سب سے پہلے باربر کی آنکھ کھلی۔ وہ چپکے سے اٹھا اور وہاں پہنچا جہاں ڈونگا رکھا تھا۔ کچھ دیر تک اس کی مرمت کی اور پھر ساحل پر چہل قدمی کرنے لگا۔ سلیٹر کی طرح وہ بھی خوش تھا اور اس نئی زندگی سے مطمئن بھی۔

سلیٹر بیدار ہوا تو سیاوا چشمے پر جا چکی تھی۔ جھینگے پکڑنے کا وہ جال جو اس نے "باکا" نامی بیل کی رسیوں سے بنایا تھا اور اس نے جھاڑی پر پھیلا رکھا تھا' وہاں نہ تھا۔

سلیٹر نے دیکھا کہ جال وہاں نہ تھا اور تب اس کے تصور نے اسے سیاوا کی تصویر

دکھائی جب اس نے پہلی دفعہ اپنا تا جزیرے پر ایک بوڑھے کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ اور پھر جب وہ پلٹ کر جانے لگی تھی تو اس کی سڈول رانیں تھرتھرا رہی تھیں۔ ایک دم سے وہ بے چین ... ہوگیا۔ خواہش اس کے دل میں موجیں مارنے لگی اور وہ اٹھ کر اس ڈھلان کی طرف چل دیا جو ان کے پڑاؤ کو چشمے سے الگ کر رہی تھی۔

سیاوا چشمے میں کھڑی ہوئی تھی۔ چشمے کے دونوں کناروں پر درخت کھڑے تھے جو چالیس اور ساٹھ فٹ تک بلند ہوتے چلے گئے تھے' ان سے بیلیں لٹک رہی تھیں اور ان درختوں سے چھن چھن کر دن کی روشنی نیچے پہنچ رہی تھی' وہ کمر سے جھکی ہوئی تھی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے جال چشمے میں ڈبو کر پکڑ رکھا تھا۔ ایک طرف' بڑے بڑے پتوں میں لپیٹ کر وہ جھینگے رکھے تھے جو اس نے پکڑے تھے اور چشمے کے چٹانی کنارے پر سیاوا کا "لیکو" یعنی اسکرٹ رکھا ہوا تھا۔

اس نے سیلٹر کو آتے دیکھا تو گھوم کر اس کی طرف دیکھا اور اسے اپنی مکمل برہنگی کا احساس ہوا' وہ شرما کر مسکرائی اور آہستہ سے چشمے میں بیٹھ گئی اور شارک مچھلی کے دانتوں کی مالا' جو اس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی' پانی کی سطح کے نیچے چمکنے لگی۔

سیلٹر نے پانی کی فرحت بخش ٹھنڈک کو اپنے جسم پر آہستہ آہستہ ابھرتے محسوس کیا اور چٹان کی چوٹی پر بیٹھا ہوا کوئی پرندہ خوشی کی ایک چیخ کے ساتھ اڑا اور اس کی چیخ نے چشمے کی گنگناہٹ کے ساتھ مل کر ایک مست کن نغمہ سا پیدا کر دیا تھا اور اب سیاوا کی محبت اور اسکی طلب سیلٹر کے لئے ایک ورد بن گئی۔ وہ اسے آتے دیکھتی رہی اور اپنی جگہ سے جنبش تک کرنے کی کوشش نہ کی۔ اور جب سیلٹر نے اسے چھوا تو وہ کانپ رہی تھی۔ اس کی جلد کسی ہوئی تھی اس کے کالے چمکیلے بال سطح آب پر تیر رہے تھے۔ اور ان بالوں میں وہ پھول الجھ الجھ جاتے تھے جو آگے سے تیر کر آرہے تھے۔

جہاں چشمہ سمندر میں گرتا تھا وہاں کچھ دور تک وہ ریت پر بہتا چلا گیا تھا۔ سیلٹر سیاوا کو وہاں لے آیا اور اسے آہستہ سے ریت پر لٹا دیا۔ اور اب وہ گنگناتے ہوئے پانی میں اس طرح چت لیٹی ہوئی تھی کہ پانی صرف اس کے کولھوں اور کمر تک ہی آرہا تھا۔

تیسواں باب

ان کی جسمانی قوت عود کر آئی تھی اور اس کے ساتھ ہی انہیں مستقبل کی فکر ہو

چلی تھی۔ سیلٹر کو یقین تھا کہ سیاوا یہ چاہتی تھی کہ وہ دوسرے جزیرے پر چلے جائیں۔ کئی دفعہ سیلٹر نے اسے وہ چیزیں الگ رکھتے دیکھا تھا جن کی ڈونگے پر ضرورت ہوگی۔ وہ ایک ناریل اٹھاتی' اسے گھما پھرا کر اور کان کے قریب لے جا کر ہلا کر دیکھتی اور اگر اسے اطمینان ہو جاتا کہ ناریل عمدہ ہے تو اسے ایک طرف رکھ دیتی۔ اس نے پکے ہوئے وہ پھل جنہیں جزیرے والے "روٹی پھل" کہتے تھے۔ چنے اور زمین میں دبا دیئے۔ اس نے بتایا کہ اس طرح یہ "مدرائی" بن جائیں گے اور ہرچند کہ ان کی روانگی کے وقت تک یہ پھل پوری طرح سے تیار نہ ہوں گے تاہم مقوی غذا ثابت ہوں گے۔

سیلٹر جزیرے کی بولی' جو سیاوا بولتی تھی' بڑی سرعت سے سیکھ رہا تھا۔ باربر نے بھی کوشش کی لیکن کچھ زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اس کی مجبوری دیکھ کر سیاوا نے چند انگریزی الفاظ اور جملے سیکھنے شروع کر دیئے اور اب وہ اسے مخاطب کرنے کے لئے انہی کا استعمال کرنے لگی۔ اس کی ان کوششوں پر باربر خوشی سے مسکراتا اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا اور پھر اس نے اعلان کیا کہ سیاوا کا انگریزی سیکھ لینا سیلٹر کو' اس کی بولی سیکھنے کی کوشش کرنے سے بہتر ہے اور یہ کہ بے حد کار آمد بھی۔

"کورو" جزیرے پر یہ ان کا آٹھواں دن تھا اور تب سیلٹر کو احساس ہوا کہ اب مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ دوسرے دن صبح کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنے اس خیال کا اظہار باربر کے سامنے کیا۔

"تم کہتے ہو کہ سیاوا چاہتی ہے کہ ہم یہ جزیرہ چھوڑ دیں بلکہ وہ اس پر مصر ہے" باربر نے کہا۔

"ہاں"۔

"حیران ہوں کہ کیوں! وہ جانتی ہے کہ ہمیں کشتی بنانی ہے اور اس کے لئے یہ اس جزیرے سے بہتر جگہ نہیں مل سکتی۔ یہاں لکڑی افراط سے ہے اور پھر اس کے لئے ہمیں کہیں دور جانا نہ پڑے گا اور پھر سایہ بھی ہے چنانچہ ہم زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں گے۔"۔

"یہ سب میں جانتا ہوں" سیلٹر نے کہا "لیکن وہ مصر ہے تو اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی"۔

"لیکن کیا وہ یہ بھی جانتی ہے کہ یہاں سے روانہ ہو کر ہمیں کہاں جانا ہے؟"۔

"وہ ایک بڑی زمین کے متعلق کچھ کہتی ہے۔ وہ اس کا نام "والوالیو" بتاتی ہے"۔ [1]

"ہاں" باربر نے سر ہلا کر کہا "یہ وہ غلط نہیں کہہ رہی کیونکہ وہ جزیرہ میں نے دیکھا

ہے"۔

"تم نے دیکھا ہے؟"۔

"میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا۔ تمہیں، یاد ہوگا کہ جس دن ہم ڈونگے کی درازیں بند کر رہے تھے وہ دن بے حد صاف اور شفاف تھا۔ اس دن سہ پہر کے وقت میں ٹہلتا ہوا مغربی کنارے کی طرف چلا گیا تھا۔ باربر نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور وہاں سے مجھے زمین دکھائی دی تھی۔ حالانکہ وہ بہت زیادہ دھندلی نظر آ رہی تھی تاہم زمین تھی۔ شمال مغرب کی طرف تھی"۔

کتنی دور؟

"یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بے حد دھندلی نظر آ رہی تھی۔ اسقدر دھندلی کہ اس میں اور افق پر کے بادلوں میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ سیاوا نے کیا نام کہا تھا اس کا؟"۔

"والوالیوا۔ اس کے معنی ہیں۔ بڑی زمین" سلیٹر نے کہا۔ سلیٹر سیاوا کی بولی بہت حد تک سمجھنے لگا تھا۔ اب سیاوا کے لئے زمین پر لکیریں کھینچ کر اسے ایک ایک بات سمجھانا ضروری نہ تھا۔ چنانچہ اس نے باربر کو بتایا کہ سیاوا کے بقول اس نے اپنے باپ سے اور دوسروں سے بھی جزیرہ کورو کے متعلق کئی باتیں سنی تھیں یہاں جنگوں کا سلسلہ جاری تھا اور آویلا والوں اور کورو والوں میں بھی جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور ایک دفعہ توئی تاپو نے اپنا ڈونگا اس طرف بھیجا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ منزل تک پہنچتا جنگلی لوگوں نے اس ڈونگے پر حملہ کرکے اس میں کے ایک ایک آدمی کو قتل کر دیا صرف ایک لڑکا اپنی جان بچا کر لے جاسکا جو سمندر میں کود پڑا تھا۔

"تب تو یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں" باربر نے کہا "لیکن اس سے یہ ضرور معلوم کرلو کہ دوسرے جزیرے پر ہمیں دشمن نہیں دوست مل جائیں گے؟"۔

یہ سیاوا نہ جانتی تھی۔

"اور ہم بھی نہیں جانتے" باربر نے کہا۔

"تاہم مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کا سلوک دوستانہ ہوگا"۔

"امید۔ ایں؟ اس سے کیا ہوتا ہے؟"۔

"دیکھو سام۔ جب ہم سیاوا کے جزیرے انیاتا پر پہنچے تھے تو ابتداء میں آویلا اور اس کے قبیلے کا سلوک ہم سے دوستانہ ہی تھا"۔

"ہاں۔ لیکن اس کے بعد ہی جب کپتان بیری نے بندوق سے ایک پرندہ مار گرایا تھا۔ اور اگر بارود گیلی ہوتی اور بندوق نہ چلتی تو آج ہم زندہ نہ ہوتے۔ نہیں صاحب۔ مناسب

یہی ہے کہ ہم اس جزیرے پر ہی رہیں جہاں ہمیں کوئی دیکھ نہیں سکتا اور کشتی تیار کرلیں۔ یہ بے حد ویران اور سکون کی جگہ ہے مسٹر سلیٹر"۔

لیکن سیاوا اس کے لئے بالکل بھی تیار نہ تھی۔ جب وہ سمجھ سکی کہ باربر کیا چاہتا ہے تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اتنی تیزی سے بولنے لگی کہ سلیٹر اس کی بات سمجھ ہی نہ سکا تاہم اس کا مطلب صاف تھا۔

چند ثانیوں تک وہ لوگ خاموش رہے پھر سلیٹر نے کہا۔

"سام! یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو ہمیں یا تو کامیابی سے ہمکنار کردے گا یا پھر مکمل ترین ناکامی سے۔ اور ہر فیصلے کا کم سے کم اندھے فیصلے کا حال یہی ہے۔ لیکن یہ فیصلہ' جو ہم کر رہے ہیں' دنیا کے کسی بھی فیصلے سے زیادہ اہم ہے خصوصاً اس لئے کہ یہاں سوال ہماری زندگیوں کا ہے۔! اچھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں سیاوا کے کہنے پر عمل کرنا چاہتا ہوں تو خود تم کیا کہو گے؟"۔

"اگر ایسا ہی ہے" باربر نے بلا جھجک کہا "تو پھر میں کہوں گا کہ یہ تمہارا حکم ہے۔ اور میں اسے حکم ہی سمجھوں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ تم کپتان ہو مسٹر سلیٹر"۔

"شکریہ باربر۔ شکریہ"۔

"تو پھر تم نے فیصلہ کرلیا"۔

"ہاں۔ ہم دوسرے جزیرے پر جا رہے ہیں"۔

تینتیسواں باب

دوسرے دن صبح کی پہلی روشنی کے ساتھ ہی انہوں نے ڈونگے میں سامان بھرا اور ایک بار پھر شمال مغرب کی سمت روانہ ہوگئے۔ ہوا مناسب تھی اور پھر ان لوگوں کی جسمانی قوت بھی عود کر آئی تھی۔ چنانچہ چپو بھی تیزی سے چلائے جارہے تھے اور یوں کروٹیں بدلتے ہوئے سمندر پر ڈونگے کی رفتار بے حد مناسب اور اطمینان بخش تھی۔

دن بغیر کسی حادثہ کے گزر گیا۔ شام ہوتے ہوتے ہوا کا زور بڑھا یہاں تک کہ وہ صحیح معنوں میں پھنکنے لگی اور کئی دفعہ تو وہ رخ بدل کر مختلف سمتوں سے یوں بہنے لگی کہ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ وہ موافق ہے یا مخالف تاہم زیادہ تر وہ ان کی محبت سے ہی بہتی رہی اور یوں انہیں ڈونگا سنبھالنے میں کچھ زیادہ مشکلوں کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اور اس رات مکان پر بیٹھا ہوا سلیٹر کشتی کے متعلق سوچ رہا تھا۔

کشتی بنانے کے خیال سے وہ پریشان نہ تھا۔ اسکی پریشانی کا باعث یہ تھا کہ کشتی کو چلایا کیسے جائے گا؟ جہاز رانی کے ضروری آلات ان کے پاس نہ تھے اور ان کے بغیر بحری سفر مشکل' بے حد مشکل تھا۔

پانچ سو لیگ کا بحری سفر سورج' چاند اور ستاروں سے سمتوں کا اندازہ لگانا آسان کام نہ تھا اور سلیٹر اسی سے ڈرتا تھا۔ اس صورت میں انہیں خشکی کی تلاش ہوگی۔ اس وقت جب ان کے پانی کا ذخیرہ ختم ہوچکا ہوگا۔ اس نے تصور کی نظروں سے دیکھا کہ وہ لکڑی کاٹ

رہے ہیں' تختے بنارہے ہیں اور کشتی تیار کر رہے ہیں اور بادبان اور مستول اور سب کچھ تیار ہے اور کشتی سمندری سفر کے لئے تیار ہے اور باربر دیدبان کی خدمت انجام دے رہا ہے اور وہ خود سکان سنبھال رہا ہے لیکن..... اس رات سلیٹر کو کشتی ایک غیر اہم چیز معلوم ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ باربر کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہوگا کہ کشتی کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟ کیا باربر اس سے متفق ہوگا؟۔ باربر۔ بلکہ کوئی بھی آدمی اسے غلط سمجھ سکتا تھا۔ وہ اسکے خدشات سمجھنے کے بجائے یہی سمجھے گا کہ وہ سیاوا کی محبت میں ایسا سرشار ہے کہ مہذب دنیا تک پہنچنے کے لئے تیار ہی نہیں بلکہ اپنی محبوبہ کے ساتھ ایک جزیرے پر اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار دینا چاہتا ہے"۔

کیا وہ بحری راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے؟ کیا وہ مہذب دنیا تک پہنچ سکیں گے؟ اس نے سنا تھا کہ بادبان سینے کی سوئی کو آہنی سلاخ پر کوٹ کر اسے مقناطیسی کیا جاسکتا اور پھر اس سے کمپاس بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ سوئی اور اس کا پیندا اور کمپاس بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تب بھی وہ پورٹ جیکسن کی سمت سے واقف نہ تھا اور نہ ہی اس کی سمت معلوم کرنے کا اس کے پاس کوئی ذریعہ تھا۔ صرف ایک امید' اور وہ بھی بے حد موہوم۔ یہ تھی کہ وہ قسمت پر بھروسا کر کے کشتی سمندر میں ڈال دیں جنوب مغرب کی طرف روانہ ہو جائیں یہاں تک کہ اس طرف سے گزرتا ہوا کوئی جہاز انہیں بچالے۔ بشرطیکہ اس طرف سے جہاز گزرتے ہوں"۔

"خدایا!" وہ دل میں بولا' میں بھی نرا احمق ہوں کہ دنیا کے اس حصے میں بیٹھا کسی جہاز کے مل جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔۔۔ یہ تو دنیا کا گویا انتہائی سرا ہے جہاں سے قریب و دور سے۔ کوئی جہاز گزرتا ہی نہیں۔

دوسرا دن بھورا تھا لیکن وہ بادل دیکھ کر خوش ہوئے کیونکہ اس کا مطلب تھا جھلسا دینے والی دھوپ سے نجات۔ ہوا بند ہوگئی اور انہوں نے چپو سنبھال لئے۔ انہوں نے وھیل مچھلیاں۔ دیکھیں جو اس سمندر میں زیادہ تھیں اور آبی پرندے ان کے سروں پر منڈلاتے اور دور تک ان کے ڈونگے کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے رہے۔

اور اس دن بارش بھی ہوئی۔ موسلا دھار بارش جس نے نہ صرف سطح سمندر کو ایک ٹھوس دھند بنادیا بلکہ ان کا ڈونگا بھی بھر دیا۔ چنانچہ انہیں باربار پانی الچنا پڑا۔ اس بارش میں انہیں سمت کا اندازہ نہ رہا چنانچہ انہوں نے ڈونگے کو خدا کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔

دن ختم ہوا۔ رات اتر آئی لیکن بارش نہ تھی اور دوسرے دن بھی بارش ہوتی رہی۔

وہ ایک ایسی دنیا میں تھے جہاں ہوا نہ تھی اور چھاجوں پانی برس رہا تھا۔ بند ہوا اور برستے

پانی کی ویران دنیا۔ ان کے آبلے اور زخم' جو مندمل ہو چلے تھے' کھل گئے اور بارش کے قطرے گولیوں کی طرح ان کے جسم پر لگتے رہے یہاں تک کہ سلیٹر یہ سوچنے لگا کہ وہ کب تک پانی کی اس مار کو برداشت کر سکیں گے۔ انہوں نے ڈونگے کے بادبان سے سائبان بنانے کی کوشش کی لیکن اس کے بھیگے ہوئے بوجھ نے انہیں شکست دے دی۔ خود اپنے بادبانوں کو وہ استعمال نہ کر سکتے تھے کیونکہ ان سے انہوں نے بارود' گوشت اور بسکٹ ڈھنک رکھے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ کس طرف جارہے ہیں یہاں تک کہ پانچویں دن کی صبح طلوع ہوئی۔

آدھی رات کے بعد کسی وقت بارش تھم گئی تھی لیکن نہ تو ہوا تھی اور نہ تارے۔ بارش کے بعد جو مکمل ترین خاموشی طاری ہوئی وہ بے چین کر دینے والی تھی۔ اب وہ چپو نہ چلا رہے تھے بلکہ آرام کر رہے تھے اور صبح ہونے تک انہوں نے ایک ایک دو دو گھنٹے کی نیند گھسیٹ لی اور منتظر رہے کہ صبح ہوا لے کر آئے گی۔

لیکن صبح ہوا سے زیادہ کچھ لے کر آئی۔ ڈونگے کے دائیں پہلو کی طرف اور آگے ایک دھندلا انبار سا دکھائی دیا۔

"تو یہ ہے ولوالیوا۔" سلیٹر نے کہا۔

سیاوا اٹھ کھڑی ہوئی اور انتہائی خوشی کے عالم میں سر ہلا ہلا کر آپ ہی آپ کچھ بڑبڑانے لگی۔

وہ لوگ اس جزیرے کی طرف پر امید نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان پہاڑوں میں اور وادیوں میں انہیں ان جزیروں سے رخصت ہونے کے ذریعہ مل جائیں گے یا پھر موت ملے گی۔ اور انیاتا سے روانہ ہونے کے بعد آج پہلی دفعہ سلیٹر کو صندل کی لکڑی یاد آئی۔

صبح ہونے کے ایک دو گھنٹے بعد ہوا بند ہو گئی اور ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ اس قدر ہلکی کہ وہ اسے محسوس ہی نہ کر رہے تھے۔ اور پھر ہوا چلنے لگی۔ اب یہ جزیرے کی طرف سے آرہی تھی اور شام ہوئی تو اس ہوا میں لکڑی کے دھوئیں کی بو تھی۔ اس رات ہوا پھر بند تھی چنانچہ وہ چپو چلانے لگے۔

صبح ہوئی تو ان کے مغرب اور شمال میں مونگے کی چٹانوں پر پانی ٹوٹتا نظر آیا۔ اور اب جنوب مغرب کی طرف سے تیز ہوا پھنک رہی تھی۔ کئی گھنٹوں کے بعد وہ مونگے کی چٹان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ان کے درمیان کئی راستے تھے۔ اور ان چٹانوں کے بعد حد نظر تک پر سکون پانی تھا۔ قریب پہنچے تو ایسا معلوم ہوا کہ جس رخ وہ ڈونگے کو لئے جارہے ہیں اس طرف چٹانوں کے درمیان سے گزرنے کے لئے بحری راستہ موجود ہے لیکن اور قریب

پہنچنے پر پتہ چلا کہ یہاں پانی گہرا نہ تھا۔ وہ قدرے مایوس ہو گئے۔

ذرا سی تلاش کے بعد انہیں گہرے پانی کا راستہ مل گیا جسے عبور کر کے وہ سمندری جھیل میں پہنچ گئے جس کا پانی اتنا پرسکون تھا کہ ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

اور اب انہیں اس بڑے جزیرے کے پیچھے دوسرا جزیرہ دکھائی دیا۔ چھوٹا' دھندلا اور نیلا۔ وہ ڈونگا کھینچتے رہے یہاں تک کہ وہ جزیرے کے انتہائی جنوبی سرے پر پہنچ گئے اور یہاں انہوں نے رخ موڑا اور ڈونگا ساحل کے متوازی بہنے لگا۔ وہ مغرب کی طرف جارہے تھے کیونکہ وہ جزیرے کی اس چونچ سے بچنا چاہتے تھے جو سمندر میں در آئی تھی اور جس پر مانگرو کے درخت اگ رہے تھے اور ان کے عقب میں پہاڑ سر بلند کئے کھڑا تھا جس کی ڈھلان پر جھاڑیاں اور درخت کھڑے تھے۔ ڈونگے کے بائیں طرف پھر پہاڑوں کا سلسلہ تھا اور اس سلسلے کے دور کے پہاڑوں کی چوٹیاں بادلوں میں گم تھیں۔ باربر نے کئی دفعہ ان آبی راستوں کی طرف اشارہ کیا جو مانگرو کی جڑوں کے درمیان تھے لیکن سلیٹر نے نفی میں سر ہلا دیا وہ اس سرے کے دوسری طرف جانے اور یہ معلوم کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا کہ اس طرف کیا ہے۔

وہ اس طرف کی نوک کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اس پر ناریل کے درختوں کے جھنڈ تھے۔ سمندری دھارا انہیں رتیلے ساحل تک لے آیا۔ ہوا بند ہو گئی اور گرمی بڑھ گئی۔

"چپو اٹھاؤ" سلیٹر چیخا۔

اور وہ لوگ اس نوک کے دوسری طرف پہنچے تو اس طرف ایک وسیع خلیج تھی جس ہیں مانگرو کے سنہری پتے تیر رہے تھے۔ چند منٹوں تک وہ خاموش رہے اور پھر سلیٹر نے کہا۔

"آٹھ دس میل چوڑا ہے"۔

"ہاں" باربر نے سر ہلایا "اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہاں آس پاس مقامی شندے نظر نہیں آتے"۔

"جزیرے کے شمالی حصہ اتنی دور ہے کہ یقین سے کچھ کہا نہیں جاسکتا اور مانگرو رختوں کے اس جنگل کے پیچھے کیا ہے وہ تو خدا ہی جانتا ہے" سلیٹر شمال مشرق کی طرف شارہ کر رہا تھا "تاہم وہ ویران معلوم ہوتا ہے"۔

مانگرو کے جنگل کے پیچھے اونچے نیچے ٹیلے تھے' وسیع وادیاں تھیں اور نشیبی میدان ے۔ اس کے بعد دوسرے ٹیلے تھے۔ پھر ٹیلے تھے جو بتدریج بلند ہو کر پہاڑوں میں مدغم گئے تھے۔

"تو پھر" باربر نے سلیٹر کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "تو پھر ہم جا رہے ہیں۔ کیوں؟"۔

"ہاں۔ ہوا کافی ہے چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم بادبان لگالیں"۔

اور سیاوا اور باربر نے مل کر مستول کھڑا کیا اور سلیٹر نے بادبان لگایا۔ اور وہ لوگ روانہ ہوگئے۔ ایک چھوٹا سا' بے حقیقت ڈونگا اس گہری خلیج میں سے گزر رہا تھا... جس کے دونوں طرف سبز اور اور بھورے بلند ٹیلے کھڑے تھے اور اس ڈونگے میں تین انسان تھے جنہوں نے زندہ رہنے کے لئے حیرت انگیز جدوجہد کی تھی اور موت کو شکست دے دی تھی اور ان تین میں سے دو ایسے تھے جن کے دل ایک دوسرے کی محبت میں دھڑک رہے تھے۔

سیاوا بار بار سلیٹر کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں پیار کی بجلیاں کوند رہی تھیں اور سلیٹر کو یقین ہوگیا تھا کہ وہ اس لڑکی کے بغیر زندہ نہ رہ سکے گا۔ سیاوا اس کی زندگی تھی۔ اس کی دنیا تھی۔

شام کا دھندلکا تیر رہا تھا جب وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک دریا تین شاخہ بنا کر سمندر میں گر رہا تھا۔ انہوں نے ڈونگے کا رخ بدلا اور ڈیلٹا کے ذریعہ اس دریا میں داخل ہوگئے اور دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے مانگرو درخت جیسے ان پر جھک پڑے اور ان کے پھولوں نے بند ہوا میں جیسے سانس روک کر ڈونگے میں بیٹھے ہوئے ان تین انسانوں کو دیکھا جو موت کو شکست دے چکے تھے اور سیکڑوں پرندوں نے خوشی کے نغمے گا کر ان لوگوں کو اور ان دو محبت بھرے دلوں کو خوش آمدید کہا۔ ایک نئی' محبت بھری اور شاد کام زندگی کی طرف۔

ختم شد